ہر عمر کے بچوں کیلئے

ماہنامہ پھول

لاہور

اگست 2000

40 سے زائد ممالک میں سب سے
زیادہ پڑھا جانے والا اردو میگزین

اشاعت کا
120
واں مہینہ



کوچ کا دل ماں جیسا ہونا چاہیے
ہاکی کے قومی کوچ خواجہ جنید کی باتیں

نوائے وقت

منیر نیازی کی صدارت
اور 30 سے زائد شاعر
پہلا پھول مشاعرہ

پھول کلب کی
چھٹی سالانہ تقریب ایوارڈ

ماہنامہ پھول لاہور

ہر عمر کے بچوں کیلئے

اگست 2000

چیف ایڈیٹر ۔۔۔ مجید نظامی

ایڈیٹر ۔۔۔ اختر عباس

میرا نام .... ہے

اور یہ میرا پیارا پھول ہے

اسے پڑھنے سے پہلے مجھے ہمیشہ خیال رہتا ہے کہ

- نماز کی ادائیگی میں دیر نہ ہو رہی ہو۔

- آج کا ہوم ورک مکمل ہو گیا ہو۔

- امی نے جو کام کہے تھے وہ کر لئے ہوں

پھول کی ادا سب سے جدا

پھول رنگ

Stories

آخری قطرہ	جعفر حبیب	8
نیل کے ساحل سے	مختار مسعود	11
پہلی باری	ماریہ مجید	14
نہلے پہ دہلا	زاہدہ فضل الحق	17
شان شہید شمی	ڈاکٹر اطہر اے انور	18
ابھی وقت ہے	نگس حمید	20
ہاں شاید مگر	صباحت افضل	22
وڈیرو	اشتیاق احمد	28
ہم بدلے نہ تم	شاذیہ	32
بڑی کی موت	مدیحہ انور ۔ جدہ	48
میں تو بھول گئی تھی	سیدہ طاہرہ	54
روایت	زین الفاطمہ	70
آساں نہیں مٹانا	سعدیہ فیض	71
واہ کیا نظم ہے	بیدہ ناظم سشوری	73

Exclusive

شوکت خانم ہسپتال میں	ایلا مظفر الٰہی	30
پھول مشاعرہ	عمران نقوی	34
پھول کلب کا چھٹا سالانہ اجلاس	ماریہ مجید	36
سرپرائز وزٹ		50
ٹوٹتے رشتے کیسے بچیں؟	رپورٹ: سید غضنفر علی	51

Columns

کرنیں	آصف صمدانی	4
اداریہ	ایڈیٹر بھیا	5
پھول فورم	آمنہ اعظم	10
میری نظر میں	عمران سہیل بوبی	23
ہپی برتھ ڈے	منصور حسین	24
شاعری سچ بولتی ہے	تحسین فاطمہ	26
یس اٹس می	منظر وحید	44
پھول بڑا مقبول	کھٹے میٹھے خطوط	56
پھول اخبار	خبریں وبریں	60
ٹیلیفونک کالم	براہ راست ڈائننگ	64
واہ کیا بات ہے	بشریٰ شعیب	66
سپورٹس گلاکسی	مونا سکندر	67
الحدیث	نظر زیدی	78



ماہنامہ پھول 4-شاہراہ فاطمہ جناح لاہور فون

6367551-54 فیکس 6367616

پاکستان اور آزاد کشمیر کے تمام تعلیمی اداروں کیلئے منظور شدہ

مجید نظامی پرنٹر پبلشر نے ندائے ملت پریس سے چھپوا کر دفتر روزنامہ نوائے وقت لاہور سے شائع کیا

پاکستان میں بذریعہ ڈاک بدل اشتراک ماہنامہ پھول 300 روپے سالانہ 150 روپے ششماہی

http//www.phool.com.pk

phool@phool.com.pk

کرنیں

عمومی خیر خواہی

حدیث میں آیا ہے کہ پیغمبر اسلام ﷺ نے فرمایا "دین خیر خواہی ہے' دین خیر خواہی ہے" لوگوں نے کہا کہ اے خدا کے رسول ﷺ کس کیلئے؟ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ کیلئے اور اس کے رسول کیلئے اور مومنین کے امیر کیلئے اور ان کے عام لوگوں کیلئے اور مسلمین کے امیر کیلئے اور انکے عام لوگوں کیلئے۔

کسی آدمی کے سینہ میں حقیقی دین آنے کے بعد اس کے اندر لازمی طور پر انسانی خیر خواہی کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ ٹھیک اسی طرح جس طرح پانی میں شکر ڈالنے کے بعد پانی کے اندر مٹھاس کا ذائقہ پیدا ہو جاتا ہے' جس آدمی کے اندر دین ہو گا' لازمی طور پر خیر خواہی بھی موجود ہو گی۔ جو دل انسانی خیر خواہی سے خالی ہو' یقینی طور پر وہ دین سے بھی خالی ہو گا۔

ایک انسان وہ ہے جو دوسروں کو اس نظر سے دیکھے کہ وہ ان سے اپنے لئے کیا فائدہ حاصل کر سکتا ہے۔ ایسا انسان خدا کا مطلوب انسان نہیں' وہ فطرت کے نقشہ میں بے جگہ ہے' وہ اس امتحان میں ناکام ہو گیا جس کیلئے خدا نے اس کو موجودہ دنیا میں رکھا تھا۔ دوسرا انسان وہ ہے جو لوگوں کو اس نظر سے دیکھے کہ وہ انہیں کیا فائدہ پہنچا سکتا ہے۔

ایسے انسان کی تسکین اس میں ہو گی کہ وہ کسی پہلو سے دوسروں کے کام آ سکے۔ اسکی ذات سے دوسروں کو فائدہ حاصل ہو جائے۔ یہی وہ انسان ہے جو خدائی آزمائش میں کامیاب اترا۔

برتر اخلاق

حدیث میں آیا ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا کہ تم لوگ امعہ نہ بنو' یعنی تم یہ کہنے لگو کہ اگر لوگ ہمارے ساتھ اچھا سلوک کریں گے تو ہم بھی ان کے ساتھ اچھا سلوک کرینگے اور وہ ہمارے ساتھ ظلم کرینگے تو ہم بھی ان کے ساتھ ظلم کرینگے بلکہ تم اپنے آپ کو اس کیلئے آمادہ کرو کہ اگر ہمارے ساتھ اچھا سلوک کریں تب بھی ہم ان کے ساتھ اچھا سلوک کریں گے اور اگر وہ ہمارے ساتھ برا سلوک کریں تب بھی ہم ان کے ساتھ ظلم نہیں کریں گے۔

اسلامی اخلاق وہ ہے جو برتر اخلاق ہو' یعنی ہر حال میں اچھے اخلاق پر قائم رہنا خواہ دوسروں کی طرف سے برے اخلاق کا تجربہ پیش آ رہا ہو۔ اسلامی اخلاق دوسروں کے رد عمل میں نہیں بنتا بلکہ خود اپنے اعلیٰ اصولی معیاروں کے تحت بنتا ہے۔ اسلام میں اخلاق ایک عبادت ہے۔

معتدل حالات میں حسن اخلاق اگر سادہ طور پر تہذیبی برتاؤ کی حیثیت رکھتا ہے تو غیر معتدل حالات میں حسن اخلاق اعلیٰ درجہ کی عبادت بن جاتا ہے۔ معتدل حالات میں جو خوش اخلاقی برتی جاتی ہے وہ انسانی شخصیت کے ارتقاء میں کچھ مددگار نہیں ہوتی لیکن ایک آدمی غیر معتدل حالات میں دوسروں کے برے رویہ سے غیر متاثر رہ کر حسن اخلاق پر قائم رہے تو اسکی یہ روش اسکی شخصیت کے ارتقاء کا ذریعہ بن جائے گی "بداخلاقی کے جواب میں حسن اخلاق بلاشبہ سب سے بڑا اخلاق ہے"

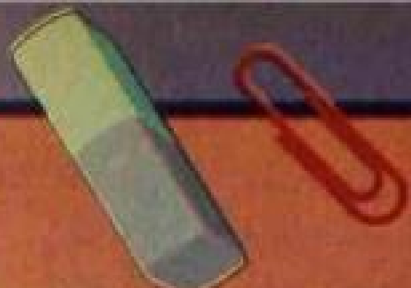
(مولانا وحید الدین خاں کی کتاب "اسلام ایک تعارف" سے انتخاب) مرسلہ: محمد آصف صمدانی رینالہ خورد

اور پھر تیری تعریف

"یاد رکھو ہر نعمت اسی سے ملی ہے۔ حمد اور شکر اسی کیلئے ہے۔ اگر تم نے حمد اور شکر کے معنی جان لئے' ہر نعمت کو اسکی دین اور عطا جان لیا اور ہر نعمت پر اسکا شکر ادا کرنا سیکھ گئے تھے۔ سمجھ لو تم نے ایمان کی حقیقت پالی۔ یہ حمد و شکر میزان کو بھر دیں گے۔ دنیا کی ذرہ برابر نعمت ملے ایک لقمہ یا ایک گھونٹ' ذرا سے ضرر اور نقصان سے بچ جاؤ' ذرہ برابر نیکی کی توفیق ملے الحمد للہ کہنے ہی کی توفیق ملے تو ان میں سے ہر چیز پر شکر واجب ہے' ہر چیز پر شکر کرو' تمہاری صبح حمد کے ترانہ سے شروع ہو' دن بھر یہی نغمہ زندگی کے تاروں سے نکلتا رہے' رات بھی حمد پر ختم ہو تم اندازہ نہیں کر سکتے زندگی کتنے اطمینان و سکون اور کتنی خوشی و مسرت سے بھر جائے گی اور اللہ کی نظروں میں یہ زندگی کتنی محبوب ٹھہرے گی "ان تشکروا یرضه لکم (الزمر 7:39) اگر تم شکر کرو تو اسے وہ تمہارے لئے پسند کرتا ہے) مایفعل اللہ بعذابکم ان شکرتم و امنتم (النساء 147:4) آخر اللہ کو کیا پڑی ہے کہ تمہیں خواہ مخواہ سزا دے اگر تم شکر گزار بندے بنے رہو اور ایمان کی روش پر چلو) حمد و شکر کرو یہاں تک کہ اللہ راضی ہو جائے' وہ راضی ہو جائے تو یہ اسکی لازوال نعمت ہے کہ جتنا شکر کرو کم ہے۔

☆لک الحمد حتی ترضی' ولک الحمد اذا رضیت

تیری ہی تعریف یہاں تک کہ تو راضی ہو جائے اور (پھر) تیری تعریف (تیرا شکر) جب تو راضی ہو جائے" (از "خرم مراد کی آخری وصیت")



اداریہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کئی بار ایسا ہوتا ہے کہ ایک بات پہ دل مطمئن ہو جاتا ہے۔ روح میں کنول سے کھلنے لگتے ہیں مگر دماغ کا کیا کریں اتنا سیانا ہے کہ ایک طرف تو کہتا ہے ہاں اور دوسری جانب اس کی بے یقینی کنویں کے پانی جیسی لگتی ہے۔ جتنی نکالو اتنی ہی بھیتر سے رس رس کر اور باہر نکلتی رہتی ہے۔ مشکل بڑھ جاتی ہے۔ آسانیاں کم کرتی ہے۔ اس مشکل سے نکالنے کوئی نہیں آتا خود ہی نکلنا پڑتا ہے۔ سنا ہے ایک بار ایک بچے کو بھی کسی ایسی ہی مشکل کا سامنا تھا۔ اس نے سوچا چلو خدا سے مل کر آتے ہیں۔ کچھ مشکل تو آسان ہو جائے گی۔ اس نے لنچ باکس تیار کیا اور چلنا شروع کر دیا چلتے چلتے خاصا فاصلہ اور وقت گزر گیا' تھکن اور بھوک دونوں نے آن گھیرا۔ اس نے کسی موزوں اور سایہ دار جگہ پر بیٹھ کر کھانا کھانے کا ارادہ کیا جس جگہ اس کی نگاہیں اور قدم ٹھہرے وہاں ایک بہت ہی بوڑھی اور ضعیف عورت بیٹھی تھی۔ بچہ اس کے بالکل قریب بیٹھ گیا۔ اس نے اپنا لنچ باکس کھولا پراٹھا نکالا اور لقمے بنانے لگا۔ کچھ خود کھایا آدھے سے زیادہ اس عورت کو لقمے بنا بنا کر بڑے پیار اور دھیان سے کھلایا۔

اسی دوران اسے یوں لگا جیسے بوڑھی آنکھیں ایک دم جوان ہو گئیں ہوں ان کی چمک بڑھ گئی ہو۔ ان آنکھوں میں مسکراہٹ اتنی اچھی اور میٹھی تھی کہ بچہ حیران رہ گیا۔ گھر آ کر اس نے اپنی ماں کو بتایا کہ "میں آج اللہ میاں سے مل کر آیا ہوں۔ ہم دونوں نے کھانا اکٹھے کھایا' آتے وقت میں اس سے گلے بھی مل کر آیا ہوں اس کی مسکراہٹ کے کیا کہنے وہ دنیا کی سب سے پیاری مسکراہٹ تھی۔ ہاں ایک بات تھی کہ دنیا کی فکر اور کام کی زیادتی کی وجہ سے ان کے ہاتھوں اور چہرے پہ لکیریں بہت پڑ گئی ہیں۔ ادھر وہ بوڑھی عورت گھر گئی اس نے اپنی بیٹی سے کہا تمہیں پتا ہے آج میں نے کئی روز کے بعد کھانا کھایا معلوم ہے بھوکی تھی تو بھی خدا سے کوئی گلہ کیا نہ شکوہ۔ بس اتنا کہا تھا تو کھانا دے نہ دے مجھ سے مل تو سہی۔ ساری دنیا تیری تعریفیں کرتی ہے تیری مہربانی کے چرچے سناتی ہے۔ میں تم کو دیکھنا چاہتی ہوں۔ پتا ہے آج وہ مجھ بوڑھی سے ملنے آیا۔ اس نے اپنے ہاتھوں سے مجھے کھلایا بس ایک بات تھی کہ اللہ جی میرے اندازے سے کہیں چھوٹے تھے۔ جب سے یہ بات سنی ہے سچ تو یہ ہے کہ مسکرانے کے ساتھ ساتھ پریشانی بھی بڑھی ہوئی ہے۔ بچپن سے جوانی اور پھر بڑھاپے تک ہم نے تو سبھی کو باتیں کرتے' باتوں کو کھاتے' باتوں سے پیٹ بھرتے اور باتوں سے ہی دوسروں کی بھوک کم کرنے کے کرتب کرتے دیکھا ہے۔ مگر جب جب ایسی بات سننے کو ملتی ہے جب جب آنکھوں میں ایسا کوئی کردار آ کر بسنے لگتا ہے تو دل سے لگتا ہے کہ اچھا سوچنے اور محبت کرنے والوں پہ زندگی اور طرح سے اترتی ہے۔ یہ نامساعد حالات میں بھی زندہ رکھتی ہے۔ مایوسی سے بچاتی ہے دوسروں کا خیال آپ کو مرنے نہیں دیتا۔ Love cures people both one who gives it & the one who receives it.

یہ بات بہت پرانی نہیں ہے۔ یہی کوئی چند سال گزرے ہوں گے۔ سیالکوٹ میں کہانی گھر کے ایک پروگرام سے واپس آ رہے تھے راوی کا پل کراس کیا تو فون کی گھنٹی بجی۔ آمنہ کا فون تھا۔ کہاں ہیں آپ؟ سوال سن کر بتایا کہ لاہور کے معدے سے گزر رہے ہیں۔ یہ سن کر وہ ہنس دی کہ یہ علاقہ کسی اعتبار سے لاہور کا معدہ نہیں اوجھڑی ہو سکتا ہے۔ کوچ مینار پاکستان پہ پہنچ چکی تھی۔ میں نے اشتیاق سے باہر جھانکا سپیکر چنگھاڑ رہے تھے۔ مقرر صاحب کی آواز کانوں کے پردے پھاڑ رہی تھی اور وہ چلا رہے تھے "یہ تاریخی جلسہ ہے۔ یہ 14 اگست کا تاریخی دن ہے اور میرے سامنے عوام کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر ہے" میں نے حیرت سے ادھر ادھر دیکھا۔ مینار پاکستان کے سارے پلاٹ خالی پڑے تھے۔ صرف مینار کے زیر سایہ "دو اڑھائی سو لوگ پروفیسر صاحب زندہ باد کے نعرے لگا رہے تھے۔ یہ اتنا "تاریخی" جلسہ تھا کہ اگلے روز اخبارات نے بھی بمشکل جگہ دی اور پھر یہ دن' نعرے اور الفاظ سب تاریخ کے کباڑ خانے میں چلے گئے۔ آپ کو نہیں لگتا دیواروں کو پوسٹروں سے اور گلیوں کو جھنڈیوں سے بھرنے اور لاؤڈ سپیکروں پر 100 کو ہزاروں بتانے' اخبار میں ہزار کو لاکھ لکھوانے اور راہ چلتے لوگوں کو تقریروں کے سحر میں لانے سے نہ کسی کی زندگی بدلتی ہے نہ پروگرام۔ سچ ہی کہا جاتا ہے خواہشیں اگر گھوڑے ہوتے تو سب بھکاری ان پہ سواری کرتے۔ یہ خالی تقریروں سے پیٹ بھرنے والے بھی تو ایسے ہی ہوتے ہیں۔ یہی کرتے ہیں جہاں بیٹھ جائیں گے مایوسی پھیلائیں گے۔ حالات کی تاریکی بڑھائیں گے نہ کچھ عملاً کریں گے نہ کر کے دکھائیں' نہ کرنے پر اکسائیں گے اس لئے تو کہتا ہوں کہ کئی بار ایسا ہوتا ہے کہ دل ایک بات پہ مطمئن ہوتا ہے کچھ کرنے پہ آمادہ کچھ بدلنے پر راضی روح میں امید اور یقین کسی کنول کی طرح کھلنے بھی لگتے ہیں۔ مگر کیا کریں اپنا ہی دماغ سو طرح کے وسوسے اور مایوسیاں جو اس نے جانے کب کب اور کہاں کہاں سے جمع کی ہوئی ہیں لا کر راستے میں یوں رکھ دیتا ہے جیسے لوگ جلوس نکالتے ہوئے ٹائروں سے سڑک بلاک کرتے ہیں۔ "کچھ نہیں ہو سکتا' اتنے سالوں سے کچھ نہیں ہوا تو اب کیا ہو گا۔ اکیلا چنا کیا بھاڑ پھوڑے گا۔ یہاں کسی پہ اثر ہی نہیں ہوتا۔ آوے کا آوا ہی بگڑا ہوا ہے۔ ہر خرابی کا باوا آدم ہی نرالا ہے جو اینٹ اٹھاؤ نئی مصیبت نکلتی ہے۔ کس کس کو منائیں' کس کس کو سمجھائیں' نہ بڑے مانتے ہیں نہ چھوٹے سنتے ہیں' ہر کوئی اپنی اپنی مایوسیوں کے تمبو تانے ساری ساری رات سوتا اور دن کو آوازیں لگاتا ہے' جاگتے رہو' ان آوازوں پہ کوئی کان اس لئے نہیں دھرتا کہ لوگ کیا کہیں گے۔ کوئی یہ سوچ کر چپ رہتا ہے کہ اکیلے سننے اور کہنے سے کیا ہوتا ہے۔

ایسے میں جب اداسی کچے ہوئے تاروں کی طرح میرے اندر باہر چبھنے لگی تھی۔ میں گاؤں اپنے دادا جی کے پاس جا پہنچا۔ وہ عجیب ڈراؤنی رات تھی' ساری رات آندھی چلتی رہی' بارش برستی رہی اور پھر ایسے قد اولے برسے کہ ان کے گرنے کی رفتار اور آواز نے کمروں میں سکون کی نیند سوئے چھوٹے بڑوں کو اٹھا کے بٹھا دیا۔ سخت سردیوں کے دن تھے' دانت بجتے تھے اور خوف اور بے یقینی ان کی آوازوں کو اور بڑھائے دیتی تھی۔ جانے کب آنکھ لگی اور کب سوئے دن چڑھے آنکھ کھلی تندوری روٹی کا مکھن اور شکر ملی ملائی والے دودھ کے ساتھ ناشتہ کیا پھر پوٹلی میں باندھا ہوا میاں جی کا کھانا لیکر ڈیرے روانہ ہو گئے۔

سردی چاروں طرف ننگے پاؤں گھوم رہی تھی۔ اس سے بچتے ہاتھوں کو باہم ملتے گرم کرتے ڈیرے پہنچے تو درختوں کے بڑے بڑے تنے گرے دیکھے۔ کھالے اور کھیتوں میں اولے جا بجا پڑے تھے۔ میاں جی ایک جگہ کماد کی خشک کھوری کو آگے لگائے نیم خشک لکڑیاں جلائے بیٹھے تھے۔ وہ تھوڑی دیر بعد اٹھ کر جاتے کھالے میں ادھ موئے پڑے کسی پرندے کو لاتے اسے حدت پہنچاتے حواس میں واپس لاتے اور پھر کھلی فضاؤں کی لذت لوٹا دیتے۔ وہ جانے کتنی دیر سے یہ کر رہے تھے۔ ہم نے ادھر ادھر نظر دوڑائی ہر درخت کے نیچے ایک نہیں کئی کئی چھوٹے بڑے پرندے نیم جان پڑے تھے۔ کچھ اولوں نے اور زیادہ سردی نے انہیں موت سے بہت قریب کر دیا تھا۔ اس منظر نے دل و نگاہ کو مایوسی کی وافر مقدار عطا کر دی تھی اس لئے میاں جی سے کہا میاں جی! یہ تو بہت سارے ہیں اور آپ اکیلے' کتنوں کو بچائیں گے؟
انہوں نے ہاتھ میں پکڑی معصوم سی فاختہ کو آگ کے قریب کیا اس کے سر اور پروں پہ پیار کیا پھر پروں کو کھول کر دیکھا' پھر آسمان کی طرف اس کا رخ کیا زور سے اڑایا اور بولے "لو بھئی! ایک اور بچا لیا" دوسروں کی خیر چاہنے اور محبت کرنے والوں پہ زندگی واقعی اور طرح سے اترتی ہے۔ میں جو تھوڑا سیانا ہوتا یا کسی کہانی کا کردار ہی ہوتا تو اس روز ضرور میاں جی کے ہاتھوں اور آنکھوں کو دیکھ کر کہتا اللہ جی آپ تو میرے اندازوں سے کہیں زیادہ مہربان نکلے۔

— اختر عباس۔ آپ کے ایڈیٹر بھیا یکم اگست 2000ء

راہنمائی

جویریہ انجم بخت

ایک معصوم صورت کی کہانی اسے کم صورت اور کمزوروں سے محبت کی دعا مل گئی تھی

درخت کے نیچے اسے بیٹھے کافی دیر ہو چکی تھی۔
وہ پڑھ رہا تھا اور ابھی اگلا صفحہ پلٹنے کا ارادہ رکھتا ہی تھا جب اچانک اس کی گود میں آکر کچھ گرا۔ نیوٹن پر تو سیب گرا تھا۔ اسی نیت سے اس نے دیکھا کہ شاید کوئی کھانے والی چیز ہو مگر جب چیز پر نظر پڑی تو اس کی چیخ نکل گئی اور وہ بے ساختہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ چیز اس کی جھولی سے نیچے جا گری۔
یہ سب اتنا اچانک اور غیر ارادی طور پر ہوا کہ اسے کچھ سمجھ نہ آیا۔ سمجھ اس وقت آیا جب "چیں چیں" کی مدہم آوازیں اس کے کانوں تک آئیں۔ وہ ایک چڑیا کا بچہ تھا، بال و پر سے بے نیاز اور حلق پھاڑ پھاڑ کر چلانے والا۔ اس نے جھک کر اسے اٹھایا، اپنی ہتھیلی پر رکھا اور دوبارہ اسی نشست میں بیٹھ گیا، جیسے کچھ دیر قبل تھا۔ چڑیا کا بچہ ابھی تک چیخ رہا تھا۔ پہلے وہ آسمان سے گر کر کھجور میں اٹکا اور پھر کھجور کے جھٹکنے سے زمین بوس ہو گیا۔ شاید اس سے اپنی ناقدری برداشت نہ ہو رہی تھی۔ حمزہ نے جیب سے نان کا ٹکڑا نکالا، یہ وہ گھر سے حفظ ماتقدم کے طور پر رکھ کر نکلا تھا کہ اگر پڑھتے وقت بھوک لگی تو کھائے گا۔ اس نے ایک ذرہ برابر توڑ کر بچے کے کھلے منہ میں رکھا تو وہ خاموش ہو گیا، مگر پھر دوبارہ چیخنے لگا۔ حمزہ نے پھر اس کے منہ میں ڈالا تو وہ پھر خاموش ہو گیا۔ اس کھیل میں اسے بڑا لطف آیا، لیکن تھوڑی دیر کے بعد جب چڑیا کے بچے کی بھوک مطمئن ہو گئی تو وہ بھی پر سکون ہو گیا اور خاموشی سے اس کی ہتھیلی پر پڑا رہا۔
اب حمزہ سوچنے لگا کہ اس کا کیا کرے۔ اس نے درخت کے اوپر دیکھا، درخت بہت گھنا تھا، تلاش کرنے پر اسے ایک گھونسلہ نظر تو آیا مگر وہ اس کی پہنچ سے دور تھا۔ اسے سمجھ نہ آئی کہ کس طرح بچے کو اس کے مقام تک لیجایا جائے۔ ابھی وہ اوپر دیکھ ہی رہا تھا کہ کسی نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔ وہ چونک کر مڑا، پیچھے ایک بزرگ نما شخص کھڑے تھے جنہوں نے سبز رنگ کی چادر اوڑھ رکھی تھی اور چہرہ اس قدر منور تھا کہ کسی کی نگاہ نہ ٹک سکے۔ حمزہ یک دم نروس ہو گیا اور چڑیا کا بچہ ایک مرتبہ پھر اس کے ہاتھ سے نیچے گر گیا مگر اس مرتبہ وہ زمین پر نہ گرا بلکہ بزرگ کی ہتھیلی پر آ رہا جو انہوں نے فوراً نیچے کر لی تھی۔ چڑیا کا بچہ اس اچانک افتاد پر ایک مرتبہ پھر چلانے لگا۔ حمزہ ابھی جیب سے نان نکالنے کا سوچ ہی رہا تھا کہ بزرگ نے چڑیا کے بچے کے سر پر ہاتھ رکھا تو وہ یک دم پر سکون ہو گیا۔ اس سے پہلے کہ حمزہ کچھ کہتا، وہ بزرگ ہاتھ اٹھا کر اسے کہنے لگے،
"میں تمہیں بہت دیر سے یہاں بیٹھا دیکھ رہا ہوں اور جو کچھ میں نے دیکھا ہے، میں اس سے بہت متاثر ہوا ہوں۔ تمہارا نام کیا ہے بیٹے؟" بزرگ کا لہجہ بہت دوستانہ اور محبت سے بھرپور تھا۔ حمزہ پھر سے پر اعتماد ہو گیا اور بولا
"میرا نام حمزہ ہے اور میں کلاس فور کا سٹوڈنٹ ہوں" کلاس فور کہتے ہوئے اس نے یوں گردن اکڑائی اور سینہ تانا گویا کہہ رہا ہوں، میں PHD کا سٹوڈنٹ ہوں۔ ایک بے ساختہ مسکراہٹ بزرگ کے ہونٹوں پر نمودار ہوئی۔ انہیں حمزہ پر بے حد پیار آیا۔ انہوں نے پوچھا، "مجھے ایک بات بتاؤ بیٹا!! اتنی عمر کے بچے تو ایسی چیزوں کے ساتھ کھیلتے ہیں، ان کو اذیت دیتے ہیں اور ان کی چیخوں سے لطف اندوز





ہوتے ہیں مگر تم نے کیوں اس بچے کے ساتھ اتنا ہمدردانہ رویہ رکھا؟" میرے ابو کہتے ہیں کہ اللہ کی بنائی ہوئی چیزوں کے ساتھ جو اچھا سلوک کرتا ہے، ان سے پیار کرتا ہے، تو اللہ بھی اس سے بہت پیار کرتے ہیں، اسی لئے میں نے اس بچے سے پیار کیا۔ انکل اب اللہ ہی مجھ سے پیار کرے گا ناں اور میں فرسٹ آؤں گا ناں، وہ اتنی معصومیت سے گویا ہوا کہ بزرگ نے بے ساختہ اسے سینے سے لگایا اور کہا 'ہاں بیٹے! کیوں نہیں، اور اس کی پیشانی چوم لی۔ پھر انہوں نے چڑیا کے بچے کو اس کے گھونسلے میں رکھا اور حمزہ کے کاندھے پر ہاتھ رکھا، منہ ہی منہ میں کچھ پڑھا اور پھر اس کے سینے اور چہرے پر پھونک ماری، اس کے سر پر ہاتھ پھیر اور کہا

"اللہ کے فضل سے تمہاری پرورش بہت اچھے خاندان میں ہو رہی ہے۔ مجھے ایسا گمان ہو رہا ہے کہ تم بڑے ہو کر کوئی بہت اچھا کام کرو گے، کوئی ایسا کام جس سے اللہ کی مخلوق کو فائدہ ہو گا۔ دیکھو حمزہ! تمہارا نام بھی ایک بہت ہی نیک ہستی کے نام پر ہے۔ میری دعا ہے کہ میرا گمان درست ہو۔ میری ایک بات یاد رکھنا، اللہ کی بنائی چیزوں سے ہمیشہ محبت کرنا خواہ وہ بدصورت ہوں یا کچھ بھی اور دیکھنا اللہ بھی تم سے محبت کرے گا" یہ کہہ کر وہ بزرگ وہاں سے چلے گئے۔ حمزہ کو ان کی ساری باتیں تو سمجھ نہیں آئیں بس یہ یاد رہا کہ اللہ کی بنائی ہر چیز محبت کے لائق ہے۔ اس نے اپنی کتاب اٹھائی اور گھر کی راہ لی کہ اب شام ہو رہی تھی۔ گھر آ کر اس نے ہمیشہ کی طرح کتاب سنبھال کر رکھی، ٹوپی اٹھائی اور ابو کے ساتھ نماز پڑھنے گیا۔ واپس آیا تو امی اور وردہ کھانے پر منتظر تھیں۔ کھانا کھاتے وقت اس نے روز کی طرح سے اپنے سارے دن کی روداد امی کو سنائی۔ وہی چھوٹی چھوٹی باتیں، سکول اور دوستوں کی اور جب وہ شام کے واقعے کی طرف آیا تو یکدم پرجوش ہو گیا، لگتا ہے میرا حمزہ کوئی خاص بات بتانے لگا ہے، امی نے ہنستے ہوئے کہا

'ہاں امی! ایسی بات تو کبھی میں نے آپ کو نہیں بتائی، حمزہ نے پوری توجہ بات کی جانب رکھی۔ ابو جو کہ سرسری اس کی باتیں سن رہے تھے، وہ بھی متوجہ ہو گئے اور جب حمزہ نے پوری بات مکمل کی تو ابو کو حیرت بھی ہوئی اور خوشی بھی۔ خوشی اس بات کی کہ حمزہ نے بہت اچھا کام کیا اور اچھی باتیں کی اور حیرت اس بات پر کہ ایک بہت اچھی پیشنگوئی بھی بزرگ نے کی تھی۔ امی کچھ خوفزدہ ہو گئیں شاید وہ کوئی غیر مرئی مخلوق تھے، کوئی روح وغیرہ" "نہیں ایسا کچھ نہیں ہو گا۔ تم تو یونہی خوفزدہ ہو جاتی ہو۔ اللہ کے نیک بندے آج کل بھی ہیں اور ویسے بھی روحوں کا دنیا میں کوئی وجود نہیں ہے" ابو نے سمجھایا مگر امی نے سختی سے منع کر دیا کہ کل سے حمزہ گھر پر ہی پڑھا کرے گا۔ حمزہ ایک مرتبہ پھر ان بزرگ سے ملنا چاہتا تھا مگر امی کا حکم ماننا اس نے سیکھ رکھا تھا۔ اس بات کو گزرے بہت عرصہ ہو گیا۔ امی ابو کا تو پتہ نہیں البتہ حمزہ کو ابھی تک بزرگ کی نصیحت اور پیشن گوئی یاد تھی۔ وہ

عمر کی منازل طے کرتا جا رہا تھا اور کامیابیاں اس کی راہ میں بچھی جا رہی تھیں۔ جن لوگوں کی تربیت نیک ہاتھوں میں ہو، ان کے غلط راہ پر نکل جانے کا سوچا بھی نہیں جا سکتا۔ حمزہ کے والدین بھی بہت سلجھے ہوئے اور نیک تھے۔ انہوں نے یہی اچھی باتیں اور اچھی سوچ اپنے بچوں کے ذہنوں میں بھی آگے ٹرانسفر کر دی تھیں۔ حمزہ نے شاندار نمبروں میں ایف ایس سی کلیئر کی تو دوستوں کے ساتھ ایک شام اجاڑنے کی بجائے اس نے رب کے حضور رات گزاری۔ اس ذات کا شکر ادا کیا جس نے آج تک اس کو کامیابیوں اور نعمتوں سے نوازا تھا۔ ماں باپ اور وردہ کے علاوہ جو بھی اس کو جانتا تھا، اس سے محبت کرتا تھا۔ اصل میں کچھ لوگ پیدا ہی محبتیں سمیٹنے کیلئے ہوتے ہیں۔ ایک بہت مطمئن اور آسودہ زندگی گزارنے کے باوجود اس کے اندر ایک عجیب سی خلش سی تھی۔ وہ اب بھی اس نیک شخصیت کے بارے میں گھنٹوں سوچتا رہتا تھا۔ ایک نامعلوم سی بے چینی تھی کہ اس کو کچھ کرنا ہے۔ کوئی ایسا کام جو بہت اچھا ہو اور جس سے مخلوق کو فائدہ ہو مگر یہ چیز اس پر روشن نہ ہوئی تھی کہ اس کو کیا کرنا ہے۔

والدین تو اولاد کے چہرے کے اتار چڑھاؤ تک جانتے ہیں تو یہ کیسے ممکن تھا کہ حمزہ کی بے چینی چھپی رہ جاتی۔ ابو پہلے تو انتظار کرتے رہے کہ شاید وہ خود اسے ڈسکس کرے مگر جب وہ اپنی سوچوں میں اس قدر الجھ گیا کہ اپنوں سے بھی اکثر بے نیاز رہنے لگا تو ابو نے خود ہی ٹوکنا مناسب سمجھا۔ "حمزہ بیٹے! اپنے دوستوں سے کچھ چھپانا اچھا تو نہیں ہوتا" ابو نے کمرے میں داخل ہو کر اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا تو حمزہ جو اپنی سوچوں میں گم تھا اچھل کر رہ گیا۔ "ابو جی! آپ کی بات سمجھا نہیں میں" وہ حواسوں میں آتے ہوئے بولا "کس بات نے ہمارے بیٹے کو الجھا کر رکھ دیا ہے" اس وقت وہ ابو کم اور مخلص دوست زیادہ تھے۔ "بس ابو! آپ کو یاد ہے کہ میرے بارے میں ایک بہت اچھی پیشن گوئی ہوئی تھی۔ بس اسی پر غور کر رہا تھا کہ اس سلسلے میں کیا کیا جا سکتا ہے۔"

"تو تم نے کیا سوچا" ابو نے اسے جانچتے ہوئے کہا "کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ میں ایسا کیا کروں جس سے کسی کو فائدہ ہو۔ کونسا اتنا بڑا کام کر سکتا ہوں میں کہ جو آج سے پہلے کسی نے نہ کیا ہو اور جس سے میں آپ کا نام بلند کر سکوں" وہ واقعی الجھن میں تھا۔ "کیا یہ ضروری ہے کہ کام اچھا بھی ہو اور بہت بڑا بھی اور اس سے نام بھی ضرور روشن ہو" "میں سمجھا نہیں آپ کیا کہنا چاہ رہے ہیں" "دیکھو بیٹے! کام بڑا ہو یا چھوٹا، بات تو صرف یہ ہے کہ آپ کی نیت کیا ہے، اور اللہ کے نزدیک آپ کے کام کی اہمیت کیا ہے" ابو نے سمجھاتے ہوئے کہا۔ حمزہ وضاحت طلب نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ "دیکھو میری جان! اگر تو آپ کام اس نیت سے کر رہے ہو کہ آپ مشہور ہو اور لوگ آپ کی عزت کریں آپ کے کام کی وجہ سے، تو اللہ کے نزدیک اس کام کی اہمیت صفر ہے۔ نیک کام خواہ کتنا بھی چھوٹا کیوں نہ ہو لیکن اسے نیت سے کیا جائے کہ اللہ کی رضا حاصل ہو تو وہ کتنے ہی ایسے کاموں سے بڑا ہوتا ہے جو دکھاوے کیلئے کئے جائیں، اور جہاں تک نام روشن کرنے کی بات ہے تو میں اس بات پر زیادہ فخر کروں گا کہ میرا نام میری اولاد کی وجہ سے روز قیامت روشن ہو۔ یہاں تعریف کرنے والے تو صرف لوگ ہوں گے جبکہ وہاں آپ کا خالق ہو گا اور اس کے انبیاء اور مقرب بندے بھی، جن کے درمیان تمہاری تعریف کی جائے گی، تو کیا میں اس بات پر فخر نہ کروں گا کہ تمہیں ابدی عظمت ملے" ابو نے وضاحت سے بتایا۔ "تو ابو! اس سلسلے میں میری رہنمائی کریں ناں" "بیٹا جی! کسی کے راستے سے پتھر اٹھا دینا، اس نیت سے کہ آنے والوں کو تکلیف نہ ہو، کسی حاجت مند اور مجبور کی ضرورت پوری کر دینا مگر ایسے کہ کسی کو خبر نہ ہو۔ بیماروں کی عیادت کرنا اور تو اور کسی کی بھلائی کیلئے دعا مانگنا بھی اچھے کاموں میں سے ہے۔" "یہ اتنے معمولی کام" حمزہ نے حیرت سے کہا۔ "ہمارے نزدیک معمولی ہیں مگر ہو سکتا ہے اللہ اسی پر خوش ہو کر ہم پر انعام و اکرام کی بارش کر دے۔ مجھے امید ہے میرا بیٹا دنیاوی نام کمانے کی بجائے آخرت میں مقبول ہونا زیادہ پسند کرے گا، ابو نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے پیار سے اور بہت مان سے کہا۔

"کیوں نہیں ابو! اصل رہنمائی تو آج ملی ہے مجھے" ابو کے جانے کے بعد حمزہ نے ایک فیصلہ کیا اور مطمئن ہو گیا۔ رات کی نماز کے بعد اس نے اپنے ان بھائیوں کیلئے صدق دل سے دعا کی جو خشک سالی سے فاقوں تک آ پہنچے تھے۔ ان کیلئے مانگا کہ ان کو اس مشکل وقت میں صبر دے اور ان کی مصیبتوں کو ٹال دے۔ پھر اس نے اپنی جمع شدہ رقم نکال کر ایک لفافے میں ڈالی اور اس نیت سے تکیے کے نیچے رکھ دی کہ صبح ان کو امدادی فنڈ میں جمع کروا دے گا بغیر اپنا نام ظاہر کئے۔ اس نے آج اچھے کاموں کی ابتدا کر دی تھی اس لئے مطمئن و مسرور ہو کر اس نے پرسکون ہونے کیلئے ایک بھرپور نیند کی تیاری کی۔

اگر میں غم کروں

چور لٹیرے رات کو وہ سب کچھ لے گئے جو میرا تھا بہرکیف ذرا ایک بار پھر جائزہ لے لوں۔ وہ چاند سورج چھوڑ گئے ہیں اور ایک محبت کرنے والی بیوی اور وہ دوست جنہیں مجھے ہمدردی ہے اور جن میں سے چند میری مدد کر سکتے ہیں اور مجھ میں چوروں کو جو معاف کرنے کی جو طاقت ہے وہ بھلا کون لے جا سکتا ہے۔ اتنی زیادہ نعمتوں کے درمیان اگر میں غم کروں تو ظاہر ہے مجھے غم سے عشق ہے۔

صدف گیلانی شیخوشریف

۱۴ اگست



آخری فقرہ

جعفر حبیب کھوکھر کوٹلی گل

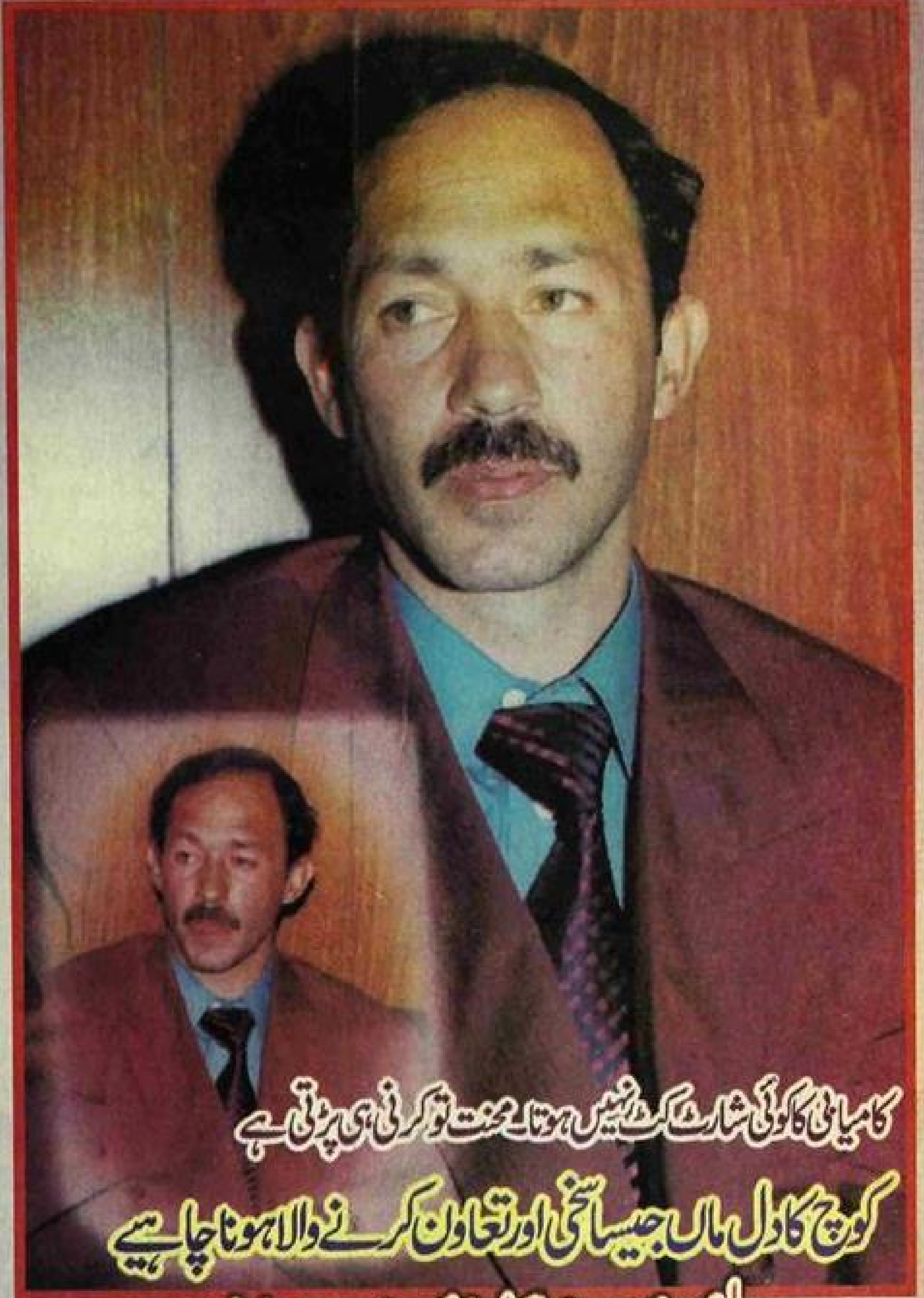
یہ 1947ء کے پانچویں مہینے کے آخری عشرے کی بات ہے اور یہ ایسا چوتھا واقعہ تھا جس نے ستیش آنند کو چونکا دیا تھا۔ ستیش آنند ایک عام سا رپورٹر تھا اور مقامی اخبار کیلئے رپورٹنگ کرتا تھا۔ تین سال قبل اس نے ایک ناول لکھنا شروع کیا تھا۔ اس کے ناول کے کردار وہ مسلمان ہمسائے تھے جو ایک آزاد اسلامی مملکت پاکستان بننے کے حامی تھے اور متعصب ہندوؤں کی طرح ستیش کو بھی ان مسلمان ہمسائیوں سے چڑ تھی۔ تب ستیش نے ایک ناول "دھرتی ماتا" کے نام سے لکھنا شروع کیا جس میں وہ یہ دکھانا چاہتا تھا کہ دھرتی ماتا کے ٹکڑے کرنے کے لئے کچھ لوگ اٹھے۔ ایک آزاد ریاست قائم کرنے کے لئے پورا زور لگایا۔ اپنے خون کی ندیاں بہائیں، عصمتیں لٹائیں، جان و مال کا ضیاع کرلیا۔ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے علیحدہ ریاست بن جائیگی لیکن دھرتی ماتا کے ٹکڑے نہ ہو سکے۔ مسلمانوں کا مال، ان کی جانیں، ان کا خون ضائع گیا اور وہ ہندوؤں کے غلام بن کے رہ گئے۔ اس کے ناول کا مرکزی خیال یہی تھا۔ ایک ہی ماہ میں اس نے ناول کا بیشتر حصہ لکھ لیا۔ صرف نو دس صفحات میں اس کا اختتام لکھنا تھا کہ مصروفیات نے اسے کچھ ایسا جکڑا کہ تین سال تک وہ "دھرتی ماتا" کا اختتام نہ لکھ سکا اور پھر آج پیش آنے والے چوتھے واقعے نے اسے پھر "دھرتی ماتا" کی یاد دلا دی۔ یہ محض اتفاق تھا یا قدرت کی طرف سے انعام یا سنگین مذاق اور یہ چوتھا ایسا اہم واقعہ تھا جو اس کے ناول میں موجود واقعہ کے عین مطابق تھا۔ پہلے واقعہ پہ اس نے خود سے حیرت کا اظہار کیا تھا جب مسٹر گاندھی کو گرفتار کیا گیا۔ اس نے اپنے لکھے ہوئے ناول کے اوراق کو ٹٹولا تو ایک صفحے پہ نظر ٹھہر گئی جس پہ لکھا تھا کہ دھرتی ماتا کو ٹوٹنے سے بچانے والا گرو آزمائش میں پڑے گا۔ یہ محض آزمائش ہو گی۔ اسے گرفتار کر لیا جائیگا اور پھر چند ہی دنوں بعد اسے عزت سے رہا کر دیا جائیگا۔ رہائی پانے کے بعد وہ دھرتی ماتا کے ٹکڑے کرنے والوں کے لیڈر سے ملے گا اور اسے اکسائے گا کہ وہ دھرتی ماتا کے ٹکڑے نہ کرائے لیکن باغیوں کا لیڈر نہ مانے گا۔"

اس نے ناول کو بند کیا اور پھر روزمرہ کاموں میں مصروف ہو گیا۔ چند دنوں بعد واقعی اسے چونکنا پڑا جب اخبار میں یہ خبر شائع ہوئی "مسٹر گاندھی کو رہا کر دیا گیا اب وہ قائداعظمؒ سے مذاکرات کریں گے۔" وہ عجیب شش و پنج میں مبتلا گھر آیا اور ناول کو ایک محفوظ جگہ پہ رکھ دیا۔ اگلے دن اس کی توقع کے عین مطابق ایک خبر اس کی منتظر تھی۔ "گاندھی۔ قائداعظمؒ مذاکرات ناکام ہو گئے۔ کیونکہ مسٹر گاندھی مسلمانوں کو ایک الگ قوم ماننے کیلئے تیار نہیں۔" قدرت اس کے ساتھ عجیب کھیل کھیل رہی تھی۔ اس نے کئی دفعہ فیصلہ کیا کہ اس راز میں کسی اور کو بھی شریک کرلے لیکن اس وجہ سے کہ اگر ناول کے منظر عام پر آنے کے بعد اسی طرز کے واقعات وقوع پذیر نہ ہوئے تو اس کی سبکی ہو گی اس لئے وہ ناول کو منظر عام پہ نہ لا سکا لیکن اس چوتھے واقعے نے اسے مجبور کر دیا کہ وہ اپنے ناول کو منظر عام پر لے آئے اور سبھی کو بتائے کہ جس طرح یہ حالات و واقعات رخ موڑ رہے ہیں یہ سب اس کے ناول کا کرشمہ ہے اور واقعی تھا بھی یہی جس طرح ناول میں حالات و واقعات تھے اسی طرح حالات و واقعات پیش آرہے تھے۔ شام کو وہ اپنا ادھورا ناول لے کے مقامی اخبار کے ایڈیٹر کے پاس پہنچ گیا اور ساری تفصیلات بتانے لگا۔ پہلے پہل تو ایڈیٹر اسے حیرت بھری نظروں سے تکتا رہا۔ اسے ان باتوں پہ بالکل یقین نہ آرہا تھا۔ ستیش نے اسے پچھلے ثبوت بھی دکھائے لیکن وہ بے یقینی کی کیفیت میں ہی رہا۔ "اچھا یوں کرو۔ آج یہ ناول میرے پاس چھوڑ جاؤ کل لے لینا۔" ایڈیٹر نے اسے رخصت کرتے وقت کہا۔ "ٹھیک ہے سر...... کل لے لوں گا۔" وہ بھی راضی ہو گیا اور چلا گیا۔ اگلا دن واقعی ایڈیٹر کیلئے بھی حیران کن تھا۔ ستیش خوش ہو رہا تھا کہ سب حالات اس کے ناول کے عین مطابق تھے۔ اس نے وہ صفحہ ایڈیٹر کے سامنے کھولا جو آج کی عکاسی کر رہا تھا۔ "وائسرائے ہند نے دھرتی ماتا کو ٹکڑے کرنے کا منصوبہ بنا لیا۔ مسلمان بہت خوش ہوئے کہ ان کو کامیابی حاصل ہو

گئی لیکن انہیں کیا پتہ وائسرائے کا یہ محض ایک ڈھکوسلہ ہے۔ دھرتی ماتا کو متحد رکھنے والوں کے لئے ایک آزمائش ہے۔ انگریز یہاں سے چلے جائیں گے۔ وائسرائے کی یہ بات بالکل ٹھیک ہے لیکن یہ دوسری بات کہ دو علیحدہ ریاستیں بنائی جائیں گی مسلمانوں کے لئے جھوٹی تسلی ہے۔" ایڈیٹر بہت ہی زیادہ متاثر ہو گیا۔ ناول کا یہ پیراگراف آج کے 3 جون 1947ء کے منصوبے کی عکاسی کر رہا تھا اور یہ پیراگراف واقعی حقیقت بن گیا جب مسلم لیگ نے بھی 3 جون 1947ء کے دو علیحدہ ریاستوں کے منصوبے کو منظور کر لیا۔ حالات ہو بہو اس کے ناول کے عین مطابق چل رہے تھے۔ "اس دھرتی ماتا کی آنے والی نسلیں تم پر فخر کریں گی۔" ایڈیٹر نے ایک دن جوش میں آکر ستیش کو کہا۔ "تم نے وہ کام کر دکھایا جو گاندھی سے بھی نہ ہو سکے گا۔ تم نے برصغیر کی تاریخ کا منہ موڑ کے رکھ دیا ہے۔ تمہارے ناول میں سسپنس بھی ہے اور ساتھ ہی ساتھ سیاست ۔ بھئی۔ اب تم اپنے اس ادھورے ناول کو مکمل کرو اور اس دھرتی ماتا پہ احسان کرو۔ 1944ء سے لیکر اب تک جو ملکی حالات پیش آئے ہیں سب کے سب تمہاری مرضی کے تابع نظر آئے ہیں جیسے وہ وقوع پذیر ہونا نہ چاہتے ہوں لیکن تمہاری وجہ سے' تمہارے ناول کی وجہ سے وقوع پذیر ہوئے ہوں۔ اب تاریخ موڑ کے رکھ دو اور طے شدہ منصوبے کے مطابق 15 اگست کو دھرتی ماتا کے ٹکڑوں کی بجائے مسلمان یہ خبر سنیں کہ انگریز یہاں سے چلے گئے اور حکومت کی باگ ڈور کانگریس کے حوالے کر گئے۔ تب...... اس دن ستیش تیرا ناول' اس 15 اگست کو تیرا ناول "دھرتی ماتا" شائع ہو کے برصغیر کے کونے کونے میں پہنچے گا اور ہندو قوم تیری عظمت کو سلام کرے گی۔ تجھے ہیروں' جواہرات سے لاد دے گی۔" ستیش کی گردن میں بے اختیار غرور کا تناؤ آگیا۔ جیسے یہ سب حالات اس کے مرضی کے تابع ہوں۔ ناول کو بحفاظت وہ اپنے گھر لے گیا اب یہ اس کے لئے ایک خزانے سے کم نہیں تھا۔ پورے برصغیر کی تقدیر اس کے ہاتھ میں تھی۔ اپنی نظر میں اب وہ ہی مسلمانوں اور ہندوؤں کی تقدیر کا مالک تھا۔ اب اس کی مرضی تھی کہ ان کی قسمت میں جس طرح فیصلہ کرے۔ وہ بیچارے مسلمانوں پہ افسوس کر رہا تھا کہ ان کی تقدیر اس کے ہاتھ میں آگئی اور اب وہ ہمیشہ کیلئے ہندوؤں کے غلام بن کے رہیں گے۔ وہ ہنس ہنس کے خود طنزیہ انداز میں مسلمانوں کی حالت پہ افسوس کھا رہا تھا۔ لیکن اسے کیا پتہ تھا کہ قدرت اس کے ساتھ عجیب کھیل کھیل رہی ہے۔ 18 جولائی 1947ء کو برطانوی پارلیمنٹ نے منصوبہ تقسیم ہند کو منظور کر کے قانون بنایا تو اخبار کا ایڈیٹر بھاگا بھاگا ستیش کے پاس پہنچا۔ "اب تو دھرتی ماتا کے ٹکڑے ضرور ہونگے کیونکہ منصوبہ اب قانون میں بدل گیا اور قانون پہ عملدرآمد ضرور ہو گا۔" ستیش کے چہرے پہ اطمینان تھا اس نے ناول کھول کے ایڈیٹر کے آگے کر دیا۔ ایڈیٹر کچھ دیر پڑھتا رہا پھر چہرے پہ مسکراہٹ سجاتے ہوئے بولا...... "واقعی یہ بھی تمہارے ناول کے زیر اثر ہوا۔ اب جلدی سے اپنا ناول مکمل کرو تاکہ 15 اگست کو اسے پورے ملک میں پھیلا دیں تاکہ دھرتی ماتا سے محبت کرنے والوں کو یہ پتہ تو لگ سکے کہ یہ سب کچھ صرف اور صرف تمہاری وجہ سے ہوا۔" "جی سر۔ یہ صرف ایک گھنٹہ کی مار ہے اور ناول مکمل ہو جائے گا اور یہی ایک گھنٹہ مسلمانوں کو ساری زندگی ہمارا غلام کر دے گا۔" ستیش طنزیہ مسکراہٹ سے ہنسا تو ایڈیٹر نے دل کھول کے قہقہہ لگا دیا۔

پھر یوں ہوا کہ کچھ دنوں تک اسے ناول مکمل کرنے کی فراغت ہی نہ ملی۔ ایڈیٹر اسے بار بار یاد دلاتا رہا اور جواب میں وہ یہی کچھ کہتا رہا...... "سر ایک گھنٹہ کی تو کل بات ہے اور پھر مسلمان ساری زندگی......" وہ مسکراتے ہوئے فقرہ ادھورا چھوڑ دیتا اور جواب میں ایڈیٹر کا ایک فلک شگاف قہقہہ بلند ہو جاتا۔ مصروفیات ہی کچھ ایسی رہیں کہ یکم اگست تک وہ ناول میں ایک لفظ کا بھی اضافہ نہ کر سکا۔ تب ایڈیٹر نے سختی سے تاکید کی تو اس نے عزم مصمم کر لیا کہ آج بیچارے مسلمانوں کی تقدیر کا فیصلہ کر کے ہی رہے گا۔ شام کو ابھی وہ ناول کھول کے بیٹھا ہی تھا کہ دروازے پہ دستک ہوئی۔ باہر ایک ہندو ہمسایہ ہاتھ میں دو بندوقیں پکڑے کھڑا تھا۔ ستیش باہر نکلا تو ہمسائے نے ایک بندوق اس کی طرف بڑھا دی۔ "یہ...... یہ...... کیا کرنا ہے اس کا؟" ستیش ہکلا گیا۔ "مسلمانوں کا قتل عام" "لیکن میں تو تمہارے ساتھ نہیں جا سکتا۔" ستیش اس ڈر سے ٹال مٹول کر رہا تھا کہ کہیں ان جھگڑوں میں پڑ کر اس کا ناول ادھورا نہ رہ جائے اور دھرتی ماتا کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں۔ "کیوں تم کیوں نہیں جا سکتے؟" ہمسایہ جذباتی تھا تیز لہجے میں بولا۔ "میں نے کہہ دیا نا میں نہیں جا سکتا۔" "لیکن میں کہہ رہا ہوں تمہیں ابھی اور اسی وقت میرے ساتھ جانا ہو گا۔" "میں نہیں جاؤنگا" ستیش کی آواز خود بخود تیز ہو گئی۔ "کیسے نہیں جائیگا بزدل۔" ہمسائے کا ہاتھ ہوا میں لہرایا اور بندوق کا دستہ ستیش کے ماتھے پہ آلگا۔ ہمسایہ تو تیزی سے بندوقیں لے کر نکل گیا لیکن ستیش دس دنوں تک ہسپتال داخل رہا اور ان دس دنوں میں ہسپتال میں اس کی نگرانی دس آدمیوں نے کی۔ ایڈیٹر تو پریشان تھا ہی لیکن اس نے اپنے ساتھ کئی اور معتبر بندوں کو ملا کے بھی برابر کا پریشان کر دیا۔ دسویں دن ستیش کی طبیعت کچھ سنبھلی تو ایڈیٹر آپہنچا۔ "ستیش آج 10 اگست ہے اور پورے پانچ دنوں بعد دھرتی ماتا کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گے۔ اٹھو۔ ہمت کرو اور اپنا ناول مکمل کرو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم بعد میں پچھتاتے رہ جائیں۔ صرف دو ہی سطریں لکھ دو کہ دھرتی ماتا ٹکڑے ٹکڑے نہ ہو سکی۔ تمہارا احسان عظیم ہو گا اس دھرتی ماتا پہ۔ شاباش...... اٹھو...... ہمت کرو......" "سر" ستیش کراہا۔ "مجھے کچھ نظر نہیں آرہا سر میرے حواس کھو چکے ہیں۔ میں...... میں کچھ نہیں دیکھ سکتا سر۔ سر پلیز کچھ کریں۔" وہ بے بسی سے رو دیا۔ ایڈیٹر بھاگا بھاگا ڈاکٹر کو بلا لایا۔ ڈاکٹر بھی اس راز میں شامل تھا وہ بھی یہی چاہتا تھا کہ ستیش جلد صحت یاب ہو جائے اور دھرتی ماتا کو ٹوٹنے سے بچا لے۔ اس نے ستیش کا مکمل چیک اپ کیا اور تسلی دی کہ 24 گھنٹے بعد اس کی بینائی لوٹ آئے گی اور یہ دوبارہ دیکھنے کے قابل ہو جائیگا۔ اگلے دن ستیش کی بینائی لوٹ آئی تو وہاں پہ موجود دس معتبر آدمیوں نے بہت ہی خوشی کا اظہار کیا۔ ان میں مقامی ایس ایچ او بھی شامل تھا۔ 13 اگست کو ستیش کی حالت نارمل ہوئی تو اسے گھر لایا گیا اور ایس ایچ او کے توسط سے گھر کے باہر سیکورٹی لگا دی گئی۔ رات کو اس نے قلم اٹھایا اور ناول "دھرتی ماتا" میں اضافہ کرنے لگا۔ اس کے لہجے میں حقارت تھی۔ اسے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے پین کی سیاہی کی بجائے وہ مسلمانوں کے خون سے اپنا ناول لکھ رہا ہے اور خون بھی ایسا جو ان کے حق میں رائیگاں ہی گیا۔ لیکن "دھرتی ماتا" کو سجا گیا۔ اب اسے اختتام کی دو سطریں لکھنا تھیں جس پہ پورے برصغیر کی تاریخ کا انحصار تھا۔ اس نے افسوس سے قلم کی طرف دیکھا جس سے اب مسلمانوں کی تقدیر کا فیصلہ لکھا جانے والا تھا۔ وہ طنزیہ انداز میں مسلمانوں پہ افسوس کر رہا تھا کہ ان کی تقدیر آئی بھی تو کس کے ہاتھ میں۔ غرور سے اس نے قلم کی طرف دیکھا اور پورے برصغیر کی تاریخ کا فیصلہ کرنے لگا۔ "اور دھرتی ماتا کے ٹکڑے ٹکڑے......" اس نے آگے لکھنا چاہا کہ قلم رک گیا۔ دماغ میں آندھیاں سی چلنے لگیں اور ناک سے خون کا فوارہ بہہ نکلا اور "دھرتی ماتا" کے اس صفحے پہ پھیلنے لگا جس صفحے پہ وہ برصغیر کی تاریخ کا فیصلہ لکھنے والا تھا۔

14 اگست کا پرنور سورج طلوع ہوا تو فضا "پاکستان زندہ باد۔ پاکستان بن گیا۔" کے نعرے سے گونج اٹھی۔ "دھرتی ماتا کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔" ایڈیٹر نے خالی خالی ساکت سی آنکھوں سے ایس ایچ او کی طرف دیکھا جہاں اداسی ہی اداسی تھی۔ "لیکن ستیش......" وہ دونوں ستیش کی طرف بھاگے۔ دروازہ اندر سے بند تھا۔ بڑی مشکل سے دروازہ توڑا تو اندر کا منظر ان کا دل دہلا دینے کے لئے کافی تھا۔ ایڈیٹر ناول کی طرف بھاگا۔ آخری فقرہ "اور دھرتی ماتا کے ٹکڑے ٹکڑے......" اس کا منہ چڑا رہا تھا۔ صفحے پہ خون کی لکیریں تھیں اور ساتھ ہی ستیش ڈھیر ہوا پڑا تھا۔ کاتب تقدیر نے مصنوعی' فانی اور غرور و تکبر سے بھرے ہوئے "کاتب تقدیر" کی عجیب عبرتناک تقدیر لکھ ڈالی۔ زوردار ہوا کے جھونکے سے ساتھ والی کھڑکی کھلی اور ناول "دھرتی ماتا" کے صفحے جگہ جگہ بکھر گئے۔ خون سے رنگا آخری صفحہ ہوا کے اثر سے کھڑکی سے باہر نکلا اور آزاد فضا میں اڑنے لگا۔



کامیابی کا کوئی شارٹ کٹ نہیں ہوتا۔ محنت تو کرنی ہی پڑتی ہے

کوچ کا دل ماں جیسا سخی اور تعاون کرنے والا ہونا چاہیے

نامور اولمپئن اور پاکستان جونیئر ہاکی ٹیم کے کوچ خواجہ جنید پھول فورم میں

جنہوں نے 235 میچ کھیلے اور پرائڈ آف پرفارمنس کے علاوہ 38 گولڈ میڈل حاصل کئے

رپورٹ: آمنہ اعظم

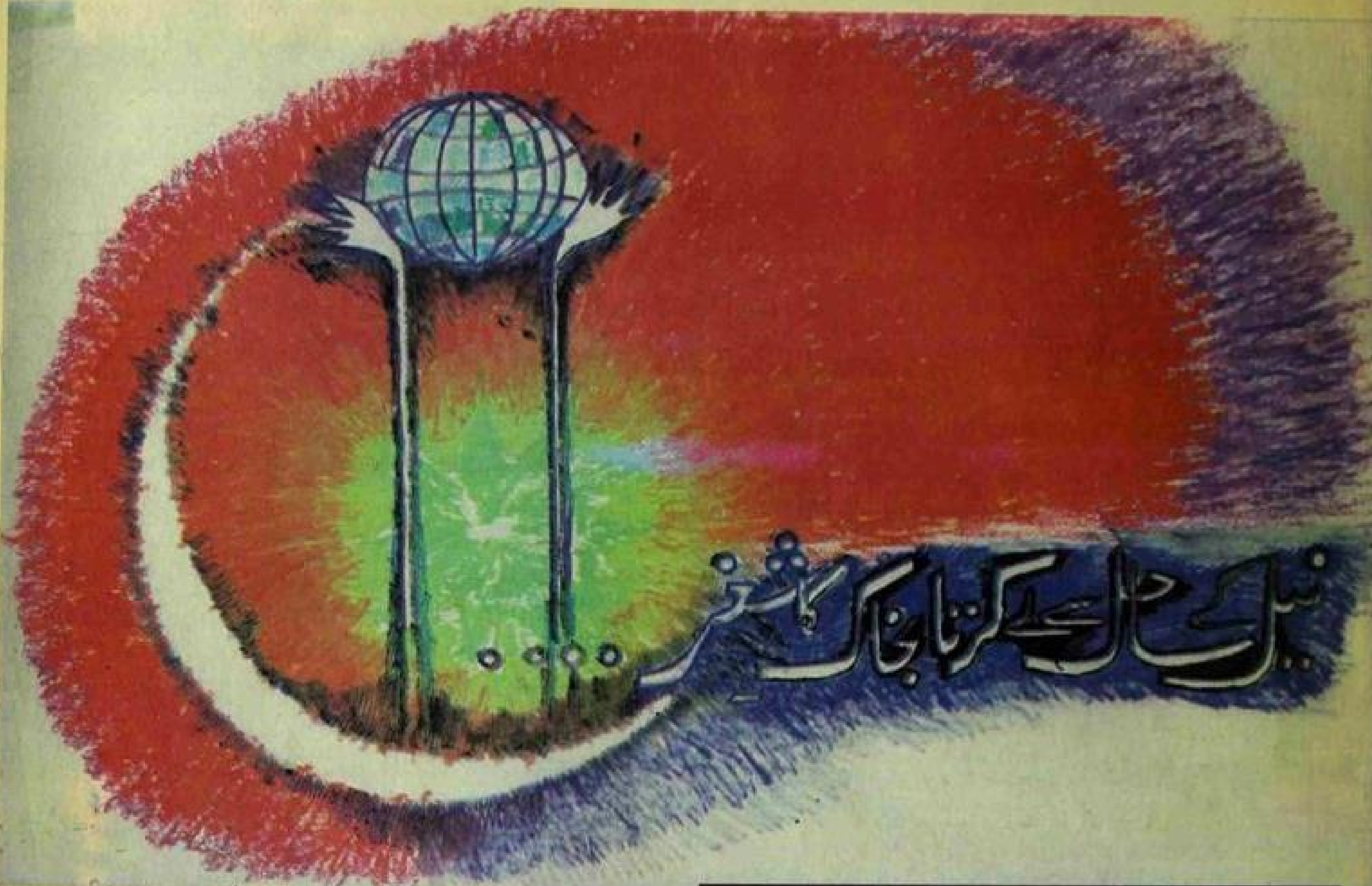
کامیابی میں کوئی شارٹ کٹ نہیں ہوتا اور نہ ہی کسی آسان اور سہل طریقے سے آپ صرف آنکھیں بند کرکے گزر جائیں اور آپ کو سب کچھ مل جائے اور آپ کامیابیوں کی بلندیوں کو چھونے لگے۔ محنت تو بہر حال کرنی ہی پڑتی ہے۔ یہ خیالات ہمارے مہمان خواجہ جنید کے ہیں۔ خواجہ جنید 1983ء سے لے کر 1997ء تک لگاتار ہاکی کھیلتے رہے ہیں۔ اپنے 14 سالہ کیریئر میں 300 سے زائد میچز کھیل چکے ہیں انکے پاس آج تک دنیا میں جتنے بھی بڑے ہاکی کے ٹورنامنٹ ہو چکے ہیں انکے میڈلز (جن کی تعداد 38 تک ہے) موجود ہیں۔ حکومت پاکستان نے انکو انکی کارکردگی پر انفرادی طور پر اور پھر پوری ٹیم کو اجتماعی طور پر ورلڈ کپ 1994ء میں پرائڈ آف پرفارمنس کا اعزاز دیا۔ آج کل یہ پاکستان جونیئر ہاکی ٹیم کے کوچ ہیں اور ان کا کہنا ہے کہ اگر ہاکی کے پلیئرز کو بھی کرکٹ کے پلیئرز کی طرح سہولیات مالی تحفظ میڈیا کی کوریج اور حکومت کی سرپرستی میسر ہو تو عین ممکن ہے ہاکی صرف نام کا پاکستانی تو کھیل نہ رہے بلکہ لوگوں کے دلوں اور ذہنوں پر بھی راج کرنے لگے۔

میری پیدائش لاہور میں ہوئی اور میں نے گورنمنٹ کالج سے گریجویشن کیا۔ اپنے سکول اور کالج کے زمانے میں ہی ہاکی اور اتھلیٹکس کا بیسٹ پلیئر رہا ہوں۔ میں نے 1983ء میں ہاکی جونیئر ٹیم کو جوائن کیا اور تقریباً 1983ء سے لے کر 1997ء تک لگاتار کھیلتا رہا ہوں۔ میں نے آج تک جتنے بھی نیشنل اور انٹرنیشنل لیول پر میچ کھیلے ہیں۔ ان میں سب میں ہمیشہ گولڈ میڈل حاصل کیا ہے۔ مگر مجھے بڑا افسوس ہے کہ صرف اولمپک گیمز میں ہم گولڈ میڈل نہ جیت سکے اور اس بات کا مجھے ساری زندگی افسوس رہے گا۔

1950ء کی بات ہے کہ پاکستان کی ٹیم نے زمبابوے کے خلاف پہلا میچ کھیلا تب پاکستان کے نام کے ساتھ لکھا جاتا تھا A Part of India لیکن جب پاکستان ہاکی ٹیم کھیلی اور اتنا کمال سے کھیلی کہ ہر میچ جیتا تب پاکستان کا جھنڈا ہوا میں لہرایا گیا تب دنیا کو احساس ہوا کہ پاکستان ایک زندہ بہادر اور فاتح لوگوں کا ملک ہے۔ ویسے بھی عام طور پر دیکھیں تو کرکٹ ایک سستی گیم ہے اس میں صرف ایک بیٹ اور بال کی ضرورت ہوتی ہے اور اسی ایک بیٹ اور ایک بال سے 12۔13 کھلاڑی کھیل سکتے ہیں۔ جبکہ ہاکی میں ایسا نہیں ہے۔ اس میں جب تک کہ 22 کھلاڑی پورے نہ ہوں اور ہر ایک کے پاس اپنی الگ الگ ہاکی نہ ہوں تب تک وہ نہیں کھیل سکتے۔ ہمارے ہاں عوام کے دلوں اور ذہنوں پر صرف کرکٹ حکومت کرتی ہے۔ کیونکہ میڈیا سپانسرشپ اور سب سے بڑی بات حکومت اس کی سرپرستی کرتی ہے۔ جبکہ اگر آپ جائزہ لیں تو ہاکی کا میچ بمشکل دو یا ڈھائی گھنٹے کا ہوتا ہے جس میں کہ وقفہ بھی ہوتا ہے تو اس میں تو سپانسرشپ کی کوریج زیادہ ہو سکتی ہے۔ ہاکی کی بدقسمتی رہی ہے کہ اس کے کھلاڑیوں کو اپنے مالی مسائل سے رہائی نہیں ملتی تبھی تو وہ اچھے لیول کا نہیں کھیل پاتے اور ماضی میں اور اب تک جو لوگ بھی اس میں کامیابی حاصل کر رہے ہیں۔ انہوں نے اپنا پورا وقت وقف کیا ہے تو تب ایسا ممکن ہوا ہے۔ میں نے خود بھی ایسا ہی کیا تھا مجھے نہیں پتہ کہ میرے خاندان میں کتنے چاچے اور مامے ہیں اور کس کس کی شادی کب کہاں اور کس سے ہوئی ہے۔ انیلا نے فافٹ سوال پوچھ ڈالا کہ کیا آپ نے اپنی شادی میں شرکت کی تھی۔ پہلے تو خواجہ جنید مسکرائے اور پھر کہا جی ہاں کر ہی لی تھی۔ میری شادی 94ء میں ہوئی اور شادی سے بمشکل ایک دن پہلے میں میچ کھیلنے گیا ہوا تھا۔ رات کو مجھے بتایا گیا کہ صبح تمہاری شادی ہے جس میں تم نے ضرور شریک ہونا ہے۔ پھول ساتھی: کیا آپ پاکستانی ہاکی ٹیم کی موجودہ صورت حال سے مطمئن ہیں۔

☆☆☆ دراصل ہر ٹیم پر ایک ایسا وقت ضرور آتا ہے۔ جب اس میں سپر سٹارز نازل ہوتے ہیں اور یہ سپر سٹارز خداداد ہوتے ہیں اور میرا خیال ہے کہ پاکستانی ہاکی ٹیم پر آج کل سپر سٹارز نازل نہیں ہو رہے۔ ویسے بھی جس چیز کو عروج حاصل ہو اس کی زوال بھی ہوتا ہے اور زوال کے بعد عروج بھی آتا ہے۔ جس طرح کہ رات کتنی بھی تاریک اور گہری کیوں نہ ہو صبح تو بہر حال ہونی ہی ہوتی ہے۔ پھول ساتھی: آپ آج کل ہاکی کے کوچ ہیں کوچنگ کرنا کیسا تجربہ رہا ہے؟

☆☆☆ میں آج کل پاکستان جونیئر ہاکی ٹیم کا کوچ ہوں اور ایک کوچ کا دل ماں جیسا سخی اور معاف کر دینے والا ہونا چاہیے اور آپ یقین کریں کہ بالکل ایک ماں کی طرح ہر کھلاڑی کا خیال رکھنا پڑتا ہے۔ کونسے کھلاڑی کی فزیک کیسی ہے اگر وہ موٹا ہے تو اسے فیٹس نہیں دینے اور اگر کوئی جسمانی طور پر کمزور ہے تو اس کی کس طرح صحت مند اور ایکٹو بنانا ہے۔



اس وقت کی کہانی جو دیکھتے ہی دیکھتے بدل گیا خوب اور ناخوب کی داستان جب پاکستانی وزیر اعظم کی بیوی خود روٹیاں پکایا کرتی تھیں مختار مسعود کے قلم کا شاخسانہ...... لوح ایام

ان کی تیسری کتاب...... ان کی تیسری آنکھ ...... وہ جانے کن کن لمحوں اور لوگوں کے واقف حال ہیں...... سکھ دینے اور درد دل بڑھانے والی تاریخ جو ایرانی وزیر اعظم بازرگان کی دعوت سے لیکر ہنری کسنجر کی دعوت تک کے مناظر دکھاتی ہے جہاں کالے تیتروں کا خصوصی اہتمام کیا گیا تھا

پھول ساتھیوں کے لئے بطور خاص...... راحت کا انتخاب

وزیر اعظم بازرگان نے مسلمان سفراء کو افطار کی دعوت دی۔ عام سا کارڈ' سائز درمیانہ' چھپائی سادہ' عبارت اس سے بھی سادہ۔ صرف تین سطریں تھیں۔ مہدی بازرگان نخست وزیر از جناب آقائی مختار مسعود خواہشمند است...... تشریف لائیے اور ممنون فرمائیے۔ پاکستان میں صدر' وزیر اعظم اور گورنر کے یہاں سے ہمیشہ چار صفحے کا دعوت نامہ جاری ہوتا ہے۔ دبیز اور چکنا کارڈ' برجستہ حروف' غیر ملکی زبان اور آداب کے ساتھ۔ وزیر اعظم بازرگان کا کارڈ ملا تو میں نے دل ہی دل میں حساب لگایا۔ پاکستان پر جتنا غیر ملکی قرضہ چڑھا ہوا ہے اس سے کئی گنا آمدنی تیل کی فروخت سے ہر سال ایران کو حاصل ہوتی ہے۔ اس کے باوجود اسلامی جمہوریہ پاکستان کے حکام کے دعوت نامہ کی لاگت اسلامی اور انقلابی ایران کے وزیر اعظم کے دعوت نامہ سے پندرہ بیس گنا زیادہ ہوتی ہے۔ لاگت اور سادگی' غربت اور فضول خرچی۔ قرض کی مے غالب پیتے تھے۔ قرض کے کھانے ہم کھاتے اور کھلاتے ہیں۔ فاقہ مستی ہمیشہ رنگ لاتی ہے۔ لوگ بے حمیت اور حکومتیں ناپائدار ہو جاتی ہیں۔ ملک اور مستقبل کو گروی رکھنا پڑتا ہے۔ نام کو ملک آزاد ہوتا ہے مگر اسے غلامی کی ساری شرائط پوری کرنی پڑتی ہیں۔ یہ محض ایک رعایت ہے کہ غلام ملکوں کی فہرست میں شامل ہونے کے باوجود اسے غلام نہیں کہا جاتا۔

افطاری کا انتظام وزارت خارجہ کے کلب میں کیا گیا ہے۔ کل تک اس کلب کی شہرت مے نوشی اور خوش باشی' ناچ اور گانے' تیراکی اور بے باکی کی وجہ سے تھی۔ اب اس کی قسمت ایسی پلٹی ہے کہ آج یہاں سفیروں کی روزہ کشائی ہوگی' مغرب کی اذان گونجے گی اور نماز باجماعت ادا ہوگی۔ وقت مقررہ پر میں سیاہ شیروانی اور سفید شلوار میں ملبوس کلب کے صدر دروازہ پر پہنچ گیا۔ سیاہ رنگ مرسڈیز موٹروں کی قطار لگی ہوئی ہے۔ ان میں سے اترنے والے بھی بیشتر گہرے سانولے یا سیاہ پوست ہیں۔ سفید فام سفارت کار گنے چنے ہیں۔ اسلام دل کے اجلے پن پر اتنا زور دیتا ہے کہ کھال کا رنگ اس کے لئے بے معنی ہوتا ہے۔ عالم گیر مذہب ہے۔ سارے لوگوں اور سارے زمانوں کے لئے۔ تاہم بیسویں صدی کے اواخر میں جغرافیائی اور نسلی اعتبار سے یہ ایک مشرقی اور سانولے رنگ کا مذہب ہے۔

صومالیہ کے سفیر اور نائیجیریا کے قائم مقام سفیر نے قومی لباس پہنا ہوا ہے۔ ہم تین اشخاص کے سوا باقی تمام سفیر سوٹ پہنے ہوئے ہیں۔ فرانسیسی بولنے والے سفارت کاروں نے وزیر اعظم بازرگان کو گھیر لیا۔ جو فارسی اور فرانسیسی سے ناواقف تھے وہ کٹ گئے اور ذرا ہٹ کے ایک طرف کھڑے ہو گئے۔ کل پچیس تیس سفارت کار ہوں گے۔ اسی قدر تعداد ایرانی وزراء اور وزارت خارجہ کے افسروں کی ہوگی۔ جبہ و دستار میں صرف ایک شخص ہے اور وہ بھی بے ریش۔ کسی نے بتایا کہ بہت اہم روحانی ہیں۔ ضد انقلاب نے انہیں گولی ماری تھی۔ ہسپتال میں داخل تھے۔ آج ہی صحت یاب ہو کر واپس آئے ہیں۔ نام ہاشمی رفسنجانی۔

روزہ کھلنے میں چند منٹ کی تاخیر کی وجہ سے سب سفیروں کو معلوم تھی۔ ٹی وی پر مغرب کی اذان شروع ہوئی۔ اذان کے طویل ہونے کی وجہ سے بھی سب باخبر تھے۔ بارے وہ ختم ہوئی۔ اس کے بعد بیرے جو کے سوپ کا پیالہ اور ٹھنڈے پانی کا گلاس لے کر آگئے۔ یہ تاخیر ان روزہ داروں کو ذرا عجیب لگی جو اللہ کا نام سنتے ہی کھجور منہ میں ڈال لیتے ہیں اور اللہ

اکبر کے دہرائے جانے تک آدھی درجن گٹھلیاں پلیٹ میں جمع کر لیتے ہیں۔ ان روزہ داروں کو اول وقت افطاری کی فضیلت کا اتنا خیال ہوتا ہے کہ اذان کے ختم ہونے تک وہ اپنے حصہ کی افطاری کھا کر فارغ ہو جاتے ہیں۔ ادھر ابھی سوپ بھی ختم نہیں ہوا کہ لوگ ساتھ والے کمرے کی طرف روانہ ہوئے۔ جہاں کبھی تاش کی بازی لگتی تھی وہاں نماز باجماعت کے لئے قالین پر سفید چادریں بچھی ہوئی تھیں۔ بازرگان نے ہاشمی رفسنجانی سے کہا' نماز پڑھائیے۔ انہوں نے جواب دیا یہ کام وزیر اعظم کرتا ہے۔ وہ قوم کا امام ہوتا ہے۔ بازرگان یہ سنتے ہی مصلی پر کھڑے ہوگئے۔ جتنی دیر میں مقتدیوں نے تسمے کھولے اور جوتے اتارے' اتنی دیر میں امام نے بٹن کھولے اور پتلون اتار دی۔ وزیر اعظم نے پتلون کے نیچے نیلی دھاری والا پاجامہ پہنا ہوا ہے اور اس کی تنگ موری جرابوں کے اندر اڑسی ہوئی ہے امام کا لباس پیچھے کھڑے ہونے والوں کو ذرا عجیب لگا سوٹ کا کوٹ' کوٹ کے نیچے لٹکی ہوئی قمیص کا شکن در شکن دامن پاجامہ پر چڑھی ہوئی جرابیں۔ جس شخص نے یہ کپڑے پہنے ہوئے ہیں وہ چھوٹے قد اور ہلکے جسم کا آدمی ہے۔ عمر رسیدہ' بے داغ کردار' ڈاکٹر مصدق کا ساتھی' آبادان ریفائنری کو قومی ملکیت میں لینے والے ادارہ کا سربراہ' انجینئر' مفسر قرآن' انقلابی' اسلامی انقلاب کے بعد ایران کا پہلا وزیر اعظم اس نے عبا پہنی اور اس کے بعد وہ صرف نماز مغرب کا امام ہے اور کچھ بھی نہیں۔

میں نے دائیں بائیں نمازیوں پر نظر ڈالی۔ پہلی صف میں نیل کے ساحل سے لے کر تابخاک کاشغر تمام اسلامی ممالک کے سفیر یا نائب سفیر شانہ بشانہ کھڑے ہیں۔ دوسری دو صفوں میں ایران کی وزارت خارجہ کے افسر' کچھ انقلاب کے نمائندے اور مسلمان روزہ دار موٹر ڈرائیور شامل ہیں۔ اس جماعت میں کہیں جمال الدین افغانی اور علامہ اقبال بھی کھڑے ہوں گے۔ وگرنہ میں نیت باندھنے تک جذبات سے اس قدر مغلوب نہ ہو جاتا۔ سفارتی نمائندے عالم اسلام کی وحدت اور اتحاد کا ایک ایسا منظر پیش کر رہے ہیں جس کا ہم صرف خواب دیکھتے رہتے ہیں۔ یہ منظر صرف تین رکعات تک بر قرار رہے گا اور اس کے بعد عالم اسلام حسب معمول انتشار کا شکار ہو جائے گا۔ جی چاہا کہ یہ تین رکعتیں بڑی طویل ہو جائیں اور یہ نماز ایک نیت اور ایک وضو کے ساتھ سحری تک کھنچ جائے۔ اس سے کیا فرق پڑتا ہے کہ کسی نمازی نے ہاتھ باندھے ہوئے ہیں اور کسی نے کھلے چھوڑے ہوئے ہیں۔ یہ کیا کم ہے کہ دونوں دوش بدوش کھڑے ہیں۔ اس گڈمڈ کے باوجود کہ قیام کے وقت ہاتھ اٹھا کر دعائے قنوت پڑھنے کے وقت سفیر ہاتھ چھوڑے خاموش کھڑے رہے اور نماز ختم ہونے کا بھی کسی مقتدی کا بروقت پتہ چلا اور کسی کو چند لمحہ بعد' ان تین رکعتوں کا کیف و سرور اور ان کی سرشاری کا عالم بڑا منفرد ہے۔ دل نے کہا تم کتنے عجیب و غریب تجربہ سے دوچار ہوئے ہو۔ ایک بار تمہیں عالم اسلام کے ایک مختصر مگر نمائندہ گروہ کے ساتھ رکوع و سجود اور قیام و قعدہ کی یک جہتی نصیب ہوئی ہے۔ رہی مسلک کے اختلاف کی بات تو یہ بتاؤ تمہیں نماز میں اس کا خیال کیسے آیا۔ تم نماز پڑھ رہے تھے کہ دوسروں کی نماز کا حساب لگا رہے تھے۔ تمہاری نماز ہر وقت مسائل میں کیوں گھری رہتی ہے۔ ضاد کا تلفظ' آمین کا اخفا' ہاتھوں کا باندھنا' چھوڑنا اور اٹھانا' نماز سے نکلنے کا طریقہ' دعا میں امام کی مفرد ضمیروں کی کراہت' تمہارا دھیان بٹ جاتا ہے۔ تم فروعات میں گم ہو جاتے ہو۔ خرافات میں کھو جاتے ہو۔ ایسے میں حضوری کہاں نصیب ہو سکتی ہے۔ ایک زمانہ میں تم مولانا روم کے چند اشعار لہک لہک کر پڑھا کرتے تھے جن میں وہ خدا کی قسم کھا کر کہتے ہیں کہ انہیں نماز میں کسی چیز کا ہوش نہیں رہتا۔ ایک تم ہو کہ نماز کے وقت تمہیں سب فضول اور بیکار باتیں یاد آ جاتی ہیں۔ تمہاری نماز فاسد ہوئی۔ جاؤ' جا کر دوبارہ ادا کرو۔

بڑے ہال میں داخل ہوئے۔ لمبی میز پر کھانا رکھا ہوا ہے۔ اور پانچ پانچ چھ چھ مہمانوں کے لئے علیحدہ علیحدہ میز کرسیاں لگی ہوئی ہیں۔ جس میز پر مجھے جگہ ملی اس پر وزیر تجارت رضا صدر وزیر معاشی منصوبہ بندی معین فرہبون کے سفیر اور نائیجیریا کے نائب سفیر بیٹھے ہوئے ہیں کھانا اقسام کے لحاظ سے بہت مختصر ہے چاول زعفرانی اور کشمش۔ ایک سالن اور وہ بھی بینگن کا۔ اس کے علاوہ صرف سلاد اور پھل۔ روزہ داروں کو بھوک لگی ہوئی ہے کھانا لذیذ ہے۔ حد یہ ہے کہ بینگن بھی لذیذ ہیں۔ مہمانوں نے کھانا خوب ڈٹ کر کھایا اور

ایک آرزو

اے خالق! اگر کبھی میرے دل کا دروازہ بند پاؤ تو کیا واپس لوٹ جاؤ گے؟ نہ ایسا نہ کرنا اگر آؤ گے تو تھوڑی سی تکلیف اور کرنا اسے توڑ ڈالنا۔ اور داخل ہو جانا دل کی پر کیف اور حیرت انگیز دنیا میں...... یہ میری تمنا ہے...... یہی آرزو...... واپس نہ چلے جانا...... اگر کبھی میرے دل کی ستار تیری الفت کا گیت نہ گا سکے...... تو ٹھہر جانا یہ عنایت چاہتا ہوں کہیں واپس نہ چلے جانا...... آپ آؤ اور آواز پر میری آنکھ نہ کھلے تو مہربانی کر کے مجھے جگا دینا...... مگر واپس نہ چلے جانا...... ممکن ہو سکتا ہے، اپنے دل کو جو صرف آپ کیلئے خالی ہے کسی دوسرے کی نذر کر دوں...... تب میرے مالک! بد گمانی نہ کرنا...... ناراض نہ ہو جانا اور واپس نہ چلے جانا......(اپنے پیارے اللہ جی کیلئے صائمہ خان۔ حافظ آباد)(ٹیگور کے شاہکار افسانے سے انتخاب)

پھر پھل اس طرح کھائے جیسے کھانے میں کچھ بھی نہ کھایا ہو۔ کھانے کے بعد سفیروں نے شاہ ایران کی گراں مایہ مہمان پروری کو یاد کیا۔ بازرگانی کھانے اور شاہی دستر خوان کا موازنہ اور مقابلہ کیا۔ ایک دعوت سمر قندی اور دوسری دعوت شیراز۔ نیشنل آئل کی سالانہ ضیافت کو یاد کیا جس کے لئے ماکولات سے لدا ہوا بوئنگ سات چار سات پیرس سے اس اہتمام کے ساتھ تہران آتا تھا کہ کھانے کی لذت اور گرماہٹ میں فرق نہ آنے پائے۔ اسراف اور اتلاف کی مثالوں کا تبادلہ ہوا۔ بازرگان کے افطار ڈنر کی وجہ سے شہنشاہ کی فرد جرم میں ایک الزام کا اضافہ ہو گیا۔ وزیر اعظم کی دعوت سے فارغ ہو کر میں اور علی ارشد اکٹھے محمود اور شمیم کے گھر گئے۔ راستے میں علی ارشد نے وزیر خارجہ سے اپنی ملاقات کا حال سنایا۔ یزدی کا کہنا تھا کہ جس معاملہ کی چھان بین کرتے ہیں اس کا ایک ہی نتیجہ نکلتا ہے اور وہ یہ کہ ایران میں امریکہ کی عملداری اتنی مکمل اور ہمہ گیر تھی جتنی ایک سامراج میں غالب سلطنت کی مغلوب نو آبادیوں اور ماتحت ملکوں میں ہوا کرتی ہے۔ امریکہ اپنے اس قبضہ و اختیار کا استعمال کرنے میں بڑا بے لحاظ' بے باک اور نامعقول تھا۔ مثال کے طور پر ایران نے امریکہ کی وزارت دفاع کے نام ایک بلین ڈالر کا چالو کھاتہ کھولا ہوا تھا۔ یہ سرمایہ گرداں تھا۔ جتنا خرچ ہوتا اسی قدر رقم اس حساب میں ایران سے منتقل ہو جاتی تاکہ پیشگی کی سطح برقرار رہے۔ اس کھاتہ پر امریکہ کا کنٹرول مکمل تھا۔ جو دفاعی سامان وہ چاہتے بھیج دیتے۔ مال کی قیمت جو وہ چاہتے لگا لیتے۔ علی الحساب مزید رقوم مانگتے۔ حساب کبھی مانگا گیا نہ کبھی دیا گیا۔ ایران میں کسی سرکاری ادارہ کو یہ معلوم نہیں کہ اس مد میں اب تک کل خرچ کتنا ہوا ہے اور کن چیزوں پر ہوا ہے۔ دزدی اور دلیری کا اندازہ اس بات سے ہو سکتا ہے کہ چار تباہ کن بحری جہازوں کی قیمت دو بلین ڈالر لگائی گئی ہے یعنی پانچ سو ملین ڈالر فی بحری جہاز۔ چہ دلاور است دزدے کہ اس نے ایک ہزار ملین ڈالر کا کھاتہ اپنے نام سے کھول رکھا ہے۔ میں یہ سب کچھ سن کر چپ رہا۔ علی ارشد کہنے لگے "کیا بات ہے۔ میں نے کہا کچھ نہیں' بس یہ سوچ رہا ہوں کہ اگر اسلامی ممالک اپنے معاملات میں اس یک جہتی کا اظہار کریں جس کا مظاہرہ آج مغرب کی نماز میں ہوا تھا اور اپنے اخراجات میں اس کفایت اور سادگی سے کام لیں جس کا نمونہ ہم نے وزیر اعظم بازرگان کی دعوت افطاری میں دیکھا تھا تو پھر نہ سرمایہ گرداں کے کھاتے کھلیں گے اور نہ یہ ممالک گردش ایام کی شکایت کریں گے۔

یہ 1955ء کی بات ہے چودھری محمد علی وزیر اعظم تھے

بازرگانی کھانے کا ذکر سن کر بی اے قریشی اچھے دنوں کو یاد کرنے لگے۔ انڈین سول سروس کے کل ہند مقابلہ کے امتحان میں مقامی باشندوں کو حصہ لینے کی اجازت ملنے کے وقت سے لے کر قیام پاکستان تک صرف دو مسلمان امیدوار اول آئے تھے۔ ایک حافظ عبدالمجید اور دوسرے بی اے قریشی۔ قریشی صاحب کہنے لگے ہم نے آزادی کے فوراً بعد بڑا کٹھن وقت گزارا ہے۔ عام آدمی نے بڑی قربانی دی' رہنما با اصول اور ثابت قدم رہے' افسر

اور عملہ قومی دولت کی حفاظت کرتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ وہ لوگ جو یہ امید لگائے بیٹھے تھے کہ پاکستان چند دن بھی نہ چل سکے گا انہیں بڑا تعجب اور بڑی مایوسی ہوئی۔ تحریک پاکستان کے وہ مخالف جو اعداد و شمار کی بناء پر پاکستان کو بے اساس معاشی اکائی سمجھتے تھے انہیں اس جذبہ اور ولولہ کا اندازہ ہی نہ تھا جو اس ملک کے حصول اور پہلے چند سالوں کے تمام مسائل اور مشکلات پر حاوی ہونے کا باعث بنا۔ آپ نے ایرانی وزیراعظم کی دعوت شیراز کا ذکر کیا ہے میں بھی آپ کو ایک دعوت کا حال سناتا ہوں۔ یہ 1955ء کی بات ہے چودھری محمد علی وزیراعظم تھے۔ کراچی میں ایک میٹنگ ہوئی۔ میں بھی اس میں شامل ہوا۔ میٹنگ کے بعد وزیراعظم نے چار پانچ افسروں سے کہا کہ وہ رات کا کھانا ان کے ساتھ کھائیں۔ ہم پرائم منسٹر ہاؤس پہنچ گئے۔ ڈرائنگ روم میں عام سے صوفے، قالین اور چند چھوٹی میزوں کے علاوہ کوئی چیز نہ تھی۔ دیواروں پر کوئی تصویر نہ تھی۔ میزوں پر آرائش کا کوئی سامان نہ تھا۔ شیشے کا ایک شوکیس کونے میں رکھا ہوا تھا مگر بالکل خالی۔ سجاوٹ کی خاطر نہ کوئی چیز وہاں موجود تھی نہ کسی کو اس کا خیال یا فکر تھی۔ وزیراعظم ان باتوں سے بے خبر اور بے نیاز تھے۔ اس زمانہ کی ترجیحات ہی کچھ اور تھیں۔ دیر تک ملکی مسائل پر گفتگو ہوتی رہی۔ کھانے میں تاخیر ہو گئی۔ وزیراعظم گفتگو کے دوران دو ایک بار اٹھ کر اندر گئے مگر دیر تھی کہ ہوتی ہی گئی۔ ایک بار وہ باورچی خانہ کا چکر لگا کر آئے اور کہنے لگے۔ یوں لگتا ہے جیسے آپ کو کھانے کے لئے کچھ انتظار اور کرنا پڑے گا۔ رضیہ بیگم کا خیال ہے کہ وہ ایک ماہر کک ہیں۔ میری دانست میں وہ اتنی ماہر بھی نہیں جتنا ان کا خیال ہے۔ ایک باورچی ہے مگر وہ اس پر بالکل بھروسہ نہیں کرتیں۔ سارا کام خود کرنا چاہتی ہیں۔ اتنے میں بیگم محمد علی کمرہ میں داخل ہوئیں۔ الجھے ہوئے بالوں کو پلو سے ڈھکتے ہوئے اور آٹے ہوئے ہاتھوں کو صاف کرتے۔ آؤ پر لو کھانا تیار ہے۔ شوق اور محنت سے بنایا ہوا گھریلو کھانا تھا۔ (پرو بھائیو) اس واقعہ کو کوئی پندرہ سولہ سال ہوئے ہوں گے کہ ایک متمول دوست نے کھانے کے لئے بلایا۔ کھانا چنا گیا۔ اس نے کہا قریشی صاحب پلاؤ کے سلسلہ میں آپ کی خصوصی توجہ چاہتا ہوں۔ بتایئے کیسا ہے۔ میں نے پلاؤ پکانے کے لئے پرائم منسٹر ہاؤس کے ماہر باورچی کو بلایا ہے۔ بھلا میں کونسا ایسا ذائقہ شناس تھا کہ کوئی ماہرانہ رائے دیتا۔ میزبان کا دل رکھنے کو کہہ دیا واقعی بہت اچھا ہے۔ دعوت کے بعد اس باورچی کو داد و تحسین وصول کرنے کے لئے مہمانوں سے متعارف کرایا گیا۔ باتوں باتوں میں وزیراعظم ہاؤس کے کچن کا ذکر آیا۔ اس نے کہا چار ہیڈ کک ہیں۔ میں ان میں سے ایک ہوں۔ ہم سب کی اپنی اپنی تخصیص ہے۔ میں مغلئی کھانوں کا ماہر ہوں۔ ہمارے ساتھ کچن میں بتیس افراد کا عملہ ہے۔ اس کے علاوہ چار ڈاکٹر ہیں۔ چوبیس گھنٹہ کوئی نہ کوئی ڈاکٹر ڈیوٹی پر رہتا ہے۔ نہ جانے صاحب رات کے کونسے پہر کھانے کے لئے کچھ منگا لیں۔ ڈاکٹر پہلے چکھتا ہے پھر کھانا صاحب کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے۔ صاحب جن برتنوں میں کھانا کھاتے ہیں انہیں اچھی طرح دھونے اور جراثیم سے پاک کرنے کے بعد سیلوفین کے مہر بند لفافوں میں رکھا جاتا ہے۔ ایک آدمی اس کام پر مامور ہے کہ وہ صاحب پر کھانا کھاتے ہوئے نظر رکھے اور یہ بتائے کہ انہیں کون سا کھانا مرغوب یا نامرغوب ہے۔ جو ڈش صاحب دوسری بار منگا لیں اس کا اندراج ریکارڈ میں ہو جاتا ہے۔ یہ ان دنوں کی بات ہے جب ریکارڈ کے مطابق ہمارے ایک لاکھ جنگی قیدیوں کو وطن واپس آئے ہوئے چار چھ ماہ سے زیادہ عرصہ نہیں ہوا تھا۔

بی اے قریشی نے لمبا ٹھنڈا سانس لیا اور کہنے لگے۔ وقت دیکھتے ہی دیکھتے کتنا بدل گیا ہے۔ جو ناخوب تھا وہ خوب ٹھہرا خوب متروک ہو گیا۔ احتیاط اور دور اندیشی کو دیس نکالا ملا۔ بصیرت اور دردمندی نے ہجرت کرنے میں عافیت سمجھی۔ رشوت نے ہنر کا درجہ حاصل کر لیا۔ ہنر وروں میں بڑے بڑوں کے نام آتے ہیں۔ اب ایسے زمانہ میں کون کس کو یاد دلائے کہ کبھی وزیراعظم کے یہاں صرف ایک سرکاری باورچی ہوتا تھا اور خاتون اول مہمانوں کے لئے خود روٹیاں پکاتی تھیں۔ آج کل ان دو بڑے گھروں میں جو اسلام آباد میں پہاڑی پر بنے ہوئے ہیں کم و بیش چار سو خدمت گار ان کی ناز برداری میں لگے ہوئے ہیں جو اپنے آپ کو ملک، قوم اور عوام کا خادم کہتے ہیں۔

ہنری کسنجر کے لئے کالے تیتر

بازرگانی کھانے اور بی اے قریشی کے مشاہدات کا ذکر سن کر مجید مفتی نے کہا۔ ایک کھانا اور اس کے انتظامات مجھے بھی یاد ہیں۔ ہمارے وزیراعظم نے واشنگٹن میں ہنری کسنجر کو کھانے پر بلایا۔ ان کی خواہش تھی کہ فہرست خوراک میں کم از کم ایک لاجواب اور عجیب و غریب کھانا شامل ہونا چاہئے۔ ایک ایسی ڈش جو نادر، طرفہ، کمیاب، یگانہ اور لذیذ ہو۔ مہمان بھی کیا یاد کرے کس میزبان سے پالا پڑا تھا۔ بازار سے پتہ چلا کہ مرغ زریں مل سکتا ہے لیکن بہت مہنگا۔ میزبان نے اسے قابل التفات نہ سمجھا اور فیصلہ صادر کیا کہ مینو میں بھنا ہوا کالا تیتر شامل کیا جائے۔ پاکستان سے کالے تیتر منگانے کے لئے حکم نامہ جاری ہوا۔ پھر یہ سوال اٹھا کہ اگر تیتر پاکستان سے آ رہے ہیں تو کیوں نہ پکانے والا بھی وہاں سے منگایا جائے۔ اس سوال کا جواب وہی تھا جو ہونا چاہئے تھا۔ کالے تیتر اور مہارت خصوصی کا باورچی دونوں ہوائی جہاز سے سات سمندر پار اس شہر میں پہنچے جو دنیا کے سب سے طاقتور ترقی یافتہ اور دولتمند ملک کا دارالسلطنت ہے۔ ایک ایسا ملک جس کے باشندے طاقت، ترقی اور دولت کے باوجود کمال لاپرواہی سے جین اور جوگر پہنتے اور بڑے شوق سے فاسٹ فوڈ کھاتے ہیں۔ پاکستان سفیر کے گھر دعوت ہوئی۔ عینی گواہ کا بیان ہے کہ ہنری کسنجر نے اس بات پر قطعاً کوئی توجہ نہ دی کہ فہرست خوراک میں کیا رقم ہے۔ دستر خوان پر سلسلہ وار کون سی ڈش آئی اور کون سی سمیٹی گئی۔ کالے تیتر کی باری ترتیب کے مطابق آئی اور گزر گئی۔ مہمان خصوصی کی بے توجہی اور بے تعلقی میں کوئی فرق نہ آیا۔ اس کی ساری توجہ گفتگو پر رہی۔ وہ اس دعوئی کی صداقت کا اندازہ لگانا چاہتا تھا کہ اگر ضرورت پڑی تو اہل پاکستان گھاس کھا کر گزارہ کر لیں گے مگر ایٹم بم بنانے کی کوشش جاری رکھیں گے۔ غفور مرزا نے جب کالا تیتر پکانے والے پاکستانی باورچی کی امریکہ یاترا کا حال سنا تو کہنے لگے باورچی کا ایک قصہ میں بھی سناتا ہوں۔ یہ میرے تجربہ یا مشاہدہ کی بات نہیں۔ میں نے یہ واقعہ ان سرکاری کاغذات میں پڑھا ہے جو مجھے چھانٹی اور درجہ بندی کے لئے دیئے گئے تھے۔ میں اس نسل سے تعلق رکھتا ہوں جس نے قائداعظم کو نہیں دیکھا۔ وہ گئے اور ہم آئے۔ جب میں نے باورچی والی فائل پڑھی تو اپنی محرومی کا احساس بہت بڑھ گیا۔ کاش کچھ پہلے اس دنیا میں آجاتے اور اپنی آنکھوں سے دیکھ لیتے کہ عظیم اور بااصول انسان کیسا ہوتا ہے۔ ہم نے جو زمانہ دیکھا ہے اور دیکھ رہے ہیں اس میں اتنے دیانت دار سربراہ حکومت اور ریاست کا تصور بالکل افسانوی لگتا ہے۔

کپور تھلہ کے باورچی بھائیوں کی تلاش

قائداعظم کھانا بہت کم کھاتے تھے۔ دبلے پتلے بوڑھے اور بیمار تھے۔ مرض الموت میں جسمانی کمزوری بہت بڑھ گئی۔ زیارت میں قیام کے دنوں میں ڈاکٹر الٰہی بخش نے تشویش ظاہر کی کہ کم خوراکی کی وجہ سے ان کی حالت زیادہ تیزی سے خراب ہو رہی ہے۔ ان کی رائے تھی کہ لاہور میں جو دو باورچی کپور تھلہ برادرز کے نام سے مشہور ہیں انہیں زیارت بھیجا جائے کیونکہ ان کے ہاتھ کا بنا ہوا کھانا قائداعظم کو مرغوب ہے۔ کپور تھلہ کے باورچی بھائیوں کی تلاش ہوئی۔ لاہور چھوڑ کر لائل پور چلے گئے تھے۔ لائل پور سے زیارت پہنچے۔ کھانا پکایا۔ اس روز قائداعظم نے چند لقمے شوق سے کھائے۔ کھانے کے بعد اپنے پرائیویٹ سیکرٹری فرخ امین کو بلایا۔ کھانے میں فرق کی وجہ دریافت کی۔ وجہ بتائی گئی۔ وہ ناخوش ہوئے۔ چیک بک منگائی۔ باورچیوں نے آنے جانے کے خرچ کا حساب کیا۔ اس رقم کا چیک کاٹا۔ رقم سرکاری خزانہ میں جمع کرائی۔ باورچی رخصت کئے اور کہا۔ یہ حکومت یا ریاست کا کام نہیں کہ وہ گورنر جنرل کو اس کی پسند کا کھانا (سرکاری خرچ پر) فراہم کرے۔ کہاں قائداعظم، سچے کھرے، بااصول اور امانت دار کہاں جھوٹے، منافق، بے اصول اور خائن حکمرانوں کی کھیپ۔ کہاں وہ باورچیوں کا سفر خرچ حکومت کو واپس کرنے والا مخلص۔ کہاں یہ کھاؤ اڑاؤ اشخاص۔ یہ مسرف اور متلف حکومتیں۔ یہ فضول خرچیاں، یہ ضیافتیں، یہ خیانتیں، یہ حرام کاریاں، جیسے ملکی دولت کو کھانا اور ویران کرنا حکمرانوں کے سرکاری فرائض میں شامل ہو اور اس کا مینڈیٹ انہیں اس جعلی دماکریسی سے ملا جو مارشل لا کے درمیانی وقفوں میں عوام پر مسلط ہو جاتی ہے۔ یہ حکمران کیا کچھ نہیں کھا گئے۔ پلاٹ اور پرمٹ، ادارے اور بینک، انصاف اور اصول، دماکریسی اور مساوات، عہد اور نظریہ، روایات اور ماضی، اس رفتار سے یہ حکمران مملکت خداداد کو اور یہ حکومتیں ہمارے مستقبل کو کھا جائیں گی۔ نعوذ باللہ۔



پہلی باری

محبت اور خدمت سے ناواقف ایک نوجوان کا ماجرا
اس کی خالی خولی زندگی میں اچانک ایک
بیج نے جڑ پکڑ لی تھی
یہاں ماریہ مجید کے ہاتھوں گونگے لفظ بولتے ہیں

ماریہ مجید

آج میں خوش ہوں بہت؟ بہت سے بھی زیادہ...... اس لئے کہ مجھے اپنی خوشی بہت پیاری لگنے لگی ہے۔ یہ جب بھی آتی ہے پاؤں میں پائل پہن کر آتی ہے اور سارا دل چھنن چھنن سے گونجتا رہتا ہے۔ جب جاتی ہے تو دھیرے سے دل میں خاموشی اترتی ہے پھر خاموشی سناٹے کے قالب میں ڈھل جاتی ہے اور جب سناٹا گہرا ہوتا ہے تو سینے میں گھٹن یوں بھر جاتی ہے جیسے سائیکل کے پرانے ٹائر میں گنجائش سے زیادہ ہوا بھر دی جائے۔ اور تب ہی (عین اسی وقت جب سینہ درد سے پھٹنے لگتا ہے) پائل کی مدھر مدھم آواز میرے دل کا طواف کرتی ہے مجھے پھر جیتوں میں سے کر دیتی ہے۔ اتنی پیاری خوشی کے آنے سے بھی تو خوشی ہو گی نا!!

آج مجھے بہت سی باتیں یاد آ رہی ہیں یہ آپ کے لئے باتیں ہیں اور میرے لئے فیز ہیں۔ میرا ارتقا ہیں۔ آدمی سے انسان بننے کی Evolution یہ ٹکڑے سے ہیں۔ میرا جگسا پزل۔ آپ سنتے جایئے اور جوڑتے جایئے آپ کو یقیناً مزہ آئے گا۔

بہت دن پہلے مجھ سے میرے سب سے پیارے دوست نے ایک سوال پوچھا تھا۔ مجھے اس کا جواب نہیں آیا تھا۔ بس ڈھیر سارے خاموش آنسو آئے تھے۔ آج پھر مجھے وہ سوال یاد آ رہا ہے۔ آج بھی مجھے اس کا جواب نہیں آتا مگر دل خوشی سے بھرتا جا رہا ہے۔ اس نے پوچھا تھا

"یار حمزہ! یہ محبت کیا ہوتی ہے تمہیں تو ضرور پتا ہو گا" پتہ نہیں اس نے ایسا کیوں کہا تھا مگر اس کے لہجے میں سرشاری تھی۔ تب میں نے ایک لمحے سے بھی کم وقت میں اپنے اندر باہر نظر دوڑائی تھی۔ میں سارے کا سارا خالی تھا اپنی مفلسی کے احساس نے میرے دل اور آنکھوں کو گرم، مچلتے ہوئے پانی سے بھر دیا۔

"نہ مجھے محبت ملی نہ میں نے کسی سے کی مجھے کیا پتہ محبت کیا ہوتی ہے؟" شہیر ایک دم گھبرا گیا۔ اس کی عجیب عادت ہے بلکہ دو عادتیں ہیں۔ وہ میری آنکھ میں آنسو نہیں دیکھ سکتا او دوسری یہ کہ کسی بات میں یا کسی آنکھ میں ناشکرے پن کی جھلک بھی دیکھ لے تو دکھی ہو جاتا ہے اور کبھی کبھی ناراض بھی۔ میں اس کی اس عادت کو کبھی نہیں سمجھ سکا مگر اب مجھے پتہ چلا ہے کہ میں اس کی اس عادت سے محبت کرنے لگا ہوں۔ اس کی خدمت کرنے اور محبت کرنے کی خوبیاں بھی تو اسی تناور درخت کی شاخیں ہیں اور اب تو یہ پودا میرے دل کے نامساعد حالات میں بھی پنپنے لگا ہے۔ اور یہ ......

یہ اس سے بھی پہلے دنوں کی یاد ہے۔ ان دنوں میں سوالوں سے لبالب بھرا ہوا ہوتا تھا۔ یہ سوال ایک تنی ہوئی ڈوری کی طرح ہوتے تھے جن پر میں لٹکا ہوا دن سے رات اور رات سے

دن کرتا تھا۔ میری آنکھوں میں الجھن اور چہرے پر وحشت چھائی رہتی تھی۔ لطف کی بات یہ تھی کہ سبھی سوال ناشکرے پن کی پیداوار تھے۔ "ماں مجھ سے محبت نہیں کرتیں۔ کیوں نہیں کرتیں؟ میرا کوئی دوست نہیں۔ کیوں نہیں ہے؟ کوئی مجھ سے محبت نہیں کرتا کیوں نہیں کرتا؟" Why me? ایک خطرناک سوال تھا جو دھیرے دھیرے میری رگوں میں زہر کی طرح بستا چلا جا رہا تھا۔ ناشکرا پن ہمارے ہاتھوں سے بنا ہوا ناکا ہوا' سجایا ہوا پردہ ہی تو ہوتا ہے جو ہم من اور تن دونوں کی حسیات پر بڑے اہتمام سے لٹکاتے ہیں اس طرح جو نعمتیں ہمیں حاصل ہوتی ہیں ان کو بھی دیکھنے' سمجھنے' چکھنے اور محسوس کرنے کی صلاحیت ختم ہو جاتی ہے۔ ہاں تب میں ہر ملنے والے کے کان کھایا کرتا تھا۔ گفتہ ناگفتہ سوال پوچھتا رہتا تھا۔ مجھے کبھی بھی پیاس بجھانے والا جواب نہیں ملا تھا۔ تشنگی ہمیشہ رہ جاتی تھی۔ شہیر کہتا ہے

"ہم سوال کا اصل جواب نہیں مانگتے بس اپنی من کی مرضی کا جواب مانگتے ہیں جب وہ نہیں ملتا تو جواب دینے والے کی نیت سے لے کر علم اور خلوص تک پر شک کرتے ہیں۔ دل میں شکایت کا نیا پودا لگا لیتے ہیں" ایسے ہی کسی دن دوا جی نے مجھے ہاتھوں میں سر دیئے بالوں کو کھینچتے ہوئے دیکھا میرے کرب کی معلوم نہیں انہیں کیا وجہ سوجھی کیا کریڈ نوٹ کیا۔ بس میرے پاس آئے بنا کچھ پوچھے سر پر ہاتھ پھیرتے رہے مجھے تھوڑا سکون ملا مگر میں نے خود کو جھٹلایا (وہی دوا جان ہیں نا جو میری ہر تفریح پر ناک بھوں چڑھاتے ہیں۔ دیر سے گھر آنے پر سزا بھی دیتے ہیں) دوا جی جاتے ہوئے کہنے لگے بیٹا خدمت کیا کرو دل کو بہت سکون ملے گا۔ میں چونکا "یہ خدمت ہوتی کیا ہے؟ کیسے ہوتی ہے۔ دوا جی سے پوچھوں؟ نہیں! ابھی تو دل کو ان کے خلاف دلائل دے رہے تھے اور اب نہیں نہیں" میں نے سختی سے خود کو منع کیا۔ شہیر اس وقت ہوتا تو اپنے مخصوص انداز میں انگلی اٹھا کر کہتا

"دیکھا یار! ناشکرا پن ہمیں اپنے اللہ سے اور اپنوں سے اس طرح دور کرتا ہے جیسے مقناطیس کا داہنا رخ اپنے جیسے داہنے رخ کو پرے کرتا ہے اور بایاں رخ بائیں کو ہی دھکیلتا ہے" شہیر اس وقت ہوتا تو بات یوں ہوتی ہی نا شاید ...... تب کالج میں میں اپنے ہسٹری کے پروفیسر کے پاس گیا تھا ان سے میں کبھی کبھار پڑھائی کے علاوہ بھی بات کر لیتا تھا۔ وہ میری بات سن کر مجھے دیکھ کر بڑا تحمل کر مسکرائے "بیٹا جی! خدمت کرنے کے لئے کالج سے ڈگری تھوڑی لینا پڑتی ہے نہ کوئی مضمون ایسا ہوتا ہے جس میں خدمت کو Define کیا گیا ہو۔ بس ایک دل چاہئے ہوتا ہے جس میں نیکی ہو' رواداری ہو' ایثار ہو' کچھ محبت بھی ہو تو کیا بات ہے۔ واہ جی واہ کیا بات ہے!! سمجھ آئی؟"

"میں ہونقوں کی طرح ان کا چہرہ دیکھتا رہ گیا۔ انہوں نے ایک اونچا قہقہہ لگایا بولے "یہ پہلے ایک فون نمبر اور یہ پتا ادھر فون کر لینا یا خط لکھ لینا زیادہ جستجو ہوئی تو خود چلے جانا تمہیں جواب مل جائے گا۔ میں کچھ ادھ پڑھ' ان پڑھ سا بندہ ہوں نہیں صحیح بات بتا سکوں یا نہ "میں اس پتے کو ہتھیلی پر رکھ کر گھورتا ہوا گراؤنڈ میں آ کر بیٹھ گیا وہیں میں نے خط لکھنا شروع کیا۔ فون کرنے یا خود ملنے کا احتواء مجھ میں نہ تھا۔ خط میں میں نے خوب بھڑاس نکالی۔ لمبا چوڑا خط پوسٹ کیا اور بھول گیا۔ چند دنوں بعد مجھے کالج کے پتہ پر ایک لفافہ ملا۔ اس میں ایک چھوٹے سے کاغذ پر چھوٹا سا خط تھا۔ نفیس لکھائی میں میرے خط کا جواب تھا۔ اس میں تو کوئی جواب نہ تھا یہ تو خود ہی میرے لئے سوال بن گیا۔ آپ بھی پڑھئے۔

عزیزی حمزہ!

سلامت رہیں

ابھی آپ خدمت کے متعلق سوچ رہے ہیں۔ مشورے لے رہے ہیں۔ جب آپ کا ایمان ہو جائے گا کہ اصل فلاح اسی میں ہے تو سوال خود ہی بند ہو جائیں گے۔ سوال کی جگہ جواب بننے کی کوشش کرو۔۔۔۔ دعاؤں کے پاس۔۔۔۔ مخلص

اس دن میں بہت پریشان تھا۔ کالج میں سائیکل پر آتا جاتا تھا مگر اس دن مجھے یوں لگا میں سائیکل تک نہیں چلا سکوں گا۔ سائیکل ہاسٹل ایریا میں رکھوائی اور پیدل چل پڑا۔ مجھے اپنے آپ سے نفرت ہو رہی تھی "ساری خرابی میرے اندر ہی ہے۔ میرے چہرے میں بھی ہے جو میرے کسی قصور اور مرضی کے بنا مجھ پر مسلط کر دی گئی ہے۔ اسی لئے سبھی لوگ مجھ سے نفرت کرتے ہیں۔ میری باتوں' میرے سوالوں کے صحیح جواب نہیں دیتے۔ مجھے بیوقوف سمجھتے ہیں۔ شاید میری شکل ہی ایسی ہے۔ میں نے غصہ سے اپنی ناک مروڑی۔ "کیسی لمبی ناک ہے۔ کبھی تو ٹیڑھی لگتی ہے" میں سولہ سترہ سال کا تھا سو قد تیزی سے بڑھ رہا تھا۔ فرسٹ ائر میں تھا۔ گھر والوں' عزیزوں' دوستوں کسی کی طرف سے مجھے محبت کا اعتماد نہ ملا تھا۔ کسی نے کبھی اظہار بھی نہ کیا تھا۔ شکل کا بھی عموماً مذاق ہی بنایا جاتا تھا۔ "چلتے ہوئے تو میں اونٹ لگتا ہوں۔ لمبی ٹیڑھی ناک والا' احمق اونٹ" میں نے بے رحمی سے خود کو کمنٹ دیا اور ایک پتھر کو زور سے ٹھوکر ماری۔ پتھر سڑک کے اندر گڑا ہوا تھا لہٰذا خوب درد ہوا۔ "کتنی بڑی مصیبت ہے یہ زندگی بھی اللہ کرے مر ہی جاؤں میں" میں نے جھنجھلا کر یا شاید مرنے کی تدبیر کرنے کو سڑک پر نظر دوڑائی جو ایک میرے ہم عمر لڑکے پر جا کر رکی۔ اس کی ہیئت کذائی دیکھ کر مجھے اس کیفیت میں بھی ہنسی آ گئی۔ اس نے ایک کندھے پر کپڑوں کا بیگ ایک کندھے پر کتابوں کا تھیلا ایک ہاتھ میں بیٹ بازو پر فٹ بال دوسرے بازو پر مزید کتابیں ہاتھ میں ٹیپ ریکارڈ اٹھایا ہوا تھا اور کئی چھوٹی چھوٹی چیزیں ان چیزوں پر اٹکائی ہوئی تھیں۔

"خدا کی پناہ! پوری پک اپ کا سامان اٹھایا ہے اس نے "میں اسے دیکھ کر محظوظ ہوئے بنا نہ رہ سکا۔ اسی وقت اس کا پاؤں اٹکا اور وہ کچھ چیزوں کو اپنے اوپر اور کچھ کو نیچے لے کر گر پڑا۔ میری ہنسی چھوٹ گئی۔ اسی وقت اس نے پہلی دفعہ میری طرف دیکھا اس کی بے حد خاموش خالی اور شاید روئی ہوئی آنکھوں میں عجیب سی مدھم سی چمک آئی۔ میں خود بخود ہی اس کی طرف بڑھا۔ پہلے اس کو اٹھایا پھر کچھ چیزیں اس کو تھمائیں باقی خود اٹھا لیں۔ اس کا ایک ہاتھ خالی ہو گیا تو اس نے میری طرف ہاتھ بڑھایا "میرا نام شہیر ہے اور آپ کا؟" اس کا لہجہ خالی خالی سا تھا۔ میں اس کے ساتھ اس کے گھر کی طرف چل دیا جو میرے رستے ہی میں آتا تھا

"کتنا بھولا سا گول خوبصورت چہرہ ہے نا اس کا۔ جسے دیکھ کر ہی سب کو پیار آئے" میں نے

"نگہداشت"

ایک بچہ اپنے سکول کی لائبریری میں گیا اور لائبریری سے بچوں کی نگہداشت کے موضوع پر کتاب طلب کی۔ لائبریرین نے کتاب دی اور پوچھا: "بیٹا! یہ آپ کے ابو نے منگوائی ہے یا امی نے؟"

بچہ بولا: "جناب! میں خود دیکھنا چاہتا ہوں کہ میرے والد نگہداشت صحیح کر رہے ہیں یا نہیں!"

(روبینہ کوثر آکاش...... منگلا)

شبیر کو کنکھیوں سے دیکھا "اور میرا؟" میں نے نفرت سے سوچا اور ایک اور شکایت اللہ جی کو رجسٹر کرا دی۔ شبیر کا گھر آیا تو اس نے مجھے اندر آنے کو کہا۔ ہم نے پیپسی پی۔ ٹی وی دیکھا۔ ہلکی پھلکی گپ شپ کی اور لطیفے سنا کر خوب ہنسے۔ اس کے گھر میں اور کوئی نہ تھا۔ اس نے بتایا کہ وہ اکلوتا ہے اور امی ابو دونوں جاب کرتے ہیں۔ میرا دل پھر دھوئیں سے بھرنے لگا "ایک ہمارا گھر ہے ہر وقت رش ہی رہتا ہے۔ اپنی مرضی کا کوئی کام ہی نہیں کر سکتے اللہ جی! آپ مجھے پیدا کرنے سے پہلے پوچھ تو لیتے کس فیملی میں جانا ہے؟" شبیر مجھے دروازے پر رخصت کرنے آیا تو اس کی آنکھیں روشنی سے بھری ہوئی تھیں اور میرے لئے پیار سے بھی اس کے لہجے میں اب جان تھی۔ اس نے میرا ہاتھ پکڑا پھر مجھے گلے سے لگا کر خوب بھینچا "عجیب آدمی ہے" میں جاتے ہوئے سوچ رہا تھا۔ میں نے کون سا اس پر کوئی بڑا احسان کیا ہے۔ یوں قربان جانے کی کیا ضرورت ہے" یہ اور بات تھی کہ مجھے اس کا یوں کرنا اچھا لگا تھا

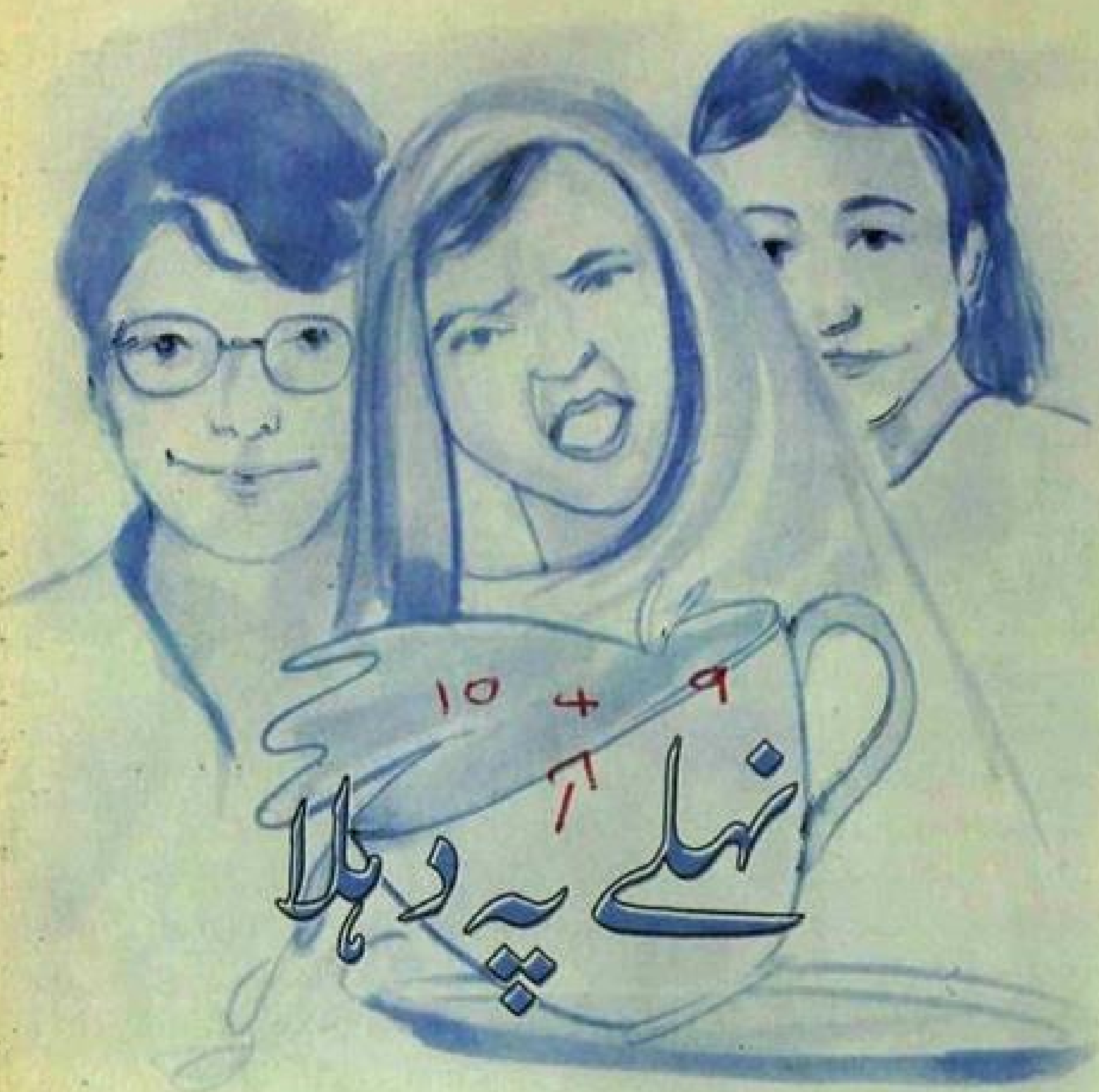
میری اور شبیر کی ہولے ہولے دوستی ہو گئی۔ دوستی میں سارا ہاتھ شبیر ہی کا تھا وہ جب میری طرف دیکھتا اس کی آنکھیں بھری ہوتیں جذبے سے جذب سے وہ میرا بے حد شکریہ ادا کرتا۔ بیٹھے بٹھائے اس کو جانے کیا سوجھتی اور میرا ہاتھ پکڑ کر کہتا "تھینک یو حمزہ! تھینک یو ویری مچ! میں وجہ پوچھتا تو کہتا "بس دل چاہ رہا تھا" میں اس کو تسلیم کرنے کی بجائے حیران ہی ہوتا رہتا اس کے ساتھ مسئلہ کیا ہے؟ یقیناً شرارت سے ایسا کرتا ہے۔ میں خود کو تسلی دیتا۔ شبیر نے میرے کالج میں داخلہ لے لیا۔ میرے لئے اس کی ساری عادتیں ہی عجیب تھیں یا ہو گئیں تھیں۔ میرے برعکس اس کے بہت سارے دوست تھے پھر بھی مجھے احساس رہتا کہ وہ مجھے سب سے زیادہ اہمیت دیتا ہے۔ اتنے پیارے 'من کے اجلے پورے لوگوں سے زیادہ توجہ نے مجھے تھوڑا سا اعتماد دیا۔ اس کو ویلفیئر کے کاموں سے بڑا انٹرسٹ تھا۔ اس کی گفتگو کا بڑا موضوع غریب لوگ 'غریب بچے' غریب بوڑھے ہی ہوتے۔ پیسے سے 'زبان سے' جان سے وہ ہر ایک کے کام آنا چاہتا تھا اور جب موقع ملتا تھا ایسا کر گزرتا تھا۔ اس نے ایک کلب بھی اسی مقصد کے لئے بنا لیا تھا۔ اس کے ساتھ رہنے کی وجہ سے مجھے بھی ان کاموں میں حصہ لینا پڑتا تھا مگر مجھے کبھی اس کی بات کی سمجھ نہ آئی تھی۔ میرے سوال پر میرے اندر ویسے ہی موجود تھے مگر اوپر سے میں ٹھنڈا پڑ گیا تھا۔ یہ سب شبیر کے قرب کی وجہ سے تھا۔ اب میں نے دل میں نہ سہی اپنے رویے میں بڑی تبدیلی محسوس کی تھی۔ امی ابو سے 'بہن بھائیوں' عزیزوں عام لوگوں سے بدلے طریقے سے بات کر لیتا۔ شبیر مجھے محبت 'خدمت اور شکر گزاری کا مفہوم سمجھانے میں بہت وقت لگا مگر مجھے اپنے دل میں کبھی بھی اترتا محسوس نہ ہوتا۔ لوگ ہمیں یار غار کہتے' کبھی رومیو جولیٹ۔ شبیر انجوائے کرتا مگر میں بہت چڑتا تھا۔

"مجھے تو بس عادت ہو گئی ہے شبیر کی۔ ہم تو بس ویسے ہی ساتھ رہتے ہیں۔" جب بھی میں یہ وضاحت کرتا شبیر کی آنکھوں کی روشنی اور چہرہ ماند پڑ جاتا مگر وہ مجھے روکتا نہ تھا۔ پچھلے کچھ عرصہ سے میرا بہت دل چاہتا کہ میرے اندر بھی کوئی یقین آ سمائے' میں بھی ٹھیک سے سانس لے لوں۔ میں نے پہلی مرتبہ انتظار کی کیفیت محسوس کی۔ اب ہم فورتھ ایئر میں ہیں۔ ایک ماہ پہلے کی بات ہے شبیر کو ہلکا سا بخار ہوا۔ اس نے پروا نہ کی تو میں نے بھی نہ کی مگر دس پندرہ دن مسلسل ہلکے بخار کے بعد اس پر ٹائیفائیڈ کا شدید اٹیک ہوا۔ تب مجھے یوں لگا ساری دنیا اندھیر ہو گئی ہے۔ جیسے شبیر کو کچھ ہو گیا تو سورج نہیں نکلے گا۔ میرا دل چاہا میں دہائی دوں۔ لوگو! دیکھو میری متاع عزیز لٹی جا رہی ہے۔ میں ساری رات ہاسپٹل میں اس کے سرہانے بیٹھا رہتا۔ میں نے زندگی میں پہلی مرتبہ کسی کے لئے اپنی محبت کا اعتراف کیا اور جب شبیر نے ٹھیک سے آنکھیں کھولیں اور ان میں روشنی اور پیار کی جھلک نظر آئی تو میں پھر فرار ہو گیا۔ خود سے 'اپنے محسوسات سے۔ تب شبیر نے اپنے کانپتے ہاتھوں سے میرا ہاتھ پکڑا' مجھے اپنے بیڈ پر بٹھا لیا۔ "حمزہ! تم جانتے ہو مجھے تم سے بہت محبت ہے' بولو تم جانتے ہو۔" او خدایا اس نے پہلی مرتبہ بلکہ میری زندگی میں پہلی مرتبہ کسی نے مجھ سے اپنی محبت کا اظہار کیا تھا۔ میں بت بنا بیٹھا صرف اس کی آنکھوں کو تک رہا تھا۔ آج مجھے ان میں شرارت بھی نظر نہ آئی۔ "میں تمہیں اپنی ہر خوشی' ہر پریشانی میں اپنے پاس دیکھنا چاہتا ہوں۔ تم کیوں بھاگتے ہو' کیوں جھٹلاتے ہو؟ تم نے مجھ سے کبھی نہیں پوچھا کہ میرے من میں کیا ہے؟ میں تمہارے من کی ساری باتیں جانتا ہوں ہاں ایک بات نہیں جانتا کہ تمہیں منہ سے الفاظ سے محبت کے اظہار کی ضرورت ہے۔" میں اس کا چہرہ تکنے لگا۔ "ساری باتیں؟"

"تم نے کبھی نہیں پوچھا کہ پہلے دن جب تم مجھ سے ملے تھے میں اتنی ساری چیزیں کیوں اٹھائے ہوئے تھا۔" سنو اس دن میں نے اپنا ہاسٹل کا کمرہ خالی کیا تھا۔ مجھے کالج سے نکال دیا گیا تھا۔ خراب رزلٹس کی وجہ سے خراب صحبت کی وجہ سے۔ امی ابو لائق ترین ڈاکٹر میں شمار ہوتے ہیں' اپنی واحد اولاد سے ان کی ساری توقعات وابستہ تھیں مگر ساری توجہ اپنے پروفیشن کے لئے تھی۔ کبھی تو وہ ساری رات گھر نہ آتے تھے۔ مجھے آزادی اور پیسہ دونوں میسر تھے بگڑنا مشکل کام نہ تھا۔ کالج پہنچا تو ابو نے مجھے ہاسٹل میں داخل کرا دیا کہ پابندیاں ہوں گی تو سدھر جائے گا۔ مگر وہاں جا کر تو رستے نکل آئے۔ اس دن پرنسپل صاحب نے مجھے خوب سخت سست سنائیں۔ کالج سے نام خارج کیا اور میں ہاسٹل سے اپنا سارا سامان اٹھا کر پیدل نکل آیا۔ میرے بیگ میں خواب آور گولیوں کی بھری ہوئی شیشی تھی اور میرا ارادہ خودکشی کا تھا۔ میں ابو کا سامنا نہ کر سکتا تھا اور نہ ہی کرنا چاہتا تھا۔ امی ابو کے لئے سارا سامان میری آخری نشانی تو ہو گا اور میں اپنے گھر خودکشی کرنے جا رہا ہوں۔ مجھے کچھ دکھائی سجھائی نہیں دے رہا تھا۔ پھر مجھے تم نظر آئے۔ میرے اوپر ہنستے ہوئے تم مجھے بہت اچھے لگے۔ اس اندھیرے میں تمہاری ہنسی روشنی کی طرح تھی۔ میں تمہاری شخصیت سے بہت متاثر ہوا۔ پھر ہم گھر گئے' ہم نے باتیں کیں' خوب ہنسے پھر جب ہم جانے لگے تو مجھ پر یہ حقیقت بالکل ایمان کی طرح اتری کہ اگر میں خودکشی کر لیتا تو اس پیارے سے لڑکے (جس نے اجنبی ہونے کے باوجود میری مدد کی) کے ساتھ اتنا اچھا وقت گزارنے کا موقع نہ ملتا اور جانے اللہ نے کتنے اچھے وقت اور لوگ میرے حصے میں رکھے ہوں اور یہ بھی کہ کتنے لوگوں کو اتنی سی توجہ جان سے گزرنے سے بچا لے گی۔ اس دن تم نے صرف میری کتابیں اٹھانے میں میری مدد نہ کی تم نے مجھے زندگی دی۔ اللہ نے تیرے ہاتھوں کتنی بڑی خدمت کرائی۔ وہ رو نہیں رہا تھا نہ سسک رہا تھا ہاں اپنے آنسو میرے ہاتھوں میں پکڑے میرے ہاتھوں سے پونچھ رہا تھا اور میرے میں تو اتنی جان بھی نہ تھی کہ آنسو ہی نکل آتے۔ شبیر کہہ رہا تھا۔ "تم نے صرف مجھے خالی خولی زندگی نہ دی بلکہ تب میں میرے دل میں شکر گزاری کا بیج پڑا اور پیار کا وہ اتنی جلدی بڑا ہوا ہے کہ میں خود حیران ہوں اس سے کئی بڑی بڑی شاخیں نکلی ہیں اور اتنے پھول لگے ہیں کہ میرا دل سجا ہوا ہے' مہکا ہوا ہے۔ حمزہ! تو نے مجھے بتایا کہ خدمت کیسی ہوتی ہے؟ محبت کیسی ہوتی ہے۔ میں تجھ سے محبت نہ کروں تو کیا کروں۔"

ہاں اب میری جان میں جان آئی ہے تو آنسو بھی بہہ نکلے ہیں۔ ہاں مجھے اب بھی نہیں معلوم کہ خدمت کیا ہوتی ہے؟ محبت کیا ہوتی ہے؟ مگر یہ پتا چل گیا کہ کیسے یہ مرے ہوؤں کو زندہ کرتی ہے۔ میں اپنے دل میں جھانکتا ہوں ارے یہ کیا! اس میں تو ننھے ننھے پودے پہلے سے ہی موجود ہیں۔ بس ان پر لاعلمی کی ناقدری کی گرد جمی ہوئی ہے۔ کہیں کوئی بھولی بسری ٹھنڈی سی آواز بھی ہے۔ "جب تمہارا ایمان ہو جائے گا کہ اصل فلاح اسی میں ہے تو سوال خود بخود بند ہو جائیں گے۔" اٹھو شبیر! میں بھی جواب بننا چاہتا ہوں تمہاری طرح......اور آج میں بیٹھ کر ان لوگوں کی فہرست مرتب کر رہا ہوں جن کا مجھے شکر گزار ہونا ہے' شکریہ ادا کرنا ہے اور اللہ جی! پہلی باری اور پہلا حق تو آپ کا ہی ہے کہ آپ نے شبیر کو مجھ سے ملایا جس کو دیکھتے ہی اب میری آنکھوں کی روشنی بڑھ جاتی ہے۔

ایک شرارت کا قصہ
جس نے ایک جوابی شرارت کو جنم دے دیا تھا



نہلے پہ دہلا

زاہدہ فضل الحق ملتان

میرے بھائی جان میڈیکل کالج میں زیر تعلیم تھے اور ہاسٹل میں رہتے تھے جب بھی وہ چھٹیوں میں گھر آتے تھے میری شامت آجاتی تھی۔ ہر وقت حکم صادر فرماتے رہتے تھے یہ کرو وہ نہ کرو۔ اس کے علاوہ بادشاہ سلامت کے سامنے بازار کی چیزیں کھانے کی ممانعت تھی۔ درختوں پر چڑھ کر کچی کیریاں کھانا منع تھا۔ اپنی فرینڈز کو گھر بلا کر کچن میں نئے نئے تجربات کرنا منع تھا۔ یوں ان کی وجہ سے جان مشکل میں تھی۔ آخر ایک دن مجھے موقع مل ہی گیا۔

وہ جمعہ کا دن تھا ابو کسی کام کے سلسلے میں لاہور گئے ہوئے تھے دوا جان اور بھائی جان گھر پر ہی تھے صبح سے لائٹ گئی ہوئی تھی۔ کسی کے کپڑے بھی استری نہیں ہوئے تھے اور ادھر نماز سے دیر ہو رہی تھی اسی غصے میں بھائی جان نے چھوٹے بھائی سے کہا "بلی شرفو کو بلا کر لاؤ" بلی کے کان پر بھی مکھی نے اسی وقت بیٹھنا تھا جو وہ شرفو کو ابو سمجھا ابو تو گھر پر نہیں تھے وہ میرے پاس آیا میں نے کہہ دیا جاؤ دوا ابو کو بلا لاؤ"

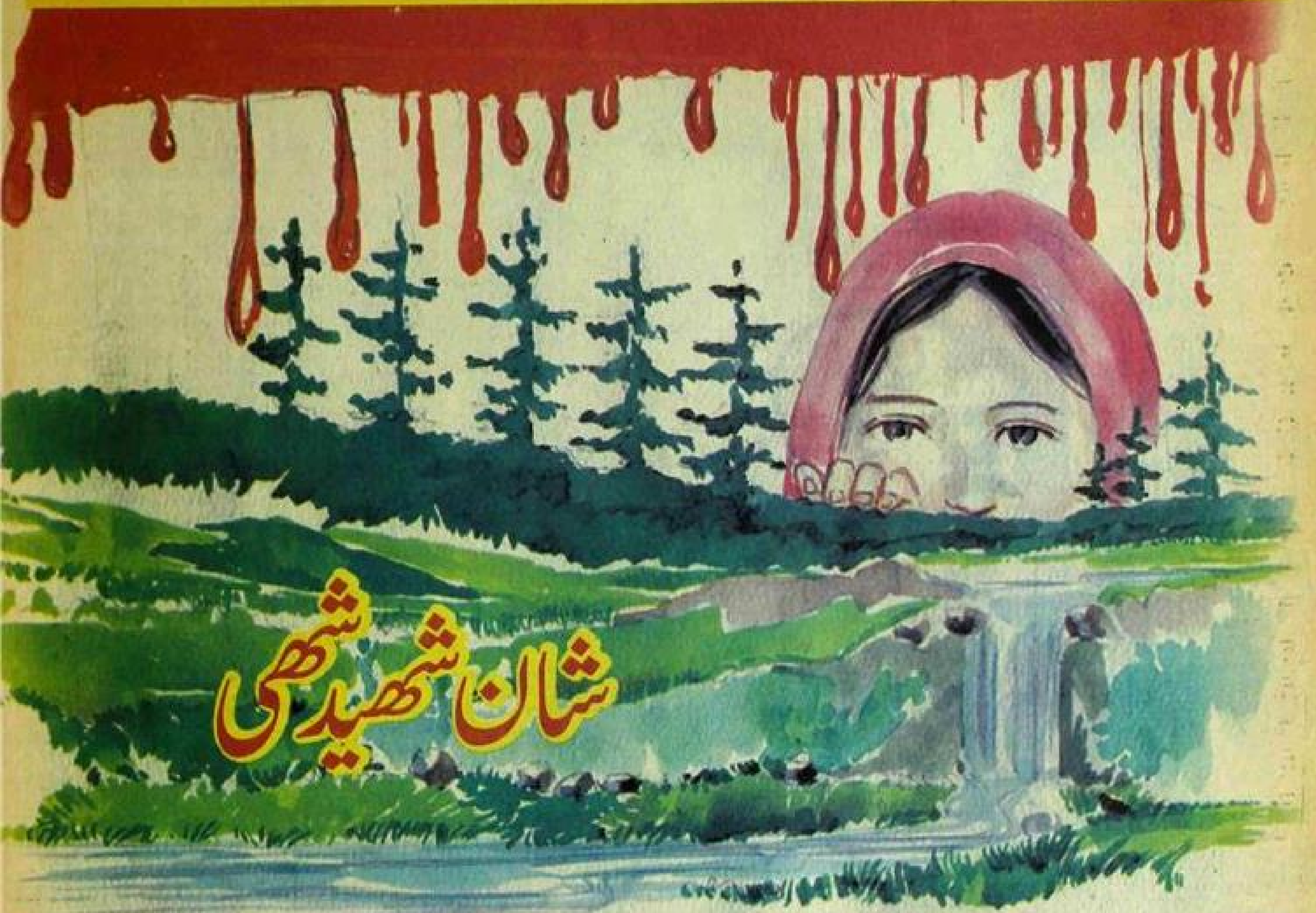
چھوٹا بھائی وہاں پہنچا اور کہا "دوا جان آپ کو بھائی جان بلا رہے ہیں" وہ مجھے بلا رہا ہے؟ صاحب زادے گھاس تو نہیں چر گئے" دوا جان نے غصے سے کہا "نہیں وہ تو میرے سامنے بکری نے سارا کھا لیا تھا۔ بھائی جان کے لئے نہیں بچا" بھائی نے معصومیت سے جواب دیا۔

خیر دوا جان نے غصے میں کھولتے ہوئے اپنی چھڑی سنبھالی اور بھائی جان کے کمرے میں پہنچے۔ بھائی جان دروازے کی طرف سے منہ موڑ کر شرفو اور بجلی والوں کو کوستے ہوئے ہاتھوں میں سر دیئے بیٹھے تھے۔ دروازے میں آہٹ سن کر سمجھے کہ شرفو آیا ہے بولے "تھوڑا سے پیشتر مرگیا ہوتا تمہیں اب فرصت ملی ہے یہاں آنے کی گھنٹے سے انتظار کر رہا ہوں" بہت بہتر جناب ابھی مرغا بنتا ہوں کیونکہ بننے سے زیادہ بنانے میں مزہ ہے" دوا جان نے جواب دیا اور دھڑ سے ان کی چھڑی بھائی کی کمر پر پڑی۔ وہ دوفٹ اوپر اچھل کر ان کے قدموں میں گر پڑے۔ شرم نہیں آتی ایک تو حکم صادر فرمایا کہ کمرے میں آؤ اوپر سے ایسی اعلیٰ فرمائش بھی شروع کردی۔ دوا جان گرجتے ہوئے بولے۔

دوا جان آ...... آ...... آپ وہ میں نے تو شرفو کو بلایا تھا بھائی جان نے وضاحت کی تب بڑی مشکل سے معاملہ ٹھنڈا ہوا۔

ادھر میں یہ کارنامہ عنبر آپی کو مزے لے لے کر سنا رہی تھی جب بھائی جان کمرے کے سامنے سے گزرے۔ اگلے دن میں دادی جان کے ساتھ صحن میں بیٹھی ہوئی باتیں کر رہی تھی اچانک بھائی جان کی آواز آئی کہ چائے پلاؤ۔ جب میں چائے لے کر جانے لگی تو دادی جان کی محبت نے جوش مارا اور انہوں نے کہا "لاؤ آج میں اپنے ہاتھ سے اپنے ڈاکٹر پوتے کو چائے دے کر آتی ہوں" خیر جناب دادی جان نے چائے لی اور بھائی جان کے کمرے کی طرف چل پڑیں۔

جب دادی جان چائے لے کر کمرے میں پہنچیں تو پھسل کر گر پڑیں۔ بھائی جان گرنے کی آواز سن کر قہقہہ لگا کر ہنسے بولے اب آیا مزہ یہ مکھن میں نے ہی ملا تھا تاکہ تم آکر گرو۔ اب جو پلٹ کر دیکھا تو ان کے ہوش و حواس چھوڑ گئے کیونکہ فرش پر میں نہیں بلکہ دادی جان گری ہوئی صورت حال پر غور فرما رہی تھیں اور ٹوٹا ہوا چائے کا کپ فرش پر پڑا ہوا اس طرح مطمئن تھا جیسے برسوں سے اس کی یہی تمنا تھی جو آج بر آئی۔ جب بھائی جان انہیں اٹھانے کے لئے آگے بڑھے تو وہ خود بھی گر پڑے۔ بڑی مشکل سے دونوں اٹھے پھر جو دادی جان کی صلواتیں شروع ہوئی ہیں تو بھائی کے چودہ بلکہ (میرے بھی ملا کر) اٹھائیس طبق روشن کر کے ہی ختم ہوئیں۔ ناہنجار ایک میں تیرے لئے بڑی مشکل سے چائے لے کر آئی ہوں اس پر تو نے مجھ سے یہ حرکت کی۔ یہی تربیت دی ہے ہم نے تجھے" بھائی جان اس افتاد سے گھبرا گئے کہ کل دوا خان سے ڈانٹ پڑی۔ آج دادی جان ان کی پیروی کرنے لگ گئیں۔ کیا پتا کل امی بھی ان کے پیروکاروں میں شامل ہو جائیں۔ بڑی مشکل سے جان چھڑا کر امی کے کمرے کی طرف بھاگے۔ امی میں آج ہی شاہد کے گھر چھٹیاں گزارنے جا رہا ہوں مجھ سے آپ لوگوں کی یہ نوازشیں ہضم نہیں ہوتیں" بھائی جان نے امی سے کہا۔ یہ الفاظ سن کر میں اپنی فرینڈز کو فون کرنے کے لئے بھاگی، آخر ہم نے درختوں پر چڑھ کر کیریاں بھی تو کھانی تھیں اور کچن میں نئے نئے تجربات بھی کرنے تھے۔



شانِ شہیدی

ڈاکٹر اظہر اے انور

اللہ سے محبت اور پیار کا ماں جی نے ایک نیا روپ دکھایا اور سکھایا تھا۔ خوبصورت سی محفل برخواست ہو گئی لیکن میری آنکھوں میں اپنی کوتاہیوں اور لغزشوں کے سائے ساری رات لہراتے اور ڈراتے رہے تھے پھر خیال آتا کہ جب ماں اپنے بچے کی بڑی سے بڑی لغزش کو بھی ذرا ڈانٹ ڈپٹ کے معاف کر دیتی ہے تو اپنے بندے کی بڑی سے بڑی لغزش پر بھی (بندے کے نادم ہونے پر) ضرور معاف کر دے گا۔ مختلف موقعوں پر ماں جی کی سنائی گئی کتنی ہی باتیں میرے ذہن میں ایک ترتیب کے کسی گلدستے کی طرح جڑتی اور مہکتی چلی جا رہی تھیں۔

ایک حدیث مبارکہ مجھے بے اختیار یاد آ رہی تھی جسکا مفہوم یہ تھا کہ بہترین خطا کار وہ ہیں جو کثرت سے توبہ کرتے ہیں اور جو شخص کثرت سے استغفار کرتا رہتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کو راضی کرتا رہتا ہے۔ ایک دوسری جگہ حضور اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر کسی مومن بندہ کی آنکھوں سے ندامت اور اللہ کے خوف سے آنسو نکل آئیں اگرچہ وہ مکھی کے سر کے برابر ہوں تو اس چہرہ پر اللہ تعالیٰ جہنم کی آگ حرام فرما دیتے ہیں۔ میں نے اسی لمحے اپنے پیارے اللہ کے حضور نم آنکھوں سے اپنے ہاتھ اٹھا دیئے کہ اے مولا دانستگی اور نادانستگی میں کی جانے والی اپنی اس بندی کی ساری کوتاہیاں معاف فرما دے اسے اپنی رحمت سے ڈھانپ لے اور اسے اپنے شکر گزار بندوں میں شامل کر دے۔ پھر مجھے اپنی آزمائشوں کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ کی رحمت کے وہ سارے مظاہر یاد آتے چلے گئے جنہوں نے ایک کم سن بچی کو ہمیشہ اپنی پناہ اور حفاظت میں لئے رکھا۔ پہلے باپ اور پھر ماں کے گھنیرے سائے سے محرومی کے ساتھ ہی اللہ نے مجھے اپنے پسندیدہ مجاہد بندوں کے ذریعے اپنی ایک مقرب بندی اور اسکی شفقت اور مہربانیوں کو سونپ دیا۔ اللہ نے اتنے محفوظ ہاتھوں اور نرمی و گداز سے مجھے پروان چڑھایا کہ شاید میری حقیقی ماں بھی مجھے اتنی آگہی اور اپنے اللہ سے محبت نہ سونپ سکتی۔ قرآن اور پھر اپنے دین کی سمجھ دی اور اس علم کو دوسرے انہیوں تک پہنچانے کیلئے بھی۔ مری زبان میں رس اور شرینی بھر دی میرے لفظوں میں اتنا اثر رکھا کہ دوسرے ان کے مفہوم سے متاثر بھی ہوتے اور پھر اپنی زندگیوں کو بدلنے کی کوشش بھی کرتے۔

رات کتنی ہی بیت گئی تھی میرا تکیہ اپنے مولا کی رحمتوں اور پیار کی شکر گزاری کی نعمت سے سپاس گزار آنکھوں سے بھیگتا چلا جا رہا تھا پھر مجھے گذشتہ کل کا وہ سارا واقعہ یاد آ گیا جب ماں جی مجھے اپنے ساتھ لیکر ایک خاص گھر میں گئی تھیں شاید دوپہر کا وقت تھا ہم منزل بہ منزل بنی ہوئی سادہ جھونپڑ کروں اور خیموں کی چڑھائیاں چڑھتے چڑھتے پہاڑ پر خاصا اوپر چلے گئے تھے۔ ماں کا دم مسلسل غیر ہموار اور اونچی نیچی مصنوعی سیڑھیاں چڑھتے پھولتا جا رہا تھا وہ سانس لینے کو ایک جگہ رک گئیں۔ میں نے اس بلندی سے نیچے نظر دوڑائی تو دور دور تک خیموں اور کچی پکی جھونپڑیوں اور کمروں کا شہر آباد دیکھا شاید پہلے میں نے کبھی اس بڑی ساری آبادی پر غور نہیں کیا تھا۔

نسبتاً ہموار پہاڑی کا نشیبی حصہ سب سے پہلے آباد ہوا تھا۔ بعد میں آنے والے مہاجر اس بلند پہاڑ پر اونچائی کی طرف اپنے خیمے لگاتے اور جھونپڑیاں بناتے چلے گئے تھے ہر مہاجر فیملی کے حصے میں اوسطاً 15 سے 20 فٹ تک پہاڑی کا حصہ آتا تھا۔ اسی کو توڑ اور کاٹ پیٹ کے ہموار بنایا جاتا دروازوں کا تو رواج

ہی نہ تھا۔ ہر خیمے یا جھونپڑ کمرہ کے داخلی رستے پر بوسیدہ میلا سا پردہ یا کوئی سوراخوں سے بھری بوری لٹکی نظر آ رہی تھی بس چند پختہ کمروں کے دروازے ہی نظر آ رہے تھے۔ کمروں سے آگے چند فٹ کی جگہ ہموار بنا کے گلی اور صحن کا روپ دے دیا گیا تھا۔ پتھروں کی نامکمل دیواروں پر سوکھتے کپڑوں کی قطاریں ایک عجیب سا نقشہ دکھا رہی تھیں۔ ان ہی مختصر راہ داریوں پر کمروں کا میلا پانی تیرتا پھر رہا تھا اس سے بھی جگہ جگہ پھسلن اور ناگوار سی سیلن کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔ ہم دونوں بچ بچا کے چڑھائی چڑھتی جا رہی تھیں۔ سانس ہمارا کچھ کچھ پھولا ہوا تھا۔ رفتار خاصی کم ہو چلی تھی مطلوبہ جھونپڑ کمرے کے قریب پہنچے ہی تھے کہ اندر سے کسی خاتون کے زور زور سے بکنے جھکنے کی آوازیں آنا شروع ہو گئیں۔ ہم دونوں ساکت سے کھڑے رہ گئے۔ یکطرفہ گولہ باری کے جواب میں جب کوئی آواز سنائی نہ دی اور گولہ باری بھی کچھ مدھم ہو گئی تو ہم آہستگی سے آگے بڑھے اور داخلی رستے کے پردے کے نزدیک جا کھڑے ہوئے۔ ماں جی نے مدھم سی آواز میں اہل خانہ کو پکارا ذرا سی دیر میں آستین چڑھائے ایک ادھیڑ عمر خاتون دروازے پر آ کھڑی ہوئی۔ اگلے ہی لمحے اسکی سخت بے مہر آنکھوں میں شناسائی کی ذرا سی چمک لہرائی۔ وہ ماں جی کو یقیناً پہچان گئی تھی۔ اس نے ایک طرف ہٹ کے ہمیں راستہ دیا۔ ماں جی اور میں سلام لیتے ہوئے اندر داخل ہو گئے۔ ایک دھوئیں سے کالی دیوار کے پاس رکھے چولہے کے نزدیک ایک 8'10 سالہ بچی ہاتھوں سے ابلے چاول کھانے میں اس قدر مصروف تھی کہ اس نے ہم دونوں پر ایک نگاہ غلط انداز ڈالنا ہی کافی سمجھا اور پھر سے اپنے کام میں مصروف ہو گئی۔ قریب ہی ایک جھلنگا سی چارپائی پر ایک معذور شخص دراز تھا۔ اگر اس حالت کو دراز کہا جا سکتا تھا اس ادھیڑ عمر شخص کی۔ دونوں ٹانگیں رانوں کے درمیان سے غائب تھیں ایک بازو غائب تھا اور چہرے کا آدھا حصہ مسخ ہو چکا تھا۔ جب اس نے ہماری طرف مڑ کر دیکھا تو وہ اپنے واحد ہاتھ کی پشت سے اپنی دونوں آنکھیں صاف کر چکا تھا۔ جو مندی مندی اور سرخ سرخ نظر آ رہی تھیں اس کے چہرے کی بے چارگی دیکھ کر میں کٹ کے رہ گئی۔ یہ مقبوضہ کشمیر کا ایک جواں ہمت اور شیر دل غازی تھا جو اللہ کی راہ میں اپنے نصف جسم کی قربانی دے آیا تھا اور اب کسمپرسی کا شکار ہو کر اپنی بیوی کی کڑوی کسیلی باتیں اور طعنے سن کر اپنے آنسوؤں کی قربانی دے رہا تھا۔ بیوی کی آگ برساتی زبان سے معذوری کے طعنے اور دل جلانے والی باتیں سن کر ماں جی کا چہرہ آزردہ ہو گیا تھا۔ وہ چہرہ جو ہر حال میں اپنے رب کا شکر گزار رہا کرتا تھا اور دوسروں کو حوصلہ اور مسکراہٹ دیتا تھا کبیدہ خاطر دیکھ کر میں بھی رنج اور تشویش کی زد میں آ گئی تھی اور اب اس خاتون کے چہرے پر سختی اور لاپرواہی دیکھ کر مجھے اس فیملی کی بنی بگڑی ساری کہانی صاف نظر آ گئی تھی۔ ماں جی نے بڑی محبت سے سب کا حال چال پوچھا پھر بشیر صاحب سے انکی صحت کے بارے میں دریافت کیا۔ بشیر صاحب کی آواز بہت نرم اور بھیگی ہوئی تھی۔ انہوں نے اپنے اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ادا کیا اور کوئی گلہ شکوہ یا حرف شکایت زبان پر لانے یا کوئی تلخ بات کہنے سے گریز کیا۔ ماں جی نے ان کے متاثرہ ہاتھ کے بارے میں استفسار کیا۔ انہوں نے بتایا کہ ادھورے متاثرہ بازو کی مدد سے اب کچھ نہ کچھ کرنے لائق وہ ہو چلے ہیں ان کی مخصوص بیساکھیاں بھی پاس ہی دھری تھیں۔ ماں جی نے انہیں بتایا کہ کل کسی وقت مصنوعی اعضا کا ایک ماہر ان کے پاس آئے گا وہ ان کو اپنے متاثرہ اعضا کا معائنہ کرا کے مطلوبہ مصنوعی اعضا تیار کرنے میں تعاون کریں۔ اللہ نے چاہا تو عملی طور پر بہت جلد آپ اپنے سارے امور نمٹانے کے قابل ہو جائیں گے۔ بشیر صاحب کا گلا رندھ گیا وہ کچھ بھی نہ بول سکے تھے۔ پھر ماں جی نے کچھ روپے اور راشن کے وہ چھوٹے تھیلے خاتون خانہ کی نذر کیے جو ہم اٹھا کر اور سانس چڑھا کر اوپر لائے تھے۔ اور جن کو رستے میں ماں جی سے لینے کی خاطر میں نے ضد کی تھی اور ماں جی نے کمزور لہجے میں مجھ سے کہا تھا پتر مجھے بھی اعزاز مند ہو لینے دے مجھے بھی ایک نیک اور خوبصورت کام میں حصہ ڈالنے دے۔ تھیلوں میں موجود راشن اور دوسری ضرورت کی اشیاء دیکھ کر خاتون خانہ کی آنکھیں چمک اٹھی تھیں پھر ماں جی نے میرے سر پر رسان سے ہاتھ پھیرا اور بولیں پتر رسول مقبول ﷺ کی اور ان کے پیارے ساتھیوں کی چند پیاری باتیں ان پیارے بندوں کو سنا پھر ہم اجازت لیں۔ ماں جی کی شیریں زبان سے سنے اللہ کے محبوب ترین بندے کے فرمودات مری زبان اور دل سے اکٹھے ہی نکلے تھے۔ حضرت عمر اللہ ان پر رحمت فرمائے ایک بار امہات المومنین کے پاس تشریف لائے وہ ذرا زور سے بول رہی تھیں کچھ نان و نفقہ کے بارے میں گفتگو فرما رہی تھیں حضرت عمر کے آنے پر سب خاموش ہو گئیں۔ کیونکہ تیز آوازیں باتوں کی آواز حضرت عمر نے سن لی تھی تو آپ نے پوچھا کیا آپ نبی اللہ سے بھی تیز آواز میں باتیں کرتی ہیں؟ ان میں سے ایک نے کہا اے عمر تم سخت دل ہو اور ہمارا پالا رحمت العالمین سے ہے تمہارے مزاج میں شدت ہے ہمارا نبی شدید نہیں ہے وہ ناز اٹھانے والا ہے جب ہی تو ہم ان پر ناز کرتے ہیں۔

کسی موقع پر اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا تھا کہ جو شوہر کریم ہوتا ہے اللہ والا ہوتا ہے حلیم المزاج ہوتا ہے عورتیں اس پر غالب آ جاتی ہیں اور کمینے لوگ ان عورتوں پر غالب آ جاتے ہیں۔ پس میں محبوب رکھتا ہوں کہ کریم رہوں چاہے مغلوب رہوں چاہے ان کی آوازیں تیز ہو جائیں میرے اخلاق کریمانہ رہیں اور میں اللہ کی بندیاں سمجھ کر ان کو معاف کر دوں۔ ماں جی نے مری بات میں اضافہ کرتے ہوئے کہا کہ اللہ سے اور اسکے رسول سے محبت کرنے والے ایک بزرگ شاہ ابوالحسن خرقانی تاریخ میں اپنے صبر کے حوالے سے امر ہو چکے ہیں مولانا جلال الدین رومی نے اپنی مثنوی میں اس واقعہ کو بیان کیا ہے کہ ایک علم کا طالب بہت دور دراز سے ابوالحسن کے گھر پہنچا اور آپ کے بارے پوچھا۔ ان کی اہلیہ نے برے طریقے سے اسے جھاڑا اور اپنے میاں کی شان میں اتنی بدزبانی کی کہ وہ شخص بری طرح پریشان ہو گیا کہ الٰہی میں جس عالم سے دین کا علم سیکھنے آیا ہوں اسکا اپنے گھر میں یہ عالم ہے تو باہر کیا عالم ہوگا۔ تفکرات میں گھرا اپنے سفر پر افسوس کرتا وہ وہاں سے پلٹا کسی محلے دار سے پوچھا اس نے بڑے احترام سے بتایا کہ وہ نزدیکی جنگل کی طرف تشریف لے گئے ہیں وہ شخص اس طرف چل نکلا۔

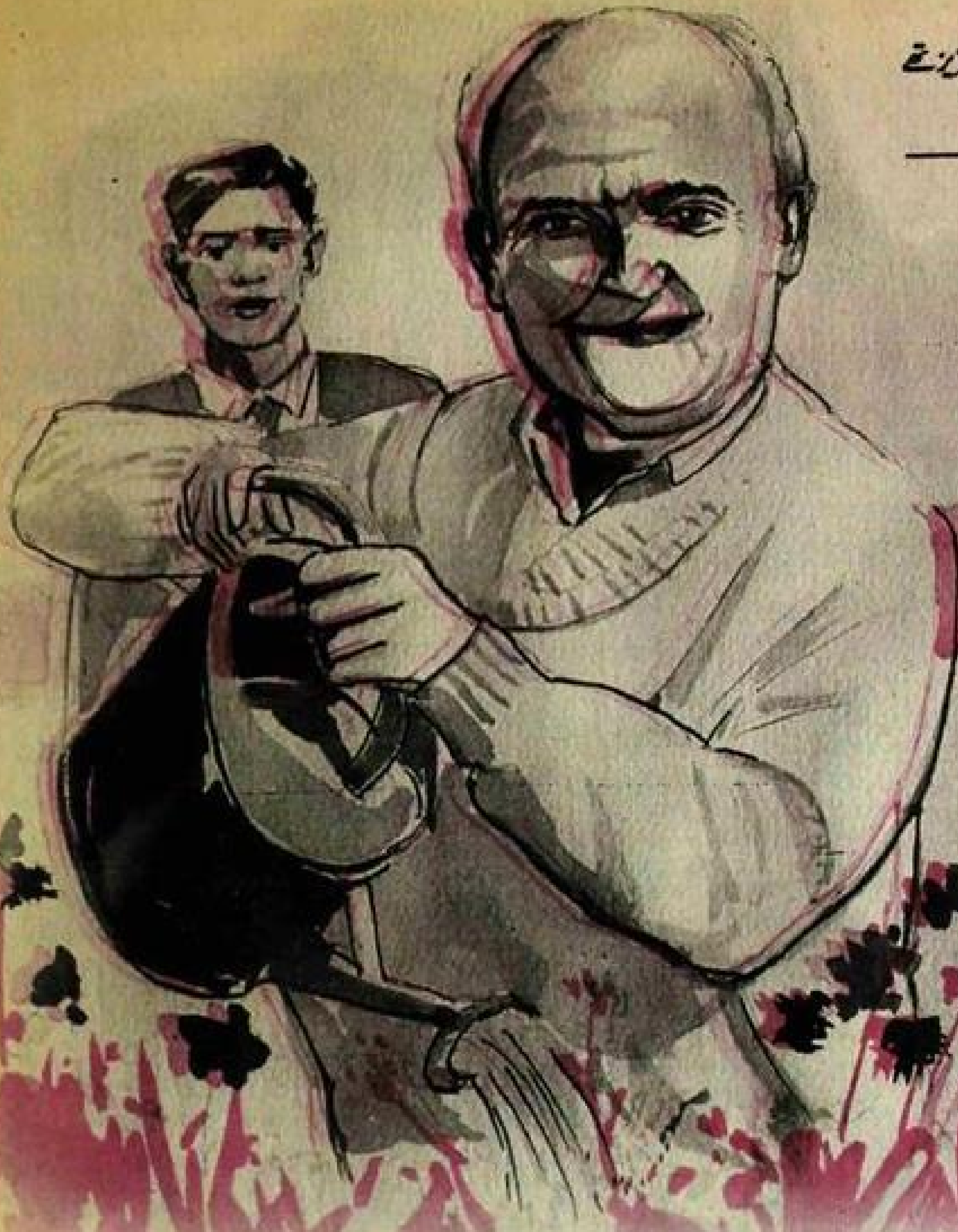
جنگل کے نزدیک پہنچا تو کیا دیکھتا ہے کہ ابوالحسن لکڑیوں کا ایک گٹھڑا ایک شیر کی پیٹھ پر لادے شیر پر سواری کرتے آ رہے ہیں اور ایک سانپ کا کوڑا بھی ہاتھ میں پکڑے ہوئے ہیں۔ اس شخص نے شدید حیرت اور پریشانی سے کہا کہاں یہ عالم کہ اللہ کی مخلوق بھی آپ کے حکم کے تابع ہے اور کہاں یہ عالم کہ آپ کی اپنی اہلیہ آپ کے بارے میں نازیبا کلمات کی برسات کیے ہوئے ہے۔

آپ نے فرمایا یہ میری بیوی کی بدزبانی اور کڑوی باتوں پہ صبر کرنے اور برداشت کرنے کی ہی برکت ہے کہ اللہ نے مجھے اس انعام اور اکرام سے نوازا ہے اور اپنی مخلوق کو میرے زیراثر کر دیا ہے۔ بلاشبہ اللہ کو صبر کرنے اور معاف کرنے سے زیادہ کوئی چیز پسند نہیں ہے۔ دو چیزیں اللہ کے پاس نہیں اور وہی اسے محبوب نہیں ایک عاجزی اور دوسرے آنسو

سارے ماحول پر خاموشی چھائی ہوئی تھی بشیر صاحب کا جھکا سر مزید جھک گیا تھا اور ان کی اہلیہ کے چہرے پر وہ مہرو مروت پھیل چکا تھا جس کے بشیر صاحب حقدار اور اہل تھے اور جسکا پیغام ماں جی نے اسے دے دیا تھا۔ ہم رخصت ہوئے تو خاتون ماں جی کے گلے لگ کر رو پڑیں ماں جی نے دھیرج سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا اور بس یہ کہا اللہ صبر کرنے والوں کو بہت پسند کرتا ہے اور انہیں بہت محبوب رکھتا ہے۔ رخصت ہو کر کچھ دور آئے تو میں نے بے اختیار مڑ کر دیکھا خاتون ابھی تک اپنے ادھورے دروازے پر کھڑی تھیں اور ان کی آنکھیں ایک خاص چمک سے جگمگا رہی تھیں۔

ایک پوتے کی کہانی اسے اپنے دادا اور ان کے خواب بہت عزیز تھے
کوچوان بننے کا شوق رکھنے والوں کیلئے خاص تحفہ

ابھی وقت ہے



عکس حمید

"ہو گو۔ کچھ سنا تم نے!" عقیل نے کھڑکی سے جھانکا
"ہم نے تو نہیں سنا البتہ تم نے سنا ہے تو ہمیں بھی سنا دو"۔ عفریٰ آئس کریم پر تیزی سے ہاتھ صاف کرتے ہوئے بولی "بلکہ بہتر ہو گا کہ نہ ہی سناؤ۔ تنگ آ گئے ہیں ہم تمہاری لونگی بونگی گپوں سے"۔ علیزے نے ناک بھوں چڑھا کر اپنے نادر خیالات کا اظہار کیا۔

"غور نہیں تو کیا۔ پچھلی دفعہ بھی اچھی خاصی ڈانٹ پڑی تھی وجو بھائی سے"۔ سلیمان نے بھی پیچھے رہنا مناسب نہ سمجھا "قسم لے لو اس دفعہ سو فیصد سچی خبر ہے۔ خود سن کر آیا ہوں اپنے گناہگار کانوں سے۔ اور سب سے بڑی بات کہ خبر ہے بھی وجو بھائی کے متعلق"۔ عقیل جلدی جلدی بولا "اچھا تو اب بتا بھی دو" خوامخواہ کا سسپنس پھیلایا ہوا ہے"۔ عفریٰ تنگ کر بولی "تو سنئے حاضرین و ناظرین اور دل تھام کر سنئے کہ ہمارے خاندان کے سب سے ہونہار چشم و چراغ وجیہہ الدین عرف وجو بھائی نے بالآخر ایک طویل انتظار کے بعد اپنے فیوچر پلان کا اعلان کر دیا ہے"۔ عقیل ڈرامائی انداز میں گویا ہوا "واؤ' یہ تو ایک بگ نیوز ہے' یقیناً بزنس کا ارادہ ہو گا" سلیمان نے قیاس آرائی کی "ہونہہ بزنس اور وجو بھائی ہو ہی نہیں سکتا' دیکھنا وہ سی ایس پی آفیسر بنیں گے" عفریٰ نے سلیمان کے خیال کو مکمل طور پر مسترد کرنے کے بعد اپنی سوچ ظاہر کی۔ عقیل جو یہ سب معنی خیز مسکراہٹ کے ساتھ سن رہا تھا بولا: اب میں بھی کچھ عرض کروں' ارشاد' ارشاد کورس میں کہا گیا وجو بھائی نے جو اس خاندان کے سب سے ہونہار...... "خدا کیلئے عقیل ہمیں پتہ ہے کہ وہ اس خاندان کے سب سے ہونہار فرد ہیں۔ تم براہ مہربانی اپنی بات مکمل کرو" علیزے غصے سے بولی

"تو سنو' وجو بھائی کا کہنا ہے کہ وہ بنیادی طور پر ایک تخلیقی انسان ہیں۔ ادب ان کا اوڑھنا اور شاعری بچھونا ہے۔ نوکری یا بزنس وغیرہ ان کے بس کا روگ نہیں اور مزید یہ کہ ایسے غیر تخلیقی پروفیشن اپنا کر وہ اپنی عظیم تر تخلیقی صلاحیتوں کو ضائع نہیں کرنا چاہتے" عقیل سانس لینے کو رکا تو پھر سب ایک ساتھ بولتے پھر یہ کہ وہ عقیل پر اسرار انداز اختیار کرتے ہوئے بولا: کہ وہ تانگہ چلائیں گے اکیا!!!! چل' یار گپ نہ مار اہونہہ پکا جھوٹ! ایسا ہو ہی نہیں سکتا! کئی ملی جلی آوازیں ابھریں ادھر یہ لوگ اپنی باتوں میں مصروف تھے اور ادھر سٹڈی میں بدر السلام صاحب اور وجیہہ کے مابین گول میز کانفرنس ہو رہی تھی۔ ٹھیک ہے بیٹا اگر معاشرے میں میری عزت دو کوڑی ہی کی کرنی ہے تو تانگہ ہی کیوں' موٹر رکشہ کیوں نہیں چلا لیتے! بدر السلام کا انداز طنزیہ تھا بابا مجھے بے حرمتی کی آلودگی ناپسند ہے' چاہے وہ ذہنی ہو یا ماحولیاتی او وجیہہ تحمل سے گویا ہوا۔

بابا آپ ہمیں سے کہتے آئے ہیں کہ محنت میں عظمت ہے اور اب...... دیکھو بیٹا محنت کرنے کیلئے تانگہ چلانا شرط نہیں ہے اور بھی "باعزت طریقے" ہیں۔ سب سے پہلے تو یہ کہ تم بزنس میں میرا ہاتھ بٹاؤ اگر اس میں دلچسپی نہیں تو سیدھے سیدھے مقابلے کے امتحان میں بیٹھو سینکڑوں جاننے والے ہیں میرے جس پوسٹ پر کہو گے لگوا دوں گا۔ بدر صاحب نے اسے رسان سے سمجھایا۔ "بابا مجھے کرسی پر بیٹھ

کرعلم چلانے والوں سے نفرت ہے اپنے سامنے جھکے ہوئے سر مجھے شرمندہ کردیتے ہیں"۔ وجیہہ آہستگی سے بولا "دادا بیٹا دوسروں کی تو بہت فکر ہے باپ کا کوئی خیال نہیں۔ کیا منہ دکھاؤں گا میں خاندان والوں کو جب کوئی پوچھے گا کہ برخوردار کس پوسٹ پر فائز ہے تو میں کیا جواب دونگا نہیں کہ ماشاءاللہ سے ہمارا ہونہار شہر کی تانگہ ایسوسی ایشن کا پریذیڈنٹ ہے "بدر صاحب کا ضبط محسوس ہوتا تھا کہ جواب دے چکا ہے۔ وجیہہ نے کچھ کہنا مناسب نہ سمجھا اور سر جھکائے بیٹھا رہا۔ قدرے توقف کے بعد بدر صاحب بولے: اچھا بیٹا "آپ اس وقت جاؤ میں اس مسئلے پر بعد میں بات کرونگا۔ وجیہہ کے جانے کے بعد بدر صاحب گہری سوچ میں ڈوب گئے۔ انہوں نے اب یہ معاملہ اپنے والد' وجیہہ کے دادا اور ریٹائرڈ کمشنر غوث علی کے سپرد کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔ بابا' دادا جی آئے ہیں۔ عقیل نے ان کے خیالات کا تسلسل توڑا۔ بدر صاحب نے سکون کی سانس لی۔ انہیں امید ہو چلی تھی کہ وہ اس مسئلے کو سلجھانے میں کامیاب ہو جائیں گے کیونکہ وجیہہ اپنے دادا سے بہت انچ تھا بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ انہیں آئیڈیلائز کرتا تھا اور وہی کیا ان کے خاندان کا ہر نوجوان انکی شخصیت اور رکھ رکھاؤ سے متاثر تھا۔ دلکش انداز گفتگو اور دل پذیر باتوں نے انہیں ہر دلعزیز بنا رکھا تھا۔ ساٹھ کے پیٹے میں بھی ان کی یادداشت اور صحت قابل رشک تھی۔ اپنی بہو اور بیٹے کی گفتگو نہایت تحمل سے سننے کے بعد غوث علی گویا ہوئے: "تو اتنی سی بات کیلئے تم لوگوں نے مجھے کراچی سے بلایا ہے "کمال کرتے ہیں آپ بھی اباجی' رعنا بیگم جو اپنے سر کے چہرے پر فکر دیکھنے کی خواہشمند تھیں چمک کر بولیں: ہماری راتوں کی نیندیں اڑی ہوئی ہیں اور آپ کہتے ہیں کہ کوئی بات ہی نہیں۔ "بیگم ٹھیک کہہ رہی ہیں ابو' بدر السلام صاحب نے بھی تائید کی۔ آپ وجیہہ کو مجھ سے بہتر جانتے ہیں وہ اپنی ہٹ کا پکا ہے ""تو ٹھیک ہے وہ جو چاہتا ہے اسے کرنے دو"غوث علی نے پرسکون لہجے میں کہا جی!!! بدر السلام اور رعنا خاتون بیکار کہا "یہی تو بدر' مسئلہ ہو تا نہیں کری ایٹ کیا جاتا ہے۔ ایک طرف تو ہم لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہم نے اپنی اولاد کو ہر طرح کی آزادی دے رکھی ہے وہ جس فیلڈ میں جانا چاہے جائے جو پروفیشن اپنانا چاہے اپنائے۔ لیکن بیٹا یہ آزادی ہماری خواہش کی کڑی زنجیر میں جکڑی ہوتی ہے۔ اپنی اولاد کی کامیابی کے ذریعے ہم دراصل اپنی تشنہ امنگوں کی تکمیل چاہتے ہیں۔ اس کی کامیابی پر ساری دنیا کی تعریفیں بٹورنا اپنا حق سمجھتے ہیں۔ بچہ ڈاکٹر انجینئر یا بیوروکریٹ بنے تو کیا کہنے! پندرہ بیس ہزار ماہانہ گھر لے آئے تو کیا بات ہے مگر جب شاعر بننا چاہے تو نکھٹو ادیب بننا چاہے تو ناکارہ واہ واہ کیا اصول ہیں ہم لوگوں کے...... ابو آپ...... بدر صاحب نے کچھ کہنا چاہا "ٹھیک ہے بدر میں بات کروں گا وجیہہ سے لیکن اس وقت میں اس موضوع پر کچھ سننا نہیں چاہتا "غوث علی بات ختم کرکے اٹھ کھڑے ہوئے ان کا رخ وجیہہ کے کمرے

کی طرف تھا۔ وجیہہ اپنے والدین کی اکلوتی اولاد تو نہ تھا جو اس کے ناز نخرے اٹھائے جاتے لیکن اپنی سلجھی ہوئی طبیعت اور خطرناک ذہانت کی بدولت اسے ہر ایک کے دل میں ایک مخصوص جگہ حاصل تھی۔ اور اسکی 23 سالہ زندگی میں یہ پہلا موقع تھا کہ اس کے والدین کو اس کے کسی فیصلے سے اختلاف ہوا تھا ورنہ وہ تو سب سے سعادت مند گردانا جاتا تھا۔ ویسے کہنا تو بس کا بھی ٹھیک تھا کہ وہ نوکری کرے گا یا مشاعرے اٹینڈ کرے گا' دفتری اوقات کار صبح سے لیکر شام ساڑھے چار یا پانچ بجے تک ہوتے ہیں اور اس وقت تک انسان اتنا ایگزاسٹ ہو چکا ہوتا ہے کہ اسے اپنی ہوش نہیں رہتی کہانی یا شعر وہ خاک لکھے گا۔ اور ویسے بھی بڑا شاعر فاقہ کشی کے بغیر پیدا ہو ہی نہیں سکتا۔ بہر حال اس کا جو کوئی بھی موقف تھا بدر صاحب اسے تسلیم کرنے کو تیار نہ تھے۔ وجیہہ سر جھکائے غوث علی کے سامنے بیٹھا تھا اور ان کی نگاہیں اس کے لمحہ لمحہ بدلتے تاثرات کا جائزہ لے رہی تھیں۔ انہوں نے کسی طویل' بیزار کن اور مخصوص بزرگانہ تمہید کے بغیر بات شروع کی: "دیکھو بچے' میں یہ نہیں کہتا کہ تم شاعری کو خیرباد کہہ دو اور دن رات جمع تفریق میں لگے رہو لیکن اب یہ بھی ٹھیک نہیں کہ تم دین و دنیا کو ایک طرف رکھ کر کاغذ سیاہ کرتے رہو۔ وقت بدل چکا ہے۔ ترجیحات بدل رہی ہیں زمانہ کہاں سے کہاں پہنچ گیا ہے اور ہماری نئی نسل...... خیر......

اقبال بنو گے ؟" انہوں نے بات ادھوری چھوڑ کر اس سے پوچھا جی!! وجیہہ نے حیرانگی سے ان کی طرف دیکھا اور انہیں اپنی طرف متوجہ پا کر گڑبڑا گیا اور بولا: جی میں نے کبھی سوچا نہیں۔ تو اب سوچ لو۔ دادا کا انداز ہنوز برقرار تھا

جی وہ دادا...... دادا میری شاعری ایسی نہیں ہے۔ وجیہہ ہکلایا ہونہہ' حالی! دادا کا لہجہ استفہامیہ تھا جی وہ...... دادا آپ...... آپ سمجھ نہیں رہے میری شاعری ایسی نہیں ہے۔ وجیہہ ٹپٹا کر بولا تو پھر تم لکھتے کیا ہو؟ تمہارا باپ درست کہتا ہے کہ دماغ چل گیا ہے تمہارا۔ غوث علی برہم ہو گئے آئی ایم ساری دادا' لیکن ہر انسان کو زندگی اپنی مرضی سے گزارنے کا حق حاصل ہے۔ یہ میرا بھی حق ہے اور آپ لوگ مجھ سے یہ حق نہیں چھین سکتے۔ وجیہہ یکدم بول اٹھا ٹھیک ہے بچے ٹھیک ہے' لیکن تم پر بھی تو کسی کا حق ہے۔ تمہاری ماں کا جس نے تمہیں جنم دیا۔ تمہارے باپ کا جس نے تمہیں انگلی پکڑ کر چلنا سکھایا' تمہارے بہن بھائیوں کا جن کے دل تمہارے ساتھ دھڑکتے ہیں۔ دادا آہستگی سے گویا ہوئے۔ وہ تو سب ٹھیک ہے مگر دادا آپ سمجھ کیوں نہیں رہے کہ ہر انسان کی اپنی زندگی ہے اور زندگی صرف ایک بار ملتی ہے میں اسے کھونا نہیں چاہتا۔ میری بھی تو کوئی خواہش ہے۔ وجیہہ بولتا چلا گیا لیکن دادا نے جیسے کچھ سنا ہی نہ تھا وہ اسی انداز میں بولیاں سب کا تم پر حق ہے لیکن اگر تم کہو گے تو تمہاری محبت میں یہ سب اس حق سے دستبردار ہو جائیں گے لیکن وہ کبھی دستبردار نہیں ہو گا...... کون وہ؟ وجیہہ نے

حیرانگی سے پوچھا

وہ جو نصف صدی سے تمہارا منتظر ہے۔ اس جان لیوا انتظار میں اسکی آنکھوں کے دیپ بجھنے کو ہیں۔ سانس کی نازک ڈور ٹوٹنے کو ہو۔ کیا کیا تم نے کبھی اس کی دلخراش سسکیوں کی آواز نہیں سنی؟ کیا تمہیں اس کی ویران آنکھوں سے گرتے قطرے دکھائی نہیں دیئے؟ کیا تمہارے دل میں کبھی اس کیلئے پیار نہیں جاگا؟ کیا تم نے کبھی یہ سوچا کہ اگر تم اسے تنہا چھوڑ دو گے تو اس پر کیا گزرے گی؟ وہ کون ہے دادا؟ وجیہہ نے ایک مرتبہ پھر پوچھا وہ وہ ہے جس نے تمہیں وجود دیا' تمہیں نام دیا' پہچان دی' کون کون سے احسان گنواؤں اس کے' وہ تمہاری پاک دھرتی ہے' تمہارا وطن ہے' پاکستان ہے جو پچھلے پچاس سالوں سے کسی کا مسیحا کا منتظر ہے۔ 14 اگست 1947ء کو جب اس نے جنم لیا تو اس کی آنکھوں میں آرزوؤں کے کئی جوت فروزاں تھے' دل میں امید کی کئی کونپلیں کھلی ہوئی تھیں۔ وہ مطمئن تھا اس نسل سے جس نے اسے وجود دیا اور اس کی امیدیں وابستہ تھیں آنے والی نسل سے جس نے اسے پروان چڑھانا تھا۔ روشن کل کے خواب تھے' مضبوط عزائم تھے جو اس کی زندگی تھی۔ لیکن وقت گزرتا گیا ایک نسل مایوس کرتی تو وہ امید آنے والی نسل سے وابستہ کر لیتا۔ لیکن وہاں کون تھا جو اس کی امید پوری کرتا وہاں تو لوگ اپنی ہوس پوری کر رہے تھے۔ اس کے زریں لباس کی تار تار نیلام کردی گئی اس کے سنہرے خواب بیچ دیئے گئے اس کی عزت نفس گروی رکھ دی گئی۔ لیکن وہ پھر بھی ناامید نہ ہوا۔ وہ منتظر رہا اقبال کے شاہین کا' اپنے مسیحا کا 52 طویل سال بیت گئے۔ انتظار کرتے کرتے اس کی آنکھیں پتھرا گئیں لیکن ان میں امید کی جوت ابھی بھی جل رہی ہے۔ اس جوت کو بجھنے نہ دینا میرے بچے اس کے وجود کو گرنے سے پہلے تھام لو میرے بچے۔ ابھی وقت ہے ابھی وقت ہے ابھی وقت ہے" غوث علی کی آواز بھرا گئی تھی اور آنسو بہہ نکلے تھے۔ وجیہہ کی آنکھوں کے گوشے بھی بھیگنے لگے تھے۔

غلط سیاسی فیصلے

"عموماً اپنا منہ بند رکھو لیکن اگر کسی مسئلے کے بارے میں رائے پوچھ بیٹھے تو ہرگز لحاظ نہ کرنا اور بلاجھجک اور بے دھڑک اپنی ایماندارانہ رائے کا اظہار کرنا ورنہ تم اللہ تعالیٰ کی نگاہوں میں گنہگار اور خود اپنے ضمیر کے سامنے مجرم ہو گے۔" "سنجیدہ سے سنجیدہ چہرے کے پیچھے بھی مزاح کی پھلجڑی ہو سکتی ہے"۔ "غلط سیاسی فیصلے ٹی بی کی طرح ہوتے ہیں جو شروع میں قابل علاج مگر ناقابل شناخت ہوتے ہیں لیکن بعد میں ان کے اثرات واضح نظر آتے ہیں لیکن اس وقت وہ لاعلاج ہو چکے ہوتے ہیں"۔ (کرنل صدیق سالک کی کتاب سلیوٹ سے فرزانہ اسلم ساہیوال)

ہاں شاید مگر

صباحت افضل

آنسوؤں سے دھندلاتی دو آنکھوں کا قصہ۔ انہوں نے عزت سے جینے کا خواب دیکھ لیا تھا
چھوٹے روپے کی بڑی کہانی

ہاں میں جانتی ہوں کہ ابھی صاحب آ کر مجھے بہت ڈانٹیں گے لیکن میں پھر بھی ڈرائنگ روم سے بھاگ آئی ہوں۔ اس گھنی مونچھوں والے آدمی کی نظریں میرے لئے ناقابل برداشت تھیں۔ آخر صاحب آ کر یہ کھانا خود ہی مہمانوں کے سامنے کیوں نہیں لے جاتے۔ اپنی بیٹی کا مہمانوں کے سامنے کھانا لے کر آنا تو وہ کبھی پسند نہیں کریں گے آخر پھر مجھے میں بھی کتنی پاگل ہوں' میں کوئی ان کی بیٹی تھوڑی ہوں' میں تو ان کی نوکرانی ہوں اور نوکرانیوں کی بھی بھلا کوئی عزت ہوتی ہے؟...... ہاں' مجھے جانا ہی پڑا' مجھے جانا ہی تھا۔ دل چھیدنے والی نگاہوں سے بچنا میرے نصیب میں نہیں' کاش کہ ان نگاہوں کو سہہ جانے کیلئے مجھے اتنا صبر بھی ملے۔

آج سعدیہ باجی شاپنگ کرنے گئی تھیں۔ اتنے خوبصورت کپڑے لائی ہیں کہ میری تو آنکھیں چندھیا گئی ہیں انہیں دیکھ کر۔ پتہ ہے میں نے بھی اس دفعہ ابا سے کہا تھا کہ اس عید پر مجھے کپڑے لے دے۔ کہنے لگا "امیروں کے گھر میں رہ رہ کر تو نے بڑے نخرے سیکھ لئے ہیں' ہم ادھر روٹی کیلئے مارے مارے پھرتے ہیں اور یہ شہزادی کہتی ہے کہ مجھے کپڑے لے دے' ہونہہ ...... کپڑوں کا تجھے اتنا ہی شوق چڑھا تو مالکن سے کیوں نہیں کہہ دیتی" میں ابا سے اب کیا کہتی' مالکن نے مجھے کپڑے دیئے تو تھے لیکن بی بی جی کی اترن پر میرا دل بھی تو کرتا ہے نا نئے کپڑوں کیلئے لیکن معلوم نہیں کیوں میں ہمیشہ یہ بھول جایا کرتی ہوں کہ نوکرانیوں کو نئے کپڑے پہننا زیب نہیں دیتا۔

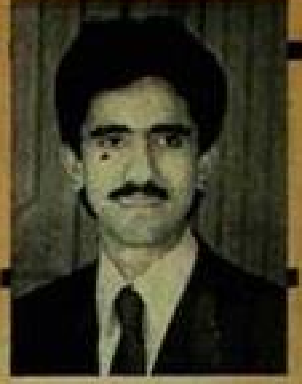
پچھلے سال کی بات ہے میں نے بڑی ضد کر کے ابا سے چھوٹی بی بی جی جیسے کپڑے منگوا لئے تھے۔ پر جب چھوٹی بی بی جی نے مجھے ان کپڑوں میں دیکھا تو اسی وقت مالکن کے پاس گئیں اور کہنے لگیں: "امی یہ آپ کے نوکروں کے پاس بڑے پیسے آتے جا رہے ہیں۔ ذرا دیکھیں اس شیا کی بچی کو ...... اس کی جرأت کیسے ہوئی کہ میرے کپڑوں جیسے کپڑے بنوائے۔"

اور پھر انتہائی غضبناک ہو کر الماری کھولی اور اپنے وہ کپڑے بھی لا کر مجھے تھما دیئے کہ یہ بھی اب تو خود ہی پہن۔ ٹھیک ہی تو کیا انہوں نے ...... اگر وہ میرے جیسے کپڑے پہن لیتیں تو "مالکن" اور "نوکرانی" میں فرق ہی کیا رہتا؟

کل رات مجھے مالکن سے بمعہ تھپڑ بہت ڈانٹ پڑی۔ دراصل میں ایک گھنٹے تک بیٹھی ٹی وی دیکھتی رہی تھی۔ جس کی وجہ سے رات کے کھانے میں دیر ہو گئی۔ مالکن نے جب اس دیر کی وجہ پوچھی تو چھوٹی بی بی جھٹ سے بولیں "اسے ڈرامے دیکھنے سے فرصت ملے تو کھانا بنائے" اور مالکن یہ جان کر غصے سے پھٹ پڑیں۔ تمام دن کا غصہ مجھ پر نکال دینے کے بعد' ہلکی پھلکی ہو گئیں تو میری چٹیا کی جاں بخشی ہوئی۔ ہونا تو یہ چاہئے کہ ایسے واقعات کا اب مجھ پر کوئی اثر نہ ہو کہ اب تو میرے دل کو میری آنکھوں کو ان کا عادی ہو جانا چاہئے مگر نجانے کیوں ہمیشہ ایسی موسلادھار بارش ہوتی ہے کہ سابقہ تمام غموں کے مدفون مردے پھر سے سطح آب پر تیرنے لگتے ہیں۔ آنکھیں نم ہونا نہیں چھوڑتیں' دل ٹوٹنے سے باز نہیں آتا۔ آج چھوٹی بی بی کی سونے کی انگوٹھی گم ہو گئی ہے۔ بہت تلاش کیا مگر نہ ملنا تھا نہ ملی۔ تمام تلاش اور پوچھ گچھ کے بعد میں شامل "تفتیش" ہوئی۔ بات دراصل یہ تھی کہ جس دن چھوٹی بی بی وہ انگوٹھی خرید کر لائی تھیں' میں بے خودی میں اسے بڑے اشتیاق سے دیکھتی رہی۔ آنکھوں پر' دل پر' پابندیوں کے اب کتنے بند باندھے جائیں مگر چھوٹی بی بی کیا جانیں' انہیں تو بس میری وہ نظریں یاد تھیں اور مجھے ان نظروں کی سزا بھگتنے کیلئے تیار ہونا تھا۔

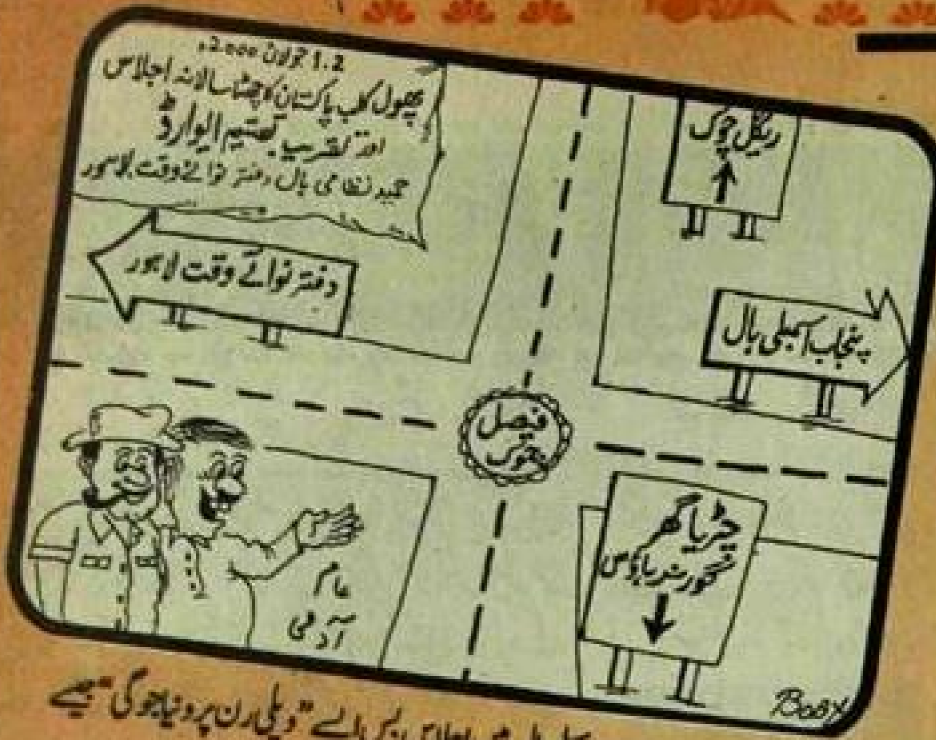
شام کو جیسے ہی ابا گھر آیا' مالکن نے اسے کوارٹر خالی کرنے کا پروانہ سنا دیا اور وہ بھی اسی رات' ورنہ دوسری صورت میں پولیس تو مخلوق خدا کی خدمت کیلئے ہمہ وقت تیار ہی رہتی ہے۔

شام کا وقت ہے' آنسوؤں سے دھندلائی آنکھوں کی وجہ سے اندھیرا میرے لئے اور بھی بڑھ گیا ہے۔ میں سامان باندھ رہی ہوں' اذان کی آواز کے ساتھ ساتھ ابا کی گالیاں بھی آسانی سے سن سکتی ہوں ...... میرے مولیٰ! میں بھی کوئی غیر معمولی مخلوق ہوں۔ جس کیلئے عزت' محبت یا آرام کی خواہش کرنا منع ہے۔ میرے لئے تو خواب دیکھنا بھی ممنوع قرار پایا ہے کہ میرے حصے کی نیند بھی مجھ سے کب چھینی جا چکی مگر میں کیا کروں؟ میرا دل غیر معمولی نہیں' اس میں خواب بھی پیدا ہوتے ہیں۔ اس میں طلب محبت بھی بستی ہے' یہ عزت نفس مجروح ہونے پر لرز بھی اٹھتا ہے ...... کیا کبھی ایسا ہو گا کہ میرے خواب بھی پورے ہوں' مجھے بھی پیار ملے' احترام انسانیت مجھے بھی نصیب ہو' ہاں شاید مگر نہیں ...... کہ یہ سب انسانوں کیلئے مخصوص ہے اور میں تو......



میری نظر میں

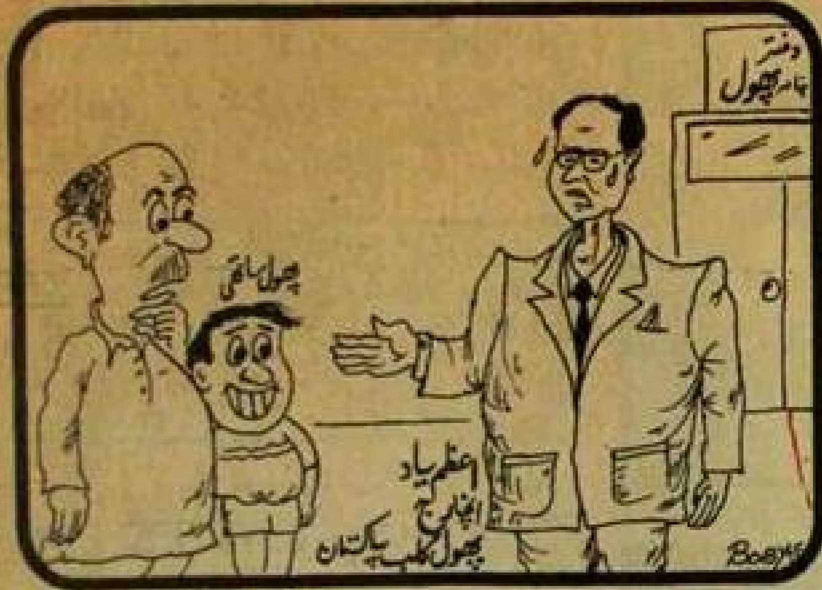
عمران سہیل بوبی



یہ ہوا نہ اجلاس اودھر اسمبلی ہال میں اجلاس بس ایسے "ڈیلی رن پر ونیا ہو گی" جیسے



کیوں نہ ملتان پھول کلب پر ٹیکس لاگو کر دیا جائے پانچویں مرتبہ اول ایوارڈ حاصل کر چکے ہیں



چاچا جی کیا دیکھ رہے ہیں۔ کوٹ تو میرا ہی ہے۔ بس دو روزہ اجلاس
کی دن رات تیاری کر کے ڈھیلا پڑ گیا ہے



جناب یہ شادی نہیں یہ تو پھول کلب کے 60 سے زائد شہروں
آئے ہوئے صدور کی خدمت کے لئے کر رہے ہیں



آئندہ جب بھی فائزہ سیال کا لیکچر ہو ان تمام لوازمات کا تکلف ضرور کریں (ایک تجویز)



آپ کو علم ہے پھول کلب اوکاڑہ کافی ست ہے
کیوں نہ کارٹونوں کی نمائش کر کے ہی ایوارڈ لینے کا بہانہ بنایا جائے

زندگی میں آئیں ایسے دن ہزار

مرتب: منصور فائز

جی تو پیارے پھول ساتھیو! کیا حال چال ہیں لیجئے آپ کی زندگی کا اک اور سال بھی گزر گیا کسی دن بیٹھ کر سوچئے گا کہ آپ نے اس سال کیا کھویا کیا پایا۔ آپ کی خوبیاں بڑھی یا خامیاں۔ سوچ جیسی بھی ہو۔ اس میں مزید بہتری لائیں۔ کیونکہ حدیث پاک ہے کہ جس کا آج اس کے کل سے بہتر نہیں۔ وہ ناکام ہو گیا۔

آپ سب ساتھیوں کو سالگرہ مبارک۔ آپ کی اسی خوشی کو دوبالا کرنے کیلئے آپ سب کیلئے پھول فورم میں ایک اچھی سی شخصیت سے ملاقات کروانے کا اہتمام کیا گیا ہے۔ آپ 10 اگست 2000ء صبح گیارہ بجے

> مرچ نمک کا حلوہ اور چینی کی فیرنی بنانے کی امید رکھی جا سکتی ہے۔

پھول دفتر پہنچ جائیں ہم سب آپ کے منتظر ہوں گے۔ ماہ اگست میں پیدا ہونے والے آپ تمام ساتھیوں کو سالگرہ کی بہت بہت مبارک۔

☆طیبہ یاسمین بزدار۔ P-D-1233 ڈیرہ غازی خان برتھ ڈے یکم اگست یہ پھول سے اپنی بہن کے ذریعے متعارف ہوئیں تھیں۔ اور ہماری یادداشت بتاتی ہے کہ وہ عابدہ بزدار ہونگی۔ یہ پھول کلب کی فعال ترین رکن ہے۔ مستقبل میں کچھ بھی بننے کے کوئی ارادے نہیں۔ کیا مستقبل کی امید نہیں ہے یا ابھی تک سوچ نے درست فیصلہ نہیں دیا۔

☆غوث بخش B-F-1656 بلوچستان۔ برتھ ڈے یکم اگست

یہ مستقبل میں ڈاکٹر بننے کے ساتھ ساتھ زمیندار بھی بننا چاہتے ہیں۔ سیم تھور کیلئے کوئی ٹیبلٹ ایجاد کرنے کا ارادہ لگتا ہے۔

☆حافظ مدثر کوثر PID1211 ڈیرہ غازی خان۔ برتھ ڈے 2۔ اگست ان کے مشاغل میں کتب و رسائل پڑھنا اور شاعری پڑھنا ہے۔ شکر ہے لکھتا نہیں ورنہ نا جانے کون کون سے اوزان ایجاد کرتیں۔

☆زین مستقیم۔ PL-2096 لاہور۔ برتھ ڈے 2۔ اگست

یہ روزانہ پانچ گھنٹے پڑھ کر آرمی میں ڈاکٹر بننا چاہ رہی ہیں۔ ہمارے ایک دوست ہیں وہ چھ گھنٹے پڑھتے تھے لیکن ہومیو ڈاکٹر بھی نہیں بن سکے۔ پانچ گھنٹے کا مطالعہ ظاہری بات ہے کوالیفائیڈ ڈسپنسر بنا سکتا ہے۔

☆غلام مصطفیٰ احسن PL-1917 لاہور۔ برتھ ڈے 2۔ اگست 1978۔ یہ پھول کے علاوہ بھی رسائل کا مطالعہ کرتے ہیں اور پروفیسر بننے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ اب پتہ نہیں کونسا پروفیسر۔ ایک تو ہمارے ہاں میجک پروفیسر بھی ہوتا ہے۔ جو کھڑے کھڑے بندہ غائب کرنے کا دعویٰ رکھتا ہے اور ایک پروفیسر ساری عمر لیبارٹری میں تیزاب بناتا ہے۔ تیزاب کیا بننا ہے۔ البتہ لباس پر محراب بن جاتے ہیں۔

☆افنان گل۔ PL-1442 لاہور۔ برتھ ڈے 3۔ اگست

یہ مستقبل میں ایک عدد سائنس دان بننا چاہتی ہیں۔ بھئی ہم نے آپ سے کب کہا ہے کہ آپ دو عدد سائنس دان بنیں۔ افنان کو پڑھنے لکھنے کا کافی شوق ہے۔ اب سمجھداری یہ ہے کہ اس شوق کو برقرار بھی رکھیں اور اضافہ بھی کریں۔ جتنا اب تک پڑھا ہے آنے والے کل بالکل معمولی لگے گا۔

☆خیر الناس PS-1686 برتھ ڈے 5۔ اگست

> یہ مستقبل میں چیف آف آرمی سٹاف بننا چاہتے ہیں

1982 یہ کرکٹ کھیلنے کا شوق رکھتے ہیں ساتھ ڈاکٹر بھی بننا چاہتے ہیں۔ لگتا ہے ٹوٹے ہوئے بلوں کا علاج کریں گے۔

☆سائرہ اقبال PF-1682 فیصل آباد برتھ ڈے 6۔ اگست

یہ مستقبل میں ایم بی اے (ماسٹر بزنس ایڈمنسٹریشن) کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ اسی لئے کامرس کی لائن چن چکی ہیں محنت کریں منزل خاصی قریب نظر آتی ہے۔ اس کے علاوہ یہ رسالوں میں لکھنے اور شاعری کا بھی شوق رکھتی ہیں۔

☆عبداللہ PM-1771 خانیوال۔ برتھ ڈے 6 اگست 1986۔ یہ بھی مستقبل میں ڈاکٹر بننا چاہتے ہیں۔ بھئی شوق سے بنیں آپ کو روکا کس نے ہے۔

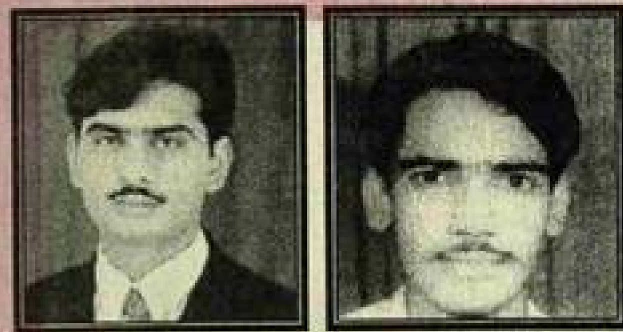
☆زوہیب جمیل PI-1689 برتھ ڈے 6 اگست

یہ مستقبل میں پائلٹ آفیسر بننے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ پتہ نہیں آپ کے چھوٹے بھائی کے جہازوں کا کیا بننا ہو گا۔

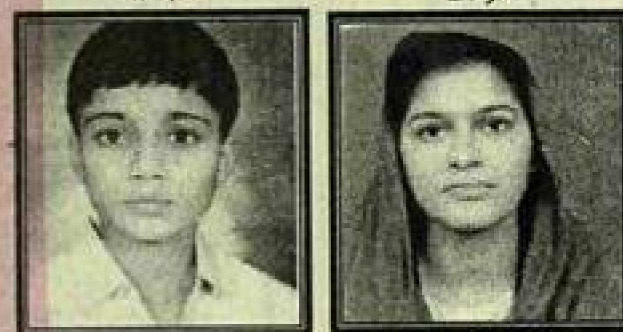
☆نیلم اشرف۔ PM-2017 برتھ ڈے 7 اگست

یہ مستقبل میں آرٹسٹ بننا چاہتی ہیں شکر ہے انہیں مصوری کا شوق ہے۔ ورنہ ہم پریشان ہو رہے تھے پتہ نہیں کون سی آرٹسٹ بننا چاہتی ہیں۔

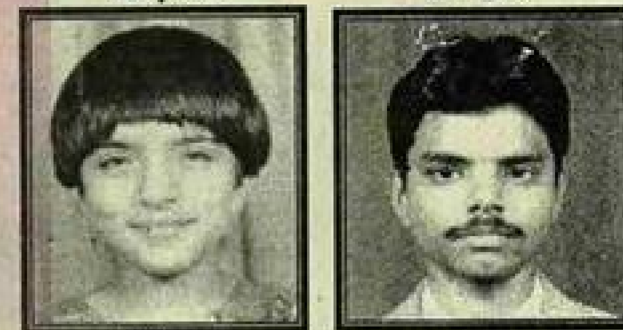
☆محمد عامر PS -1711 منڈی واربرٹن۔ یہ



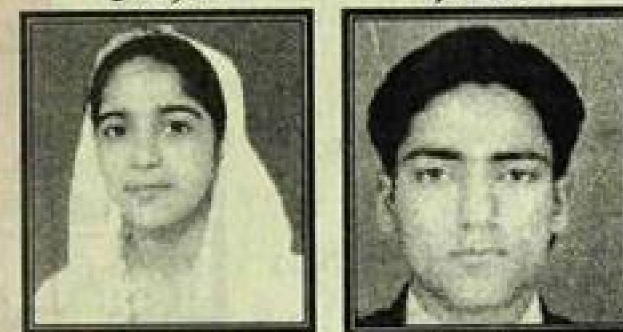
اختر ملک — ایم ارشد



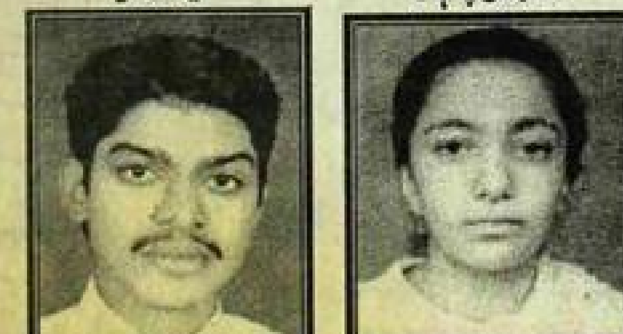
فرح یاسمین — زوہیب خالد



عدنان اصغر — زنیرہ کومل



رانا بلال چوہان — صبیحہ مہوش



حافظ مدثر کوثر — عبدالقیوم

کرکٹ کھیلنے کا شوق رکھتے ہیں۔ اسی لئے آپ کے چھوٹے بھائی کی شکائتیں آرہی ہیں کہ اپنی باری پر وہ بال کا اوور کہتے ہیں اور میری باری پر چار بال کروا کر چھ بال منوانے پر تل جاتے ہیں۔

☆سمیعہ خان۔ PS-1416 سیالکوٹ۔ برتھ ڈے آٹھ اگست۔ یہ مستقبل میں اچھا انسان بننا چاہتی ہیں اور ساتھ اچھا مسلمان۔ اللہ کی بندی اتنی عمر گزر گئی کیا

> بھئی شوق سے بنیں آپ
> کو روکا کس نے ہے

ابھی تک اچھا انسان نہیں بن سکیں۔ حیرت ہے۔

☆احمد یار PMB-1895 چنن آباد۔ برتھ ڈے آٹھ اگست یہ روزانہ کرکٹ ہی کھیلنے کا شوق رکھتے ہیں اور مستقبل میں بزنس مین بننا چاہتے ہیں۔ گویا بلوں کی ہتھیاں جوڑنے کا کام کرنے کے ارادے ہیں۔

☆عدنان اصغر چودھری۔ PL-1897 لاہور۔ برتھ ڈے 9 اگست۔ یہ بھی کرکٹ کھیلنے کا شوق رکھتے ہیں۔ اللہ کے بندوں اور بھی کھیل ہیں سب اسی کھیل کے پیچھے پڑگئے تو پھر۔ لوک کھیل گلی ڈنڈا۔ بندر کلا۔ اور پٹھو گول گرم کون کھیلے گا۔

☆ایم ارشد PH-1569 ساہول۔ حافظ آباد۔ برتھ ڈے 10 اگست۔ یہ نظمیں لکھنے کا شوق رکھتے ہیں۔ آپ لکھنے سے پہلے پرانے اور اچھے شعراء فیض احمد فیض ن۔ م۔ راشد اختر حسین جعفری کو پڑھیں۔ نکھار پیدا ہوگا۔

☆فرح یاسمین ڈار۔ 10۔ اگست 1980ء۔ برتھ ڈے۔ یہ مستقبل میں سائیکولوجسٹ بننا چاہتی ہیں۔ آپ سے چوزوں کی نفسیات پر کتاب لکھنے کی امید رکھی جاسکتی ہیں۔

☆اختر ملک PR-1512 رحیم یار خان۔ برتھ ڈے 11 اگست 1982ء۔ یہ مستقبل میں ڈاکٹر بن کر ملک و قوم کی خدمت کرنا چاہتے ہیں۔ مرضی ہے میاں۔ پہلے جو خدمت کی کمی رہ گئی ہے وہ آپ پوری کریں۔

☆آسیہ ناز PL1637 لاہور۔ برتھ ڈے 12 اگست یہ مستقبل میں اچھی انسان بننا چاہتی ہیں اور ہاں یہ وہی آسیہ ناز ہیں جو پھول موی کلب پاکستان کی انچارج بھی ہیں اور ہر ماہ آپ کیلئے ایک اچھوتی۔ بامقصد خیالات سے بھرپور موی لے کر آتی ہیں۔ یہ پڑھائی کو بھی ٹائم دیتی رہی ہیں خیر سے بی اے کرلیا ہے۔ ان دنوں بھیانے ان کے ذمے ایک اور کام لگایا ہے کہ پھول کی ٹیم کیلئے لیڈر شپ اور مینجمنٹ کے کورسز کیلئے کوآرڈی نیٹ کیا کریں گی۔

☆زنیرہ کومل۔ P/S2007 صادق آباد۔ برتھ ڈے 13 اگست 1990ء۔ یہ ہماری ننھی سی ساتھی ہیں اور مستقبل میں آرمی ڈاکٹر بننا چاہتی ہیں۔ شاباش۔ خوب دل لگا کر محنت کریں۔ ویسے بھی ہمت مرداں مدد خدا۔

☆عائشہ نثار PL67 لاہور۔ برتھ ڈے 14 اگست۔ یہ مستقبل میں جرنلسٹ یا سائیکالوجسٹ بننا چاہتی ہیں۔ بھئی یہ دونوں تو الگ الگ فیلڈ ہیں۔ کوئی ایک چن کر کوشش کریں۔ ویسے بھی دو راستوں کا مسافر منزل کو نہیں پاسکتا اور ہاں یاد آیا۔ یہ پھول گرلز کلب لاہور کے جنوبی سائیڈ کی صدر بھی ہیں۔ کام البتہ اب تک کوئی سامنے نہیں آیا۔

> کسی بے چارے طالب علم کی شامت آئی ہوگی
>
> ان کے رنگروٹ بھرتی ہونے کے چانس نظر آرہے ہیں
>
> اب یہ پھول ٹیم کیلئے لیڈر شپ اور مینجمنٹ کے کورسز کوآرڈی نیٹ کیا کریں گی۔
>
> مرضی ہے میاں! پہلے جو خدمت کی کمی رہ گئی ہے وہ آپ پوری کریں

☆عبدالقیوم PJ1650 جھنگ۔ یہ رسائل پڑھنے کا شوق رکھتے ہیں اور ساتھ ڈاکٹر بننے کی کوشش کر رہے ہیں۔ صحت خراب خراب نظر آرہی ہے کیونکہ پڑھتے بہت زیادہ ہے۔ چار گھنٹے روزانہ۔ اوہ۔ انتہا زیادہ۔

☆عابدہ رحمان PR1690 راولپنڈی۔ برتھ ڈے 14 اگست یہ پینٹنگ کرنے کا شوق رکھتی ہیں۔ ہاں آپ کے ہاں ایک شخصیت ہے۔ ارے وہی۔ جو آپ کو آئینہ دیکھتے ہوئے نظر آتی ہے۔ اس کی تصویر بنائیں تو مانیں۔

☆حافظہ صبیحہ مہوش PL1469۔ برتھ ڈے 16 اگست یہ مصوری کا اور نت نئی چیزیں تخلیق کرنے کا ارادہ رکھتی ہیں۔ یعنی آپ سے۔ مرچ نمک کا حلوہ اور چینی کی فیرنی بنانے کی امید رکھی جاسکتی ہے۔

☆بشریٰ رضا۔ P2066 لیاقت پورہ برتھ ڈے 17 اگست۔ ان کے مستقبل کے ارادے بہت سے ہیں اور خاص کر نیک بھی ہیں۔ دوسرا ان کے پاس پھول والوں کی تعریف کیلئے الفاظ نہیں ہیں۔ پہلے بتادیتیں ہم آپ کو لغات بھجوادیتے۔

☆محمد ناصر۔ PT1925۔ جڑانوالہ۔ برتھ ڈے

> اللہ کی بندی اتنی عمر گزر گئی کیا ابھی تک اچھا انسان نہیں بن سکیں۔ حیرت ہے۔

18 اگست 1985ء۔ یہ مستقبل میں فوجی بننا چاہتے ہیں۔ ارے بھی کونسا فوجی۔ سپاہی کیپٹن۔ یا پھر کینٹین پر کھانا پکانے والا۔

☆آمنہ یاسمین PM2048 ملتان۔ برتھ ڈے 19 اگست۔ یہ مستقبل میں بیوروکریٹ بننا چاہتی ہیں۔ اچھا یہ تو بتائیں۔ کرپشن۔ ک سے ہوتا ہے یا ی سے۔ دوسرا یہ کھانا پکانے کا شوق رکھتی ہیں۔ امید ہے دوسرے گھر والے بھی کھا ہی لیتے ہوں گے۔

☆محمد سلیم۔ PL1564 لاہور۔ برتھ ڈے 20 اگست 1979ء۔ یہ مستقبل میں آرمی میں جانا چاہتے ہیں اور روزانہ تین گھنٹے پڑھتے ہیں۔ رنگروٹ بھرتی ہونے کے چانس نظر آتے ہیں۔

☆رانا بلال چوہان PS1765 22 اگست 1981ء۔ ان کے خیال میں پھول بہت ہی اچھا رسالہ ہے۔ حیرت ہے انہوں نے کتنے بڑے راز سے پردہ اٹھایا ہے ایسے میں کوئی انعام تو ملنا ہی چاہیے۔ اپنے قریبی ساتھیوں سے پوچھ لیجئے۔

محمد شہزاد و قاسم PR1723 رحیم یار خان۔ برتھ ڈے 23 اگست۔ یہ مستقبل میں چیف آف آرمی سٹاف بننا چاہتے ہیں۔ فی الحال تو مشرف صاحب کا کرسی چھوڑنے کا کوئی ارادہ نہیں ہے۔ شہزاد و میاں ارادے اور خیال آپ کے بھی اچھے نہیں ہیں۔ ان کی اصلاح کرلیں اس میں خیر ہے۔

ارم عابد۔ PG2147۔ برتھ ڈے 29 اگست۔ یہ شاعری کا شوق رکھتی ہیں۔ ایک پرانے سے بابا شاعر گزرے ہیں شاید آپ کی ذہن میں ہو۔ ہاں یاد آیا۔ غالب۔ ان کا مطالعہ ضرور کریں یقیناً بہتری پیدا ہوگی۔

حفصہ اختر خان PL2153 لاہور۔ برتھ ڈے 31 یہ مطالعہ کرنے کا شوق رکھتی ہیں اور مستقبل قریب میں ٹیچر بننے کا ارادہ رکھتی ہیں کسی بے چارے طالب علم کی شامت آئی ہوئی ہے۔

شاعری سچ بولتی ہے

تمکین فاطمہ

شاعری کو ارسطو نے اگر زندگی کا عکس کہا تو شاعری کو بہترین الفاظ کا بہترین استعمال بھی کہا گیا۔ مسلمانوں میں بت تراشی یا صورت گری کو پسندیدگی کی نگاہ سے نہیں دیکھا جاتا اس لئے قدرتاً شاعری اور خطاطی کی طرف ازخود توجہ زیادہ ہو گئی۔ ہماری تہذیب اور کلچر میں ابتداء سے ہی شاعری کا خطاطی کے ساتھ ساتھ اونچا مقام رہا ہے' متفقہ طور پر اردو شاعری کی ابتداء کا سہرا امیر خسرو کے سر باندھا گیا ہے۔ 1910ء سے 1947ء تک کا دور' دور جدید کہلاتا ہے' عہد رفتہ کے شعراء کی عظمت اپنی جگہ' حالیہ شعراء کی تخلیقی اپج کو بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ اب آتے ہیں آپ کی شاعری کی طرف' پہلے عبدالسلام اسعد' مظفر گڑھ کی یہ حمد دیکھئے

تو ہے رحمٰن سارے عالم کا
رحمتوں کی گھٹائیں تجھ سے ہیں
تو ہی دیتا ہے ظلم کا بدلہ
ظالموں کو سزائیں تجھ سے ہیں
تو ہے موجود' ہر جگہ موجود
بے کسوں کی روائیں تجھ سے ہیں

حمد و نعت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

تم خلوص و پیار سے آنسو بہا کر دیکھنا
دل کے سب احوال' مولا کو سنا کر دیکھنا
آسمانوں سے زمیں پر' کرم کی ہونگی بارشیں
اس کی عظمت' سر کو سجدے میں گرا کر دیکھنا
تابع فرماں ہو جائے گی ساری کائنات
تم میری سرکار کو اپنا بنا کر دیکھنا
اس میں اس کی رحمتوں کے ہے قرینوں کی مہک
خاک در کو اپنی آنکھوں پر سجا کر دیکھنا
کیوں بھٹکتا پھر رہا ہے دربدر مختار تو
ان کی بخشش کی عطاء' روضہ پر جا کر دیکھنا
(محمد مختار احمد جمال ...... دیپالپور)

غزل

آنکھ میں چھا رہی نمی ہے ابھی
درد کی آگ جل گئی ہے ابھی
آہ بھر لیں کہیں پہ چپکے سے
شہر ویراں میں خامشی ہے ابھی
روح تو چھوڑ کر چلی بھی گئی
آنکھ میں کس سے زندگی ہے ابھی
ان منڈیروں پہ کچھ چراغ جلا

ایک کونے میں تیرگی ہے ابھی
جھلملائی ہیں کیسے یہ کرنیں
شاخ اک ٹوٹ کر گری ہے ابھی
ہم سفر کوئی پاس ہے منصور
دشت میں اک صدا سنی ہے ابھی
(منصور حسین ...... لاہور کینٹ)

آزادی

پھولوں کی اس وادی میں
کیوں چار سو آگ کے شعلے ہیں
کیوں خون یہاں پہ ارزاں ہے
کیوں ظلم کی ہے بھرمار ہے یہاں
اس ظلم کے تپتے صحرا میں' کچھ ایسے
بھی اشجار ہیں جو
اس ظلم و ستم کی آگ میں'
جلتے دلوں کی ٹھنڈک ہیں
امید بھی ہیں آزادی کی
یہ اس وادی کے بیٹے ہیں
جو طوق غلامی میں جکڑی اس وادی کو
آزاد کرانے نکلے ہیں
جو ظلم سے لڑنے نکلے ہیں'
ہے ان کے دلوں میں عزم جواں
اور ہمت بھی ہے خوب قوی' آزادی حاصل کرنے کی
آزادی پر مر مٹنے کی
ایمان بھی ان کا پختہ ہے کے
ظلم کا زور بھی ٹوٹے گا
ہے ظلم کی رات سیاہ لیکن' اک نیا سویرا ابھرے گا
(فرحت نذیر ...... خانیوال)

وطن عزیز کی پاک مٹی کو اپنے لہو سے نکھار دوں
ان خزاں رسیدہ موسموں کو میں لا کر بہار دوں
اس چمن کے پت جھڑ موسم سے پریشاں لوگوں کو
جتلا کر طریقہ بہار' ان کی بے بسی اتار دوں
(مصباح عنبرین ...... برنالہ)

ایک نظم پھول کے نام

سورج کی پہلی کرن
جب طلوع ہو
تو آنکھوں کے اندر سمٹتے بکھرتے

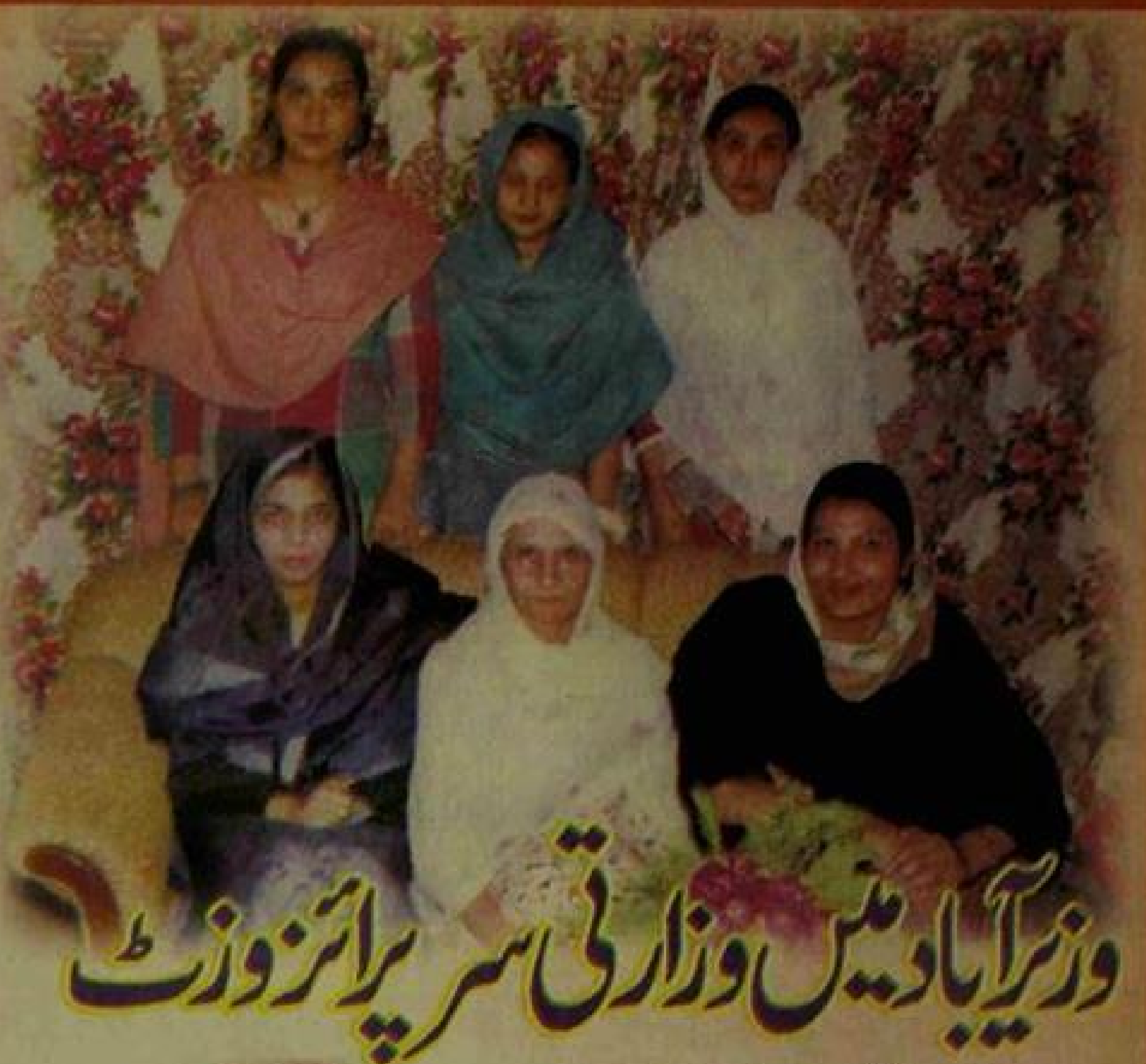
گذشتہ ایک برس پر نظر ڈال لینا
ہر ایک قہقہہ
ہر ایک آنسو
تمام درد اور تمام خوشیاں
اپنے دل میں سمیٹ کر تم
ہر ایک غلطی کو معاف کر کے
تمام خاروں کو پھینک دینا
اور اپنی سوچوں کے دامنوں میں
خوشی کی کلیاں بکھیر کر تم
نئے سفر کی شروعات کرنا
مگر کوئی کونپل
جو شاخ نازک سے ٹوٹ کر
میری یاد دلائے
تو پھر سے اک کہ یہ یاد کرنا
کہ گذرے ہوئے ہر برس کی طرح
اب بھی میری
تمام یادیں' تمام سوچیں
تیرے نام ہوں گی
(قرۃ العین فاروق ...... چوکھنڈوڑی نئی آبادی)

جب 27 اکتوبر 1999ء کو لکھی ہوئی میری ایک نظم"

ہم نے تو یہ سوچا تھا
آگ کا قلم لے کر
برف کی سلیٹوں پر
صرف سچ ہی لکھیں گے
جلتے ہوئے ہاتھوں سے
لفظ جتنے لکھے ہیں
سب کے سب گونگے ہیں
طعنہ زن ہے بستی سب
لے لبے نیزے وہ
روح میں چبھوتے ہیں
ان کے لگائے زخموں سے
جب لہو رستا ہے قہقہے لگاتے ہیں

انتظار

میری آنکھوں میں جھانک کر دیکھو
سپنوں کی اک بارات ملے گی
ہاں جس کی سحر ابھی نہیں ہوئی ہے
ایسی ہی اک رات ملے گی
(کوکب نوشین ...... ملتہ احمدانی)



وزیرآباد میں وزارتی سرپرائز وزٹ

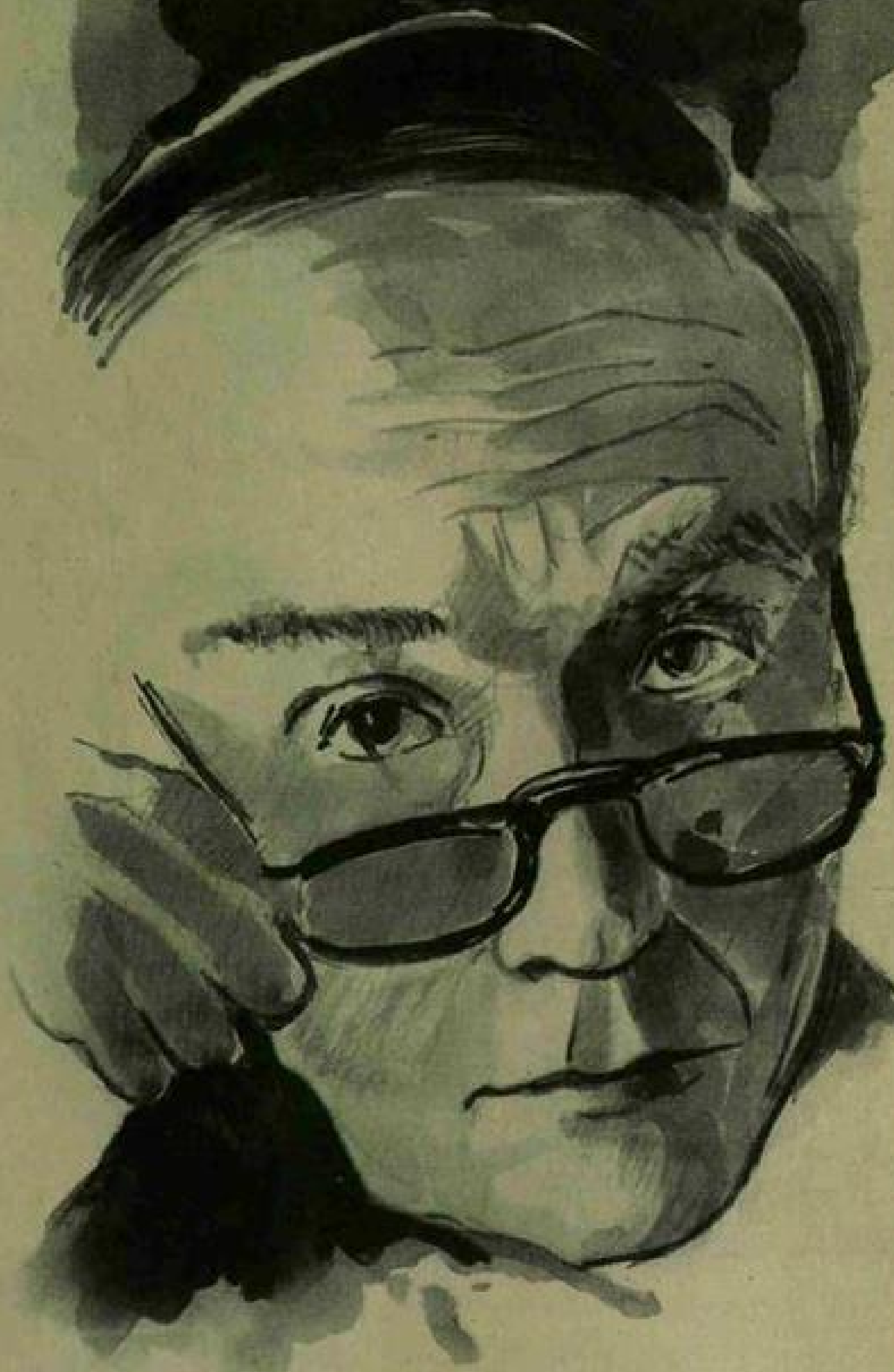
عفیفہ سنڈل......وزیر آباد

زندگی کے چند لمحات ایسے ہوتے ہیں جن کو پانے اور چھونے کی خواہش انسان کے دل میں بڑی شدت سے ہوتی ہے مگر جب وہ لمحہ آتا ہے پلک جھپکتے ہی گزر جاتا ہے اور ایک خوبصورت یاد بن کر دل میں اتر جاتا ہے ایسا ہی ایک لمحہ میری زندگی میں آیا جب سعدیہ آپی نے بذریعہ خط مجھے اطلاع دی کہ بھیا سرپرائز وزٹ پر بمعہ اپنی ٹیم کے آپ کے گھر تشریف لا رہے ہیں۔ پڑھنے کے لحاظ سے میرا رشتہ پھول سے ذرا پرانا ہے مگر رکنیت کے لحاظ سے کچھ نیا پھر اچانک ایک ہی ہفتے میں میرا صدر گرلز ونگ وزیر آباد منتخب ہونا ایک انوکھا کام تھا۔ وزیر آباد میں پھول کلب کے افتتاحی پروگرام سے ٹھیک ایک دن پہلے جمعہ کی رات آٹھ بجے رات کے قریب ایڈیٹر بھیا، تسلیم آپی صدر پھول گرلز کلب پاکستان، تعظیم فوٹو سیشن کوآرڈی نیٹر، عقیلہ آپی سیکرٹری پھول کہانی گھر پاکستان، سعدیہ آپی صدر پھول گرلز کلب پنجاب اور اختر شاہ صاحب فوٹو گرافر [illegible] وقت ہمارے گھر تشریف لائے۔ سب سے پہلے ایڈیٹر بھیا اور اختر شاہ صاحب سے سلام دعا ہوئی۔ پھر ساری ٹیم سے سعدیہ آپی نے مجھے گلدستہ پیش کیا جسے وصول کر کے بہت خوشی ہوئی۔ پھر باری باری سب نے نشستیں سنبھالیں اور پھر میری دادی اماں اندر آئیں سب کو باری باری پیار اور دعائیں دیں اور ایڈیٹر بھیا کے ساتھ والی کرسی پر بیٹھ گئیں۔ وہ خود نہیں بیٹھیں تھیں بلکہ ایڈیٹر بھیا نے ان سے مزید دعائیں وصول کرنے کے لئے پاس بٹھایا مگر زیادہ احتراماً بھی۔ پھر ایڈیٹر بھیا نے مجھے دعوت دی کہ میں اپنا مکمل تعارف کرواؤں۔ سو وہ میں نے کروا دیا۔ ابھی نام ہی بتایا تھا کہ تسلیم آپی کہنے لگیں عفیفہ ہی کیوں آپ کو کُفی کیوں نہیں



تو میں نے جواب دیا کہ بچپن ہی سے سب میرا نام بلاتے ہیں۔ کبھی کسی نے میرا نک نیم نہیں بلایا۔ پھر جب میں نے اپنا تخلص بتایا تو پھر بھی کہا گیا کہ دو کا مطلب کیا ہے اور ایڈیٹر بھیا نے باقاعدہ پوچھا کہ وہ کونسی پڑتی ہے۔ پھر میں نے بتایا کہ دو آنکھوں والی پڑتی ہے اور یہ ایک عربی نام ہے اور شہر کا نام ہے۔ اپنے تعارف کے بعد سب نے باری باری اپنا تعارف کروایا جسے سن کر بے حد خوشی ہوئی کہ اتنے لائق اور قابل لوگ پھول کے لئے کام کر رہے ہیں۔ میں نے ایڈیٹر بھیا سے بھی اپنا تعارف کروانے کو کہا مگر وہ ٹال گئے۔ پھر سب کو پیپسی پیش کی گئی جو انہوں نے آرام سے پی لی صرف اس وجہ سے کہ انہیں پیاس لگی تھی جبکہ میرے کیونکہ شائد وہ اپنے اوپر سب پردہ ڈال رہے تھے۔ پھر ایڈیٹر بھیا نے مجھ سے سوال کیا کہ آپ کو پھول میں کیا چیز پسند ہے تو میں نے کہا کہ کہانی گھر وادیہ۔ پھر سوال کیا گیا کہ آپ کیا چیز شوق سے پڑھتی ہیں۔ تو میں نے کہا کہ کہانیاں کہانی گھر وادیہ زیادہ شوق سے پڑھتی ہوں۔ تو عقیلہ آپی نے کہا کہ آپ کو کہانی گھر کی کیا چیز پسند ہے۔ تو میں نے کہا کہ اس میں ہمیں بہت سے لوگوں کی رائے بھی ملتی ہے اور دوسرا یہ بہت اچھا سلسلہ ہے۔ جسے دل کرتا ہے کہ اور ہونا چاہئے تاکہ مزید مزہ آئے اور اس کی خوبی یہ ہے کہ یہ بہت اچھی طرح ترتیب دیا ہوتا ہے۔ پھر وادیہ کے متعلق میرے منہ سے نکل گیا کہ اس کے آخر میں کوئی نہ کوئی نصیحت والی بات یعنی نچوڑ موجود ہوتا ہے تو ایڈیٹر بھیا کہنے لگے تو پھر ٹھیک ہے ہم اوپر سے رہنے دیتے ہیں۔ آخری لائن ہی لکھ دیتے ہیں کیونکہ اوپر تو کچھ نہ ہوا تو میں نے کہا نہیں ایسی بات نہیں ہے۔ اگر ابتدا نہ ہوگی تو اختتام کیسے ممکن ہے۔ پھر ٹائٹل کے متعلق پوچھا گیا کہ اگر اس کا ٹائٹل بدل دیا جائے اور اس کی جگہ کسی فلم سٹار وغیرہ کا ٹائٹل ہو تو کیسا رہے گا۔ تو میں نے اعتراض کیا اور کہا کہ اس کا یہ ٹائٹل بہت خوبصورت ہے اور میرا خیال ہے کہ ایسا ہی ہونا چاہئے اور کوئی ڈرامہ قسم کا یا فلم سٹار کا ہرگز نہیں ہونا چاہئے کیونکہ فلم انڈسٹری اس معاشرے کو کوئی اچھی چیز مہیا نہیں کر رہی کہ اسے اتنی اہمیت دی جائے۔ میرا خیال ہے سمجھنے والے میری بات سمجھ گئے ہوں گے۔ پھر ایڈیٹر بھیا نے مجھ سے درمیان والے صفحے پر جو شخصیات کے پوسٹرز ہوتے ہیں ان کے بارے میں پوچھا اور کہا کہ کوئی پانچ شخصیات کے نام بتایئے۔ جن کے ہم پوسٹرز چھاپیں۔ شخصیات کے نام اس وقت تو میرے ذہن میں نہ آئے لہٰذا میں نے بذریعہ خط بھیجنے کا وعدہ کیا۔ پھر ایڈیٹر بھیا نے کہا کہ آپ پھول میں کیا چیز بدلنا چاہیں گی یا پھر ڈالنا چاہیں گی تو میں نے کہا کہ بدلنا تو نہیں البتہ ڈالنا چاہوں گی۔ کوئی بہتری کی چیز جس پر ایڈیٹر بھیا نے اتفاق کیا اور پچھلے میگزینز پر روشنی ڈالی تو میں نے کہا کہ میں نے پچھلے رسالے امتحانات کی وجہ سے نہیں پڑھے۔ گفتگو کے دوران چائے کے ساتھ کچھ لوازمات بھی پیش کی گئیں۔ مگر سب نے چائے پینے سے انکار کیا۔ مگر اختر شاہ صاحب نے اچھے بچوں کی طرح چائے پی اور عقیلہ آپی نے چائے ان کے لئے بنائی تقریباً سب نے تجوری کے ساتھ کیک کا ایک ایک ٹکڑا لیا اور ایڈیٹر بھیا نے صرف بسکٹ کا آدھا پیس لیا اور ساتھ میں مجھے دعائیں دیں۔ اور باتوں باتوں میں پتہ ہی نہیں چلا اور ایک گھنٹہ گزر گیا پھر سب نے رخصت چاہی اور آپی سعدیہ نے صبح نو بجے پہنچنے کی ہدایت کی پھر میرا بھائی انہیں سڑک تک چھوڑنے کے لئے ان کے ساتھ گیا۔ کتنا خوبصورت دن اور وہ لمحہ تھا جب وہ سب لوگ آئے۔ کاش وہ لمحے کچھ دیر اور رک جاتے مگر کیا کریں۔ وقت تو ہاتھ میں روکا نہیں جا سکتا۔ واقعی پھول کی وزیٹنگ ٹیم کے ساتھ وقت گزرنے کا بہت مزہ آیا اور وہ لمحے دائمی ہیں کیونکہ جب اختر شاہ صاحب نے پوری ٹیم کے ہمراہ ہمارا گروپ فوٹو بنایا اور درمیان میں ہماری دادی اماں کو بھی بٹھایا۔ آخر میں میں اپنی غزل کا ایک شعر یہاں لکھوں گی۔

پلک جھپکتے ہی ہر پل بدل جاتا ہے دوستا
انتظار چاہے کتنا ہی طویل کیوں نہ ہو



اشتیاق احمد

آپ میرا سونے کا یہ زیور رکھ لیں اور مجھے صرف دو ہزار روپے قرض دے دیں میرا بیٹا کسی سے لڑ پڑا تھا، پولیس اسے پکڑ کر لے گئی ہے اور اسے چھوڑنے کے لئے دو ہزار روپے طلب کرتی ہے میرے پاس اس وقت اتنے پیسے نہیں ہیں، پہلی تاریخ ابھی دور ہے بس آپ کو پہلی تاریخ تک انتظار کرنا ہو گا اور مجھے تنخواہ ملے گی، اوھر میں آپ کو آپ کی رقم لوٹا دوں گا اور اپنا زیور لے جاؤں گا میرا بیٹا حوالات سے نکل آئے گا، آپ کو دعائیں دے گا۔

اوھیڑ عمر آدمی حاجی احمد کے سامنے ہاتھ جوڑے کھڑا تھا، اس کی آنکھوں میں آنسو تھے، ابھی ابھی اس کے یہ الفاظ ختم ہوئے تھے اور اب وہ حاجی کی طرف سے جواب کا انتظار کر رہا تھا چند لمحے تک زیور کو الٹ پلٹ کرنے کے بعد آخر حاجی احمد نے کہا۔ "اچھی بات ہے یہ چٹ میرے کلرک کے پاس لے جاؤ زیور بھی اسی کو دے دو جب رقم اسے لوٹاؤ گے وہ زیور تمہیں دے دے گا میں اسے فون کر رہا ہوں۔" "بہت بہت شکریہ جناب! وہ خوش ہو گیا، اس کی آنکھوں میں پہلے سے موجود آنسو گالوں پر لڑھک آئے پھر گالوں سے ہوتے ہوئے فرش پر گرے وہ پلٹا اور اپنے آنسوؤں پر پاؤں رکھتا کمرے سے نکل آیا۔ اب اس کا رخ کلرک کی طرف تھا کلرک نے رقعہ پڑھا زیور اس سے لیا اور پھر فون کا ریسیور اٹھا کر ایک بٹن دبایا جلد ہی حاجی احمد کی آواز سنائی دی: "ہاں ملک صاحب کیا بات ہے؟" "سر: یہ گل محمد میرے پاس موجود ہے، آپ کی چٹ لایا ہے"

"ہاں ہاں بھئی دے دو" "میں آپ کو یاد دلانا چاہتا ہوں سر کہ" "مجھے یاد ہے تم دے دو" "سر: اس نے پچھلی بار" "میں جانتا ہوں: تم دے دو" "بہت بہتر سر جو حکم لیکن میں چاہتا تھا کہ آپ پہلے میری بات سن لیں" "تم اسے دو ہزار دے کر فارغ کر دو پھر آ کر مجھے اپنی بات سنانا۔" "جی اچھا" کلرک کی آواز میں قدرے ناگواری آ گئی پھر اس نے دو ہزار روپے دے کر اس سے ایک کاغذ پر دستخط کرا لئے اور اس کا زیور دراز میں رکھتے ہوئے بولا: "ٹھیک پندرہ دن بعد تم کو یہ رقم لوٹانا ہو گی، ورنہ ہم زیور فروخت کر کے اپنی رقم پوری کرنے کے حق دار ہوں گے۔"

"جی ہاں: میں سمجھتا ہوں آپ کا بہت بہت شکریہ" "شکریہ جا کر سیٹھ صاحب کا ادا کرو" کلرک نے برا سا منہ بنایا۔ "جی...... جی...... اچھا" اس نے کہا اور دوبارہ حاجی احمد کے کمرے میں داخل ہوا۔ "میں آپ کا احسان مند ہوں سیٹھ صاحب" "اس کی ضرورت نہیں تم جاؤ اور اپنے بیٹے کو لے آؤ" گل محمد آنکھوں سے آنسو بہاتا وہاں سے نکلا اور تھانے پہنچا جس شخص سے اس کی بات ہوئی تھی اس نے دو ہزار اس کے سامنے رکھ دیئے۔ "ہوں ٹھیک ہے شیر خان: اس کے بیٹے کو نکال لاؤ" "بہت بہتر صاب" کانسٹیبل کی کھڑک دار آواز سنائی دی۔ "جلد ہی بیٹا وہاں آ کھڑا ہوا۔" "اپنے بیٹے کو سمجھا دینا اس بار سستا چھوٹ گیا، آئندہ اس آسانی سے جان نہیں چھوٹے گی۔ آپ فکر نہ کریں سر اب یہ ایسا کچھ نہیں کرے گا۔" "ہوں ٹھیک ہے، جاؤ" گل محمد بیٹے کو لے کر گھر آیا ماں اسے دیکھتے ہی دوڑ پڑی اور اسے سینے سے چمٹا لیا۔ پیار کرنے کی بجائے اسے یہ بتاؤ کہ ہم نے اس کی رہائی کے لئے دو ہزار روپے کس طرح حاصل کئے ہیں حاجی احمد سے قرض لینے کے لئے کیا کہا ہے۔" "نن نہیں یہ بات کسی کو نہیں بتائی جا سکتی جو نہی پہلی تاریخ کو تنخواہ آپ کو ملے آپ ان کے دو ہزار دے کر وہ لے آئیں۔" "وہ وہ کیا ماں" "کک...... کچھ نہیں...... تم سے بس اتنی درخواست ہے کہ اب کسی سے نہ لڑنا جھگڑنا ہمارے پاس

تو پہلے ہی کچھ نہیں ہے اور یہ جو تھانے دار کو دو ہزار دیئے ہیں تنخواہ میں سے نکال کر سیٹھ حاجی احمد کو دیتا ہوں گے پوری تنخواہ سے گزارا مشکل سے ہوتا ہے دو ہزار جب اس میں سے نکل جائیں گے تو باقی ڈیڑھ ہزار رہ جائیں گے۔ پورا مہینہ ڈیڑھ ہزار سے ہم کس طرح پورا کریں گے یہ بات کسی طرح سمجھ میں نہیں آرہی لیکن پھر بھی ہم پہلے حاجی احمد صاحب کے پیسے ادا کریں گے۔ بیٹے کا سر جھک گیا آخر اس نے کہا: ماں مجھے معاف کردو میں آئندہ میں کسی سے لڑائی جھگڑا نہیں کروں گا کوئی مجھ سے زیادتی کرے گا تب بھی میں اس کا شکریہ ادا کر کے آگے بڑھ جاؤں گا" "ہاں بیٹا! ہم جیسوں کیلئے یہی بہتر ہے" ماں نے کہا اور رونے لگی۔ سیٹھ حاجی احمد کا کلرک ان کے کمرے میں داخل ہوا، اس کے ہاتھ میں وہ زیور تھا جو ابھی ابھی گل محمد دے گیا تھا۔ "سر: آپ نے مجھے بات کرنے کا موقع نہیں دیا" "مجھے پوری بات یاد تھی جب کہ تم خیال کر رہے تھے کہ میں بدل چکا ہوں گا تین سال پہلے اس کی بیٹی کی شادی تھی یہ چار چوڑیاں لئے میرے پاس آیا تھا، اس نے کہا تھا میں وہ چوڑیاں رکھ کر اسے پندرہ ہزار روپے قرض دے دوں جو وہ پندرہ مہینے میں ادا کرے گا یعنی ہر ماہ ایک ہزار میں نے چوڑیاں رکھ کر اسے پندرہ ہزار دینے کی ہدایت کی تھی اور تم نے اس وقت یعنی اس کے جانے کے بعد یہ خوف ظاہر کیا تھا کہ کہیں وہ چوڑیاں جعلی نہ ہوں سو ہم نے ایک سنار سے ان کو چیک کرایا تھا وہ بالکل نقلی ثابت ہوئی تھیں بس ان پر سونے کا پالش کرایا گیا تھا پھر ہم پولیس لے کر اس کے گھر جانے کی سوچ رہے تھے کہ کسی نے بتایا وہ تو اس وقت بیٹی کو رخصت کر رہا ہے ہم رک گئے بلکہ پولیس اس کے گھر لے جانے کا ارادہ ترک کر دیا ایک ماہ بعد وہ جب ایک ہزار روپے لے کر آیا تو ہم دھک سے رہ گئے پھر وہ ہر ماہ ایک ہزار روپے لاتا رہا اب تمہارا خیال یہ ہے کہ پندرہ ہزار دے کر وہ اپنی نقلی چوڑیاں تو واپس لے گیا تھا لیکن یہ نقلی لاکٹ لینے کے لئے شاید وہ نہ آئے گویا ہمارے دو ہزار میں واپس نہیں ملیں گے لیکن تم دیکھ لینا ملک صاحب وہ آئے گا کیم تاریخ کو دو ہزار روپے لے کر" سیٹھ صاحب نے کہا اور پھر کسی سوچ میں گم ہو گئے اچانک وہ چونک اٹھے اور ان کی آنکھیں چمکنے لگیں۔ کیم تاریخ کو گل محمد دو ہزار روپے ہاتھ میں لئے سیٹھ حاجی احمد کے کمرے میں داخل ہوا "سیٹھ صاحب حاجی صاحب آپ نے مجھ پر بہت بڑا احسان کیا تھا یہ رہے آپ کے دو ہزار روپے مہربانی فرما کر میرا لاکٹ واپس دے دیں۔" "وہ لاکٹ!" جی ہاں: لاکٹ "مجھے افسوس ہے وہ لاکٹ ہمارے سے کہیں گم ہو گیا اگر وہ دو ہزار سے زیادہ کا تھا تو میں مزید رقم دینے کے لئے تیار ہوں اور اگر دو ہزار کے لگ بھگ تھا تو یہ آپ ہی رکھ لیں مجھے افسوس ہے۔" "جج ...... جی ...... جی" "ہاں: آپ یہ لے جائیں کوئی بات نہیں۔" "لل ...... لیکن سیٹھ صاحب ...... وہ ...... وہ زیور تو ......" گل محمد کہتے کہتے رک گیا۔ "آپ کو کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ...... آپ بس یہ دو ہزار روپے اٹھا لیں اور چلے جائیں۔" "سیٹھ صاحب وہ زیور" "میں زیور کے بارے میں کچھ نہیں سننا چاہتا۔" "لیکن میری درخواست ہے کہ آپ سن لیں وہ زیور" "نہیں ...... بس اس کے لئے اتنا ہی جملہ کافی ہے ...... کہ وہ زیور اور اس سے زیادہ کچھ نہیں۔ ہاں اگر وہ دو ہزار سے زائد کا تھا تو یہ بات آپ ضرور بتا سکتے ہیں ...... دو ہزار سے کم کا تھا تو آپ کوئی لفظ منہ سے ہرگز نہ نکالیں ...... اور بس جائیں۔" یہ کہتے ہوئے سیٹھ حاجی احمد نے دو ہزار کے نوٹ گل محمد کو تھما دیئے اور اس کے کندھے سے پکڑ کر دروازے کی طرف اس کا رخ کر دیا ...... پھر اسی طرح اسے باہر لے آئے۔ "اللہ حافظ" یہ کہتے ہوئے انہوں نے دروازہ بند کر لیا۔

بقیہ: مشاعرہ

اوہ تیر کماناں نکل گیا
میں گھر دی اگ لکاندا ساں
دھواں روشنداناں نکل گیا

ڈاکٹر یونس احقر

پنڈاں وچ نہیں ہوندا رکھناں جہاں زہراں نوں
چنگا ہوندا اے پڑھ لکھ منڈے جاندے نیں شہراں نوں

سعود عثمانی

حساب ترک تعلق تمام میں نے کیا
شروع اس نے کیا اختتام میں نے کیا

فرحت عباس شاہ

تو ہے سورج تجھے معلوم کہاں رات کا دکھ
تو کسی روز میرے گھر میں اتر شام کے بعد
تو نے دیکھا ہے کبھی ایک نظر شام کے بعد
کتنے چاپ چاپ لگتے ہیں شجر شام کے بعد

سعد اللہ شاہ

جہاں پھولوں کو کھلنا تھا وہیں کھلتے تو اچھا تھا
تمہی کو ہم نے چاہا تھا تمہی ملتے تو اچھا تھا

وصی شاہ

اندھیری رات میں رہتے تو کتنا اچھا تھا
ہم اپنی ذات میں رہتے تو کتنا اچھا تھا
غموں نے بانٹ لیا ہے تمہارے بعد ہمیں
تمہارے ہاتھ میں رہتے تو کتنا اچھا تھا

عمران نقوی

سناں شاخ پر اب تک ہرا ہوں
خزاں موسم کا پہلا معجزہ ہوں
مجھے سورج کی صورت جاگنا ہے
کسی بے نور لمحے کی دعا ہوں

سید غضنفر علی

صبح ہوتی ہے شام ہوتی ہے
لے کے اس کا ہی نام ہوتی ہے

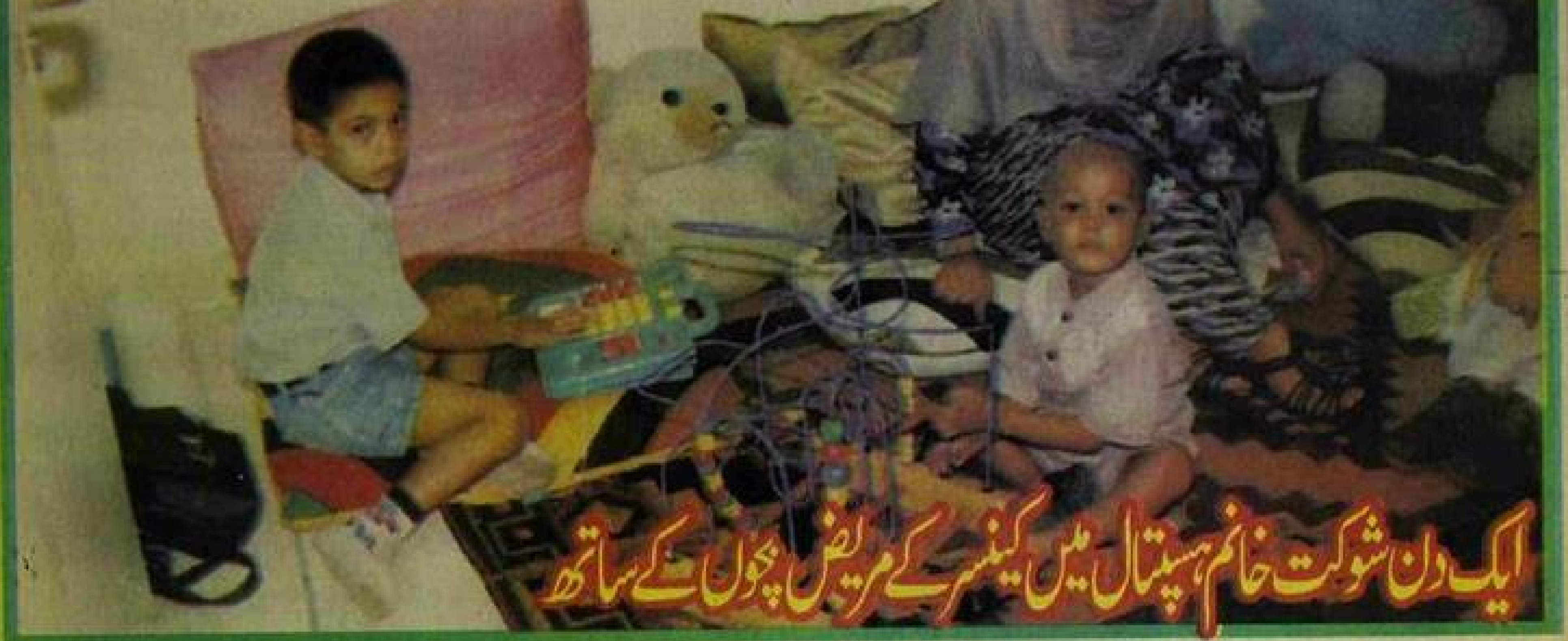
اس کی آنکھوں میں ڈوب نہ جاتا
خود کشی تو حرام ہوتی ہے

رابعہ حیات

تیر امتحان ختم ہوا تو واپس لو [illegible]
تجھ سے احساس کی چاہے بھی [illegible]

منصور حسین

دل میں کوئی دیا جلا رکھنا
جا رہے ہو تو رابطہ رکھنا
جب بدلنے لگو کبھی چہرہ
سامنے دل کا آئینہ رکھنا



کیرنگ اینڈ شیئرنگ کلب کے نمائندوں نے پھول ٹیم کا استقبال کیا

کو آرڈینیٹر: انیلا مظفر الٰہی

اگر ہم اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا کرنے کا سوچیں تو اندازہ ہوگا کہ عنایتوں کی ایک نہ ختم ہونے والی لسٹ ہے جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں عطا کر رکھی ہیں۔ ان میں سے ایک بہت بڑی نعمت تندرستی ہے جس کی قدر ان لوگوں کو ہوتی ہے جو اس نعمت سے محروم ہوتے ہیں۔ جی ہاں! میں ان لوگوں کی بات کر رہی ہوں جو ہمارے اور آپ کی طرح تعلیمی اداروں میں نہیں جاتے فارغ اوقات کو دلچسپ بنانے کے لئے تفریحی مقامات پر نہیں جاتے اور جو موسموں کی رعنائیوں کو دیکھ کر انہیں چھو نہیں سکتے بلکہ ہسپتال کے ایک کمرے میں بستر علالت پر پڑے ان سب باتوں کو سوچ کر آہ بھرتے رہتے ہیں۔ ان لوگوں کا بھی ہماری محبتوں پر اتنا ہی حق ہے جتنا ہمارے اپنوں کا ہوتا ہے کیونکہ یہ بھی ہمارے اپنے ہی ہیں۔ آپ نے یقیناً یہ سنا اور پڑھا ہوگا کہ "درد دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو" درد دل کا احساس ہی انسان کے زندہ ہونے کا ثبوت ہے۔ اسی درد دل کو محسوس کرتے ہوئے ماہنامہ پھول نے "پھول سوشل سروس" کا اہتمام کیا تھا۔ سوشل سروس پنجاب کارڈیالوجی کے بچوں میں خوشیاں بانٹ چکی ہے۔ مرزا ادیب کی علالت کے دنوں میں ان کی عیادت کر چکی ہے کیونکہ بیمار کی تیمارداری عین عبادت ہے چڑیا گھر میں جانوروں پر کیے جانے والے ظلم کے خلاف کھلی کچہری لگوا چکے ہیں کیونکہ جانوروں پر رحم کا حکم تو اسلام نے بھی دیا ہے اور اب سوشل سروس شوکت خانم ہسپتال میں موت سے لڑتے ہوئے بچوں میں زندگی کی امید کا ایک جگنو تھما آئی ہے کیونکہ ان کی عمر جگنو پکڑنے کی ہی ہے۔ "ہر اچھے کام کا ذکر دوسروں سے ضرور کرو" کے کلیے پر عمل کرتے ہوئے ہم آپ کو بتاتے ہیں کہ شوکت خانم ہسپتال میں ہمارا ایک دن ننھے منے مریضوں کے ساتھ کیسا گزرا۔ ایڈیٹر بھیا کی زیر نگرانی پھول سوشل سروس کی ٹیم جب شوکت خانم ہسپتال پہنچی تو ہسپتال کے شعبہ ایجوکیشن کی سربراہ محترمہ مزمل اور کیرنگ اینڈ شیئرنگ caring and sharing کلب کی انچارج مس غزالہ نے ہمارا استقبال کیا اور کانفرنس روم میں اپنے پروجیکٹ کے بارے میں بریفنگ دی۔ مزمل نے ہمیں بتایا کہ شوکت خانم روایتی ہسپتالوں کے برعکس جدید ترین طریقہ علاج کو اپنا رہا ہے۔ جس میں نا صرف بچوں کے کینسر کا علاج کیا جاتا ہے بلکہ ان کے نفسیاتی مسائل سے آگاہی بھی حاصل کی جاتی ہے۔ کینسر کا علاج خاصا طویل ہوتا ہے جس کے دوران بچے عام طور پر زندگی سے بیزار ہو جاتے ہیں ان میں دوسرے بچوں کی طرح شادابی نہیں رہتی۔ ان بچوں کو زندگی کی طرف واپس لانے کے لئے شعبہ تعلیم نے بہت سے اقدامات کئے ہیں۔ ہسپتال میں بچوں کے لئے Play





بچوں کو علاج کیلئے آمادہ کرنے میں پلے روم کا بہت ہاتھ ہے

کینسر کی ادویات سے مریض کے سر کے بال اڑ جاتے ہیں

مختلف وارڈوں میں کینسر سے متاثرہ بچوں کی عیادت اور تحائف کی تقسیم

ہسپتال میں صفائی اور دیواروں کی آرائش نے بار بار متوجہ کیا



clubs بنائے گئے ہیں اس کے علاوہ انہیں ڈرائنگ سکھائی جاتی ہے۔ رنگوں سے محبت کرنا سکھایا جاتا ہے کیونکہ رنگ زندگی کے لئے لازمی ہیں۔ اس ڈرائنگ میں بچوں کو صرف کاغذ میں رنگ بھرنا ہی نہیں سکھایا جاتا ہے بلکہ اپنے ننھے ننھے خوابوں میں بھی رنگ بھرنے کی ترغیب دی جاتی ہے۔ انہیں کھیلنے کے لئے خوبصورت کھلونے دیئے جاتے ہیں۔

مزمل نے جتنا ہمیں Play clubs کے بارے میں بتایا اس



سے تو چیز ہمیں خوشی ہوئی ہی تھی لیکن اس خوشی میں اضافہ اس وقت ہوا جب ہم نے ان Play clubs کا دورہ کیا۔

پھر مس غزالہ نے ہمیں caring and sharing کلب کے بارے میں بتایا اس کلب کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ بچوں کے دلوں میں موجود خوف کو دور کیا جائے انہیں ہلکے پھلکے انداز میں علاج کی اہمیت کے بارے میں بتایا جائے۔ اس کلب میں بچوں کو سبق آموز کہانیوں کے ذریعے اور بہادری کی فلمیں دکھا کر ان کی قوت ارادی کو بڑھایا جاتا ہے۔ انہیں یہ بتانے کی کوشش کی جاتی ہے کہ جب وہ اس طویل علاج کے بعد ٹھیک ہو کر گھر جائیں گے تو انہیں معاشرے کا ایک فعال شہری بننا ہے۔

غزالہ نے بتایا کہ ہسپتال کی سب سے پہلی مریضہ سمیرا جس نے ہسپتال کا افتتاح کیا تھا اب مکمل طور پر صحت یاب زندگی گزار رہی ہے بلکہ وہ caring and sharing کلب کی ممبر بھی ہے اور دوسرے مریض بچوں کی حوصلہ افزائی کرتی ہے۔ انہوں نے بتایا کہ یہاں ہر بچہ اپنے نام کا ایک پودا لگاتا ہے پھر اسے پانی دیتا ہے جیسے جیسے پودا سرسبز ہوتا جاتا ہے۔ بچے میں زندگی کی امید بڑھتی جاتی ہے۔ یہ تمام باتیں ہمارے لئے بہت خوشگوار تھیں۔ سب سے خوبصورت چیز ہمیں بچوں کے وارڈ میں لکھا ہوا سلوگن لگا۔ "generasity is a gift from the heart" کیسے قارئین اچھا خوبصورت بات۔ ہوم اکنامکس کالج اور یونیورسٹی کی طالبات نے بھی بچوں کے وارڈوں کو خوبصورت بنانے کے لئے بہت کام کیا ہے۔ پھول سوشل سروس کی ٹیم میں ایڈیٹر بھیا کے علاوہ ہمارے مہمان خصوصی مشہور شاعر ڈرامہ نویس سید وصی شاہ پھول کہانی گھر پاکستان کی صدر ماریہ مجید سیکرٹری عقیلہ اقبال پھول فورم کی انچارج آمنہ اعظم مووی کلب کی انچارج آسیہ ناز گرلز کلب کی سیکرٹری عائشہ میر انٹرنیٹ ڈیزائنر شہزاد سلیم پھول کلب کے سیکرٹری اطلاعات عرفان الحق تھے اور پرائڈ کے سکول کے بچے شامل تھے۔ سید وصی شاہ نے اس دوران ایک بہت خوبصورت بات کہی کہ یہاں آ کر یقین پختہ ہو گیا کہ ہم تھرڈ ورلڈ کے لوگ ضرور ہیں لیکن ہماری اخلاقیات تھرڈ ریٹ نہیں ہیں۔ ایڈیٹر بھیا نے بھی ہسپتال کی سرگرمیوں کو سراہتے ہوئے کہا کہ پھول اور شوکت خانم کی پالیسی کافی حد تک ملتی ہے۔ پھول بھی ایسے بہت سے کام کرتا ہے۔ جس کا براہ راست تعلق انسانی جذبہ ہمدردی سے ہوتا ہے۔ لہٰذا انشاءاللہ ہم مستقبل میں بھی شوکت خانم کے مریضوں کو یاد رکھیں گے۔ کیونکہ اگر ہم آنحضرت کی تعلیمات پر نظر دوڑائیں تو ہمیں پتا چلتا ہے کہ مسلمان کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ وہ بیمار کی تیمارداری کرتے ہیں۔ اسے زندگی کی امید دلاتا ہے کہ یہی رب رحمان کو پسند ہے "پھول" کی ایک روایت یہ بھی ہے کہ وہ پہلے عمل کرتا ہے پھر نصیحت کرتا ہے اشرف المخلوقات ہونے کی حیثیت سے ہم پر فرض بنتا ہے کہ ہم دوسرے لوگوں کے دکھ سکھ میں برابر کے شریک ہوں ہم نے اپنا فرض پورا کیا اب آپ کی باری ہے بہت سے ہاتھ ایسے ہیں جو امید کے جگنوؤں کے منتظر ہیں۔ بہت سی آنکھیں ایسی ہیں جو آپ کا انتظار کر رہی ہیں۔ اب یہ آپ کا اور ہمارا فرض ہے کہ ہم ان کا ہاتھ تھامیں۔

آؤ قسم کھائیں ہم زندگی سے محبت کریں گے
یہ زندگی خوبصورت ہے اس کی حفاظت کریں گے



ہم بدلے نہ تم

دو دوستوں کا قصہ ان کے درمیان ایک تیسرا آرہا تھا

شاذ بٹ

"یار کیا تکلیف ہے تمہیں، تمہیں اچھا بھلا پتہ بھی ہے کہ مجھے یہ سب اچھا نہیں لگتا۔ تم اتنی دیر سے اسے پیار کئے جارہی ہو تارو اسے گود سے"۔ تارو نے غصے سے آشا کی گود میں کھیلتے حسن کو دیکھا۔ "کیا ہے بھئی یہ تو پیارا بچہ ہے 'کیوٹ سا' پتا ہے تارو یہ بیڈ پہ نہیں سوتا گود میں کھیلتا ہے اور سوتا ہے۔ پتہ نہیں یہ اتنا پیار کیوں لیتا ہے مجھ سے 'شاید تارو یہ ساری زندگی پیار لیتا اور دیتا رہے"۔ آشا نے پھر سے حسن کو پیار کرنا شروع کر دیا جب اس نے اپنے گیلے گیلے ہاتھوں سے اس کی قمیض پکڑ لی تھی۔ "ٹھیک ہے تو تم کھلاتی رہو اسے میں جارہی ہوں اپنے گھر، تمہیں تو جیسے میں نظر نہیں آتی تھوڑی سی قدر تو ہونی چاہئے بندے کی" تارو ایک دم سے اٹھی۔ "ارے بھئی تارو لو میں اسے اس کی ماما کے پاس چھوڑ آتی ہوں 'تم بیٹھو ناراض مت ہو" آشا نے اسے بہت زور لگایا۔

"جی نہیں...... میں نہیں رک سکتی جس بندے کو خود ہی احساس نہ ہو کہہ کر پیار لینے کا فائدہ"۔ تارو کا پارہ بالکل نہ اترا۔ "یار اب تمہیں بچوں سے بھی ضد ہونے لگے اتنے معصوم ہیں اللہ جی کے اتنے پاس ہیں............" ابھی آشا کہہ ہی رہی تھی کہ تارو اور غصے میں آگئی اور بولی "یار یہ دیکھو میرے ہاتھ مجھے اس قسم کے فلسفے سنانے کی ضرورت نہیں یہ تم جانو یا وہ لوگ جو بڑے شوق سے سنتے ہیں میں مزید نہیں رہ سکتی"۔ "جاتی ہو تو جاؤ مجھے بھی تمہارے جیسی دوست کی کوئی ضرورت نہیں جو مجھے اس حد تک اپنی ملکیت بنالیں کہ میں ایک معصوم فطرت سے پیار بھی نہ کر سکوں 'مس تارو جائیے آپ کسی اور سے دوستی کیجئے۔ لوگ زمین کے مالک ہوتے ہیں' زمین پھر بھی گھومتی ہے سنا تم نے! اور پتہ نہیں تم کس قسم کی دوست ہو کہ میرے ہی دوستوں کو میرے لئے طنز کا باعث بنالیتی ہو"۔ اب کہ آشا بھی خوب بولی۔ تارو نے تیوری چڑھائی "تمہارا کیا مطلب ہے میں نے سردانیال کا ذکر کیا ہے یا مس رضوی کا جو تمہیں شوق سے سنتے ہیں۔ تم مجھے کس حد تک غلط سمجھتی ہو 'اتنا جانتی ہو تم مجھے کہ میں تمہیں ان کی وجہ سے Taunt کر رہی ہوں؟" آشا نے حسن کو گود میں لیا اور کھڑی ہو گئی۔ "یار خود اپنے منہ سے تصدیق کر دی ہے' میرے تو ذہن میں یہ لوگ نہیں تھے"۔

"تو پھر کیا وہ سارہ اور سعدی تھیں جو تمہیں فرینڈ شپ بینڈز باندھ کر گئی تھیں"۔ تارو کے اس سوال پر آشا دوسری طرف منہ کر کے تھوڑا سا مسکرائی "جی نہیں"۔ "تو کیا عمیرہ تھی جو تمہارے کندھوں پہ بازو پھیلائے باتیں کر رہی تھی اور جس نے تمہیں پھول بھی دیا تھا؟" "نہیں" "لازمی بریرہ ہو گی جس نے تمہیں "I MISS YOU" کا کارڈ دیا تھا"۔ اب کہ آشا کی ہنسی نکل گئی۔ "توبہ تارو 'تم کیا کیا اور کتنی ہو؟"

"جس کے دل پہ گزرتی ہے 'اس کو سب یاد ہوتا ہے۔ تمہارے لئے کیا معنی رکھتی ہیں یہ باتیں؟" "یار بس کرو 'حد ہوتی ہے کسی بات کی' پتہ نہیں کیسا ذہن ہے تمہارا جب میں اپنے دوستوں سے ملتی ہوں تو ایک سائیڈ پہ ہو جاتی ہو۔ مجھے سب ہی کہتے ہیں کہ میں تمہارا خیال نہیں کرتی' تمہیں اکیلا چھوڑ دیتی ہوں اور اصل بات یہ ہوتی ہے کہ تم ان سے ملنا نہیں چاہتی" آشا نے اپنے منجمد جذبات باہر نکالے۔ تارو بالکل برداشت نہ کر سکی "ہاں ہاں تو اور سنا کروں میں اتنے رومینٹک جملے 'کل کتنی دیر مریم نے تمہارے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لئے رکھا تھا اور وہ......وہ ثانیہ......آپ بہت اچھی ہیں آشا مجھے بھولے گا نہیں کہہ نہیں رہی تھی تمہیں؟ اور سردانیال تو جیسے تمہارے بغیر کام ہی نہیں کر سکتے" تارو کی آنکھوں کی چمک "Stop it now!" تارو نے آشا کو چپ کرا دیا۔ حسن نے آشا کی گال پر رکھے ہاتھ کو اپنے ہاتھوں میں لے کر اپنے منہ میں لے لیا تھا۔ اس کے ہاتھ پہ گدگدی ہونے لگی "یہ تو بہت پیارا سا بچہ ہے 'ہے ناں بھئی؟" اس نے پھر اس کے ساتھ کھیلنا شروع کر دیا۔ تارو نے ٹھک سے دروازہ بند کر دیا اور چلی گئی۔ "میرے اللہ میاں آپ مجھے بتائیں میری کیا غلطی ہے؟ میں نہیں کہتی کہ میں درست ہوں مگر میری عقل تو یہی کہتی ہے لیکن آپ سب سے بہتر جانتے ہیں میری جو بھی غلطی ہے آپ مجھے بتادیں اور درست کر دیں۔ اللہ جی وہ تو بہت جنونی لڑکی ہے۔ اب جا کر اس نے نیند کی گولیاں نہ کھالی ہوں اس دن کی طرح جب بارش والے دن ہماری لڑائی ہوتی تھی اس روز کی طرح اس نے کتابیں اور گھر کی چیزیں ادھر ادھر نہ پھینک دی ہوں۔ اگر اسے کچھ ہو گیا ناں اللہ جی تو میں آپ سے نہیں بولوں گی 'آپ کو پتہ ہے کہ میں آپ کے بنا نہیں رہ سکتی آپ کیا میرے بغیر رہ لیں گے......؟" وہ اپنی باتوں میں گمن تھی کہ ایک دو تین گھنٹیاں بج گئیں۔ اس کا دل دھک دھک کر رہا تھا اور نا معلوم سے آنسوؤں نے اس نے ہونٹوں کو چھو لیا تھا۔

"روٹھ نہ جانا تم کہوں تو 'میں ان آنکھوں میں جو رہوں" باتیں آشا سن کر دل ہی دل میں افسوس کر رہی تھی مگر اسے یہ سمجھ نہیں لگ رہی تھی کہ ہنسے یا روئے!" تارو تم کیسی دوست ہو تمہیں تو اس بات پہ خوش ہونا چاہئے کہ تمہاری دوست کو صرف تم نہیں اور بھی لوگ پیار کرتے ہیں اور اس میں میری خوشی ہے۔ تم میری ہی خوشی کا لحاظ کر لیا کرو"۔ "یار خوشی بہت انجانی سی شے ہے جو چھو کر خود سے انجان بنا دیتی ہے مگر جوں جوں اس کی شیرینی ہمارے وجود میں گھلتی ہے' پیار اور چاہت کا احساس بڑھتا چلا جاتا ہے 'لوگ کہتے ہیں وہ شخص خوش قسمت ہے جس کے جتنے زیادہ دوست ہوں۔ یار ان لوگوں کی خوشیاں میرا پیار ہیں' ان کے ہاتھوں کی گرمی



تو........ میرے جیسا دیوانہ تم پاؤ گے نہیں!" کسی نے بولنے کی بجائے گانا لگا دیا تھا۔ ابھی رکھا نہ تھا کہ پھر بیل بج گئی "تجھے نہ دیکھوں تو چین مجھے آتا نہیں اک تیرے سوا کوئی اور مجھے بھاتا نہیں" پھر گانا لگ گیا........ "بند کر فون میں تجھے آکر چین دلاتی ہوں" آشا نے فون بند کیا۔ اس کا جی چاہ رہا تھا کہ ابھی اس پگلی کے پاس جا کر اس کے کان کھینچے اور بہت سا پیار کرے۔ "امی وہ...... وہ در اصل میں نے وہ...... تارو کے ہاں جانا ہے" "ابھی وہ اٹک اٹک کے کہہ رہی تھی کہ امی نے جھاڑ دیا "کل تو ابھی تم گئی تھی۔ آج وہ آئی تھی ابھی گئی ہے کوئی ضرورت نہیں جانے کی۔ ہمارے زمانے میں پتہ نہیں ہوتا تھا سہیلیاں کیا ہوتی ہیں مجھے بیٹیوں کا یوں گھر سے اتنی اتنی دیر رہنا بالکل پسند نہیں ہے۔ خود ہی شرم کرو؟" "امی وہ اتنا ضروری کام ہے اس کی طرف ٹیسٹ کی تیاری کرنی ہے' اس کے گھر سے فون آ گیا اس لئے اسے جانا پڑا۔ امی اس کی طبیعت بھی ٹھیک نہیں' امی اس کی امی بھی گھر نہیں ہیں"۔ آشا نے فافٹ کئی بہانے بنا دیئے۔ مگر امی نے خوب خوب ڈانٹا۔ "امی کیا ہو گیا ہے' چلو تم ریڈی رہنا میں صرف دو منٹ میں آتا ہوں" ایزاف بھائی نے فوراً کہا۔ "یہ تم نے ہی اسے سر پر چڑھایا ہوا ہے۔ جب تم پاکستان سے چلے جاؤ گے پھر اسے کون چھوڑ آئے گا؟" آشا کی دال تو گل گئی تھی مگر ابھی تڑکا نہیں لگا تھا۔ معصوم سی شکل بنا کر ساتھ پڑے بیڈ پر لیٹ گئی منہ تکیے میں لے لیا اور جھوٹی موٹی رونے لگی اتنا جتنے کے باعث وہ ہل رہی تھی۔ امی نے سمجھا رونے کے باعث ہے" چل اٹھ اب جا...... "امی کو جذباتی کرنے میں وہ کامیاب ہو گئی تھی اس کا قہقہہ نکل گیا" "ایک نمبر کی فراڈ ہو تم" امی بھی ہنس دیں۔ "آشا' یہ جو ہر وقت کا ساتھ رہنا ہوتا ہے یہ لڑائیاں ابھارتا ہے بندہ ہر لمحہ ساتھ رہے تو ایک دوسرے کے ہر کام کی خبر ہوتی ہے اور اگر ذرا سا کسی سے نہ پوچھو تو دوستوں میں اختلافات جنم لیتے ہیں۔ کائنات نے محبت کے اصول میں کتنی دوری رکھی ہے یہ تم جانتی ہو' خود ہی تو کہتی ہو کہ اللہ میاں سب سے زیادہ پیارے محمدؐ سے پیار کرتے ہیں وہ دونوں ایک دوسرے کے پاس ہیں مگر اکٹھے تو نہیں رہتے ناں! ٹھیک ہے انسان کو انسان کی ضرورت ہوتی ہے مگر اتنا زیادہ اچھا نہیں ہوتا" ایزاف نے بائیک روکتے ہوئے کہا۔ "آنٹی تارو کہاں ہے؟" "اپنے کمرے میں ہے" "اتنی دیر آوازیں دے دے کر اس کا دروازہ کھلوایا تو وہ اندر دیوار سے ٹیک لگائے بیٹھی تھی۔ آنکھیں سوجی ہوئی تھیں اور میوزک آن تھا۔ آشا نے لائٹ جلائی "کوہو تو ہماری پیاری سی دوست اُدھر بیٹھی ہوئی ہے"

"چھوڑو مجھے ہاتھ مت لگاؤ جاؤ جس کے پاس مرضی" تارو نے ناک میں روتے ہوئے کہا۔ "بھئی مرضی ہے تو تمہارے پاس آئی ہوں" آشا نے پھر اس کا ہاتھ پکڑنا چاہا "کیا ہے کیوں نہیں جاتی تم' جاؤ جاؤ اپنے سر دانیال کے پاس مس رضوی کے پاس' عمیرہ کے پاس' اپنی دوستوں کے پاس' سنو ان کے رومینٹک جملے مجھے کوئی ضرورت نہیں ہے۔ تنگ آ گئی ہوں میں روز روز کی چک چک سے بس آج کے بعد ختم نہ تم مجھ سے ملنا نہ میں تم سے اچھے فون بھی مت کرنا میرے سامنے جاؤ تم مجھے کوئی ضرورت" آشا نے اس کے منہ پہ ہاتھ رکھ دیا۔ "دیکھو اس مت کرو' زیادہ فضول بولنے کی ضرورت نہیں تم کو تم خود کو سمجھتی کیا ہو! جاؤ جہاں جانا ہے' میرے پاس سے جہاں جا سکتی ہو' جا کر دکھاؤ! تم نے مجھے سمجھ کیا رکھا ہے میں کوئی کھلونا نہیں ہوں جب جی چاہے تم تو کھیل لو اور جب جی چاہے پھینک دو۔ نہ میں کوئی شاپ کیپر ہوں کہ تمہاری مطلوبہ چیز دے دوں تو ٹھیک ہے ورنہ نہیں۔ تم کہیں اور چلی جاؤ' کم از کم تمہارے کو یہ یاد رکھنا چاہئے کہ میں انسان ہوں ٹھیک ہے تم رہو اپنی دنیا میں خوش"۔ اسے احساس ہو رہا تھا جیسے وہ بہت سخت بول گئی ہو۔ جانے سے پہلے پھر مڑی "دیکھو میری تارو! تم جہاں بھی رہو' ساری دنیا تمہیں پیار کرے تو میں اس میں خوش ہوں مجھے یقین ہے کہ جو جگہ میری ہے وہ کہیں نہیں جائے گی۔ کوئی نہیں لے سکتا' دیکھو تارو' پیار میں (Aggressive) ہونا یا (Possessive) ہونا بری بات نہیں مجھے خوشی ہوتی ہے جب تم میرے لئے پوزیسو ہو جاتی ہو۔ مگر دل کے ساتھ ساتھ تھوڑا دماغ سے کام لینا پڑتا ہے کہ ہمارے اس پیار سے دوسرے پر کیا اثر پڑتا ہو گا۔ اب اگر تمہیں خوش کرنے کے لئے میں اپنے دوسرے دوستوں سے نہ ملوں جو بغیر غرض کے بس مجھے چاہتے ہیں ان کا دل کیوں توڑوں' صرف اس لئے کہ وہ مجھے پیار کرتے ہیں؟" "یار تم بالکل ٹھیک کہتی ہو' تمہارے سوچنے کا انداز واقعی درست ہے میں تو انسان ہی نہیں ہوں میرا دل ہی نہیں' پتھر ہے' پھر مجھے کیسے احساس ہو؟ مگر مجھے یہ تمہارا حق ملکیت برا نہیں لگتا یہ تو بچوں کی فطرت ہے۔ تم اپنا رستہ چن لو' میرا تو بہت ...... میں نے تمہیں بہت disturb کیا تمہارا دل دکھایا ہو سکے تو مجھے معاف کر دینا آشا کمرے سے باہر آ گئی" "آشا اگر تم گئی ناں پھر دیکھنا اچھا نہیں ہو گا کب تک تم خود کو blame (الزام) دیتی رہو گی حالانکہ قصور تو میرا ہے"۔ "نہیں دوست میں غلطی پہ ہوں" آشا نے کہا۔ "نہیں میری غلطی ہے" "نہیں میری ہے" "نہیں میری ہے" دونوں ایک ہی جملہ دہرانے لگیں۔ کیا مصیبت ہے آشا ہنس دی اور تارو مسکرا دی تارو کہنے لگی "آشا خود کو اذیت مت دیا کرو مجھے پتہ ہے تم ٹھیک کہتی ہو جب تمہیں کوئی پیار کرتا ہے یا پسند کرتا ہے تو میں خوش ہوتی ہوں مگر میں یہ برداشت نہیں کر سکتی کہ تم مجھ سے زیادہ کسی سے پیار کرو یا کوئی تم سے تم اگر میری دوست ہو تو صرف میری ہی ہو"

"تارو اعتماد رکھو' تمہیں پتا ہونا چاہئے کہ ہر انسان کا اپنا اپنا مقام ہوتا ہے اور کسی دوسرے کے آ جانے سے وہ مقام کھو نہیں جاتا۔ جو پیار مجھے تم سے ہے وہ اپنی جگہ کوئی کسی کا حصہ نہیں لیتا اپنے حصے کا لیتا ہے میری دوست نوشین کہتی ہے جو ہماری دنیا میں آتے ہیں اور ان سے ہمیں پیار ہوتا ہے وہ ہمارے وجود کا حصہ ہوتے ہیں بس تھوڑا سا اناؤنس (اعلان) کرنا پڑتا ہے (اور وہ بھی دھیرے سے) تارو اللہ کو سب سے زیادہ پیار پیارے محمدؐ سے ہے اور اللہ میاں نے بھی پیارے محمدؐ کو اپنے ساتھ نہیں لپٹا لیا کہ یہ صرف میرا ہے اور پیارے محمدؐ کو سارے جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا۔

سیٹ کا انتظام

ایک طالب علم نے داخلے کا وقت گزر جانے کے بعد داخلہ لینے کی کوشش کی تو پرنسپل نے کہا "معاف کریں۔ اب کوئی سیٹ نہیں ہے" لڑکا بولا۔ "آپ سیٹ کی فکر نہ کریں' اس کا انتظام میں خود کر لوں گا۔ میرا باپ کارپینٹر ہے۔" (مرجانہ سعید فیصل آباد)

اصل عشق تو وہی ہے اور اسی کو اپنی زندگی میں لاتا ہے اگر پیار کرتا ہے تو...... سو جس سے محبت کرو اگر وہ تھوڑا بھی دے تو بہت ہوتا اور کرنے کے معاملے میں تو بہت بھی ہو تو نہیں جتلاتے اسے تھوڑا سمجھتے ہیں' پیار تو یہی ہے!" "لیکن آشا اگر کسی کا زیادہ ہو جائے تو؟" "دیکھو تارو' پیار ہم گٹھڑیاں باندھ کر دیں ہی کیوں اس کا وزن ہی کیوں کریں کہ کسی نے ہمیں اتنا پیار نہیں دیا جبکہ ہم نے اسے دیا ان گٹھڑیوں کو کھلا رکھو تاکہ کوئی بند گٹھڑی کو دیکھے ہی نہ! کیونکہ بند گٹھڑی کے مواد کا اندازہ آپ کر سکتے ہو اور جو کھلی ہو چاہے کم بھی ہو اس کا اندازہ نہیں ہوتا' پیار کو دوسروں پر بوجھ کیوں بنائیں' پیار تو آسانیاں اور خوشیاں دیتا ہے۔ تمہیں پتہ ہے اللہ جی ہم سے بہت پیار کرتے ہیں اللہ جی نے سب کو ساتھ لگایا ہوا ہے تم یہ تصور کر لو کہ اللہ جی صرف تمہارے ہیں تم ان کے ساتھ لگ جاؤ اور تمہارا یقین ہو گا کہ وہ بس تمہارے ہیں جب تم آنکھیں کھولو گی تو دیکھنا تمہارے ارد گرد بے شمار لوگ اللہ جی سے لپٹے ہوں گے کچھ سیڑھیاں چڑھ کے ساتھ لگے ہوں گے۔ ایسے میں اگر تم کہہ دو جائیں اللہ جی آپ تو سب کے ہیں میں آپ سے نہیں بولتی ممکن ہے جو جگہ تم چھوڑو وہاں کوئی اور طلب والا آ جائے اور تمہاری جگہ کھو جائے اس لئے صرف اپنا یقین مضبوط کرو کہ تمہاری جگہ کوئی نہیں لے سکتا ہر کوئی اپنی جگہ لیتا ہے۔ پیار کا ہر اصول اللہ جی سے شروع ہوتا ہے اور وہیں پہ ختم' تو ہم لوگ اس کا اندازہ کیوں نہ اپنا لیں ہوں؟" آشا کے ہاتھوں میں تارو نے اپنا چہرہ چھپا لیا تھا "یار دور نہیں جاؤ گی ناں؟ اگر 99 فیصد لوگ بھی کچھ اور کہیں تو بھی میں صرف 1 فیصد میں تمہارے ساتھ چلوں گی۔ یہ میری دنیا بھی تم ہو! میں ان سب باتوں کو مانتی ہوں مگر...... تمہیں تو پتہ ہے کہ میرا اسٹار Aries ہے اور تمہارا Leo!!! نہ میں تمہیں چھوڑ سکتی ہوں اور نہ تم مجھے" تارو نے اپنا سر اس کی گود میں رکھ دیا مگر جوں ہی آشا نے کہا اور سنو Sagitarius کا ذکر نہیں کیا تم نے' وہ بھی تو ضروری ہے!"

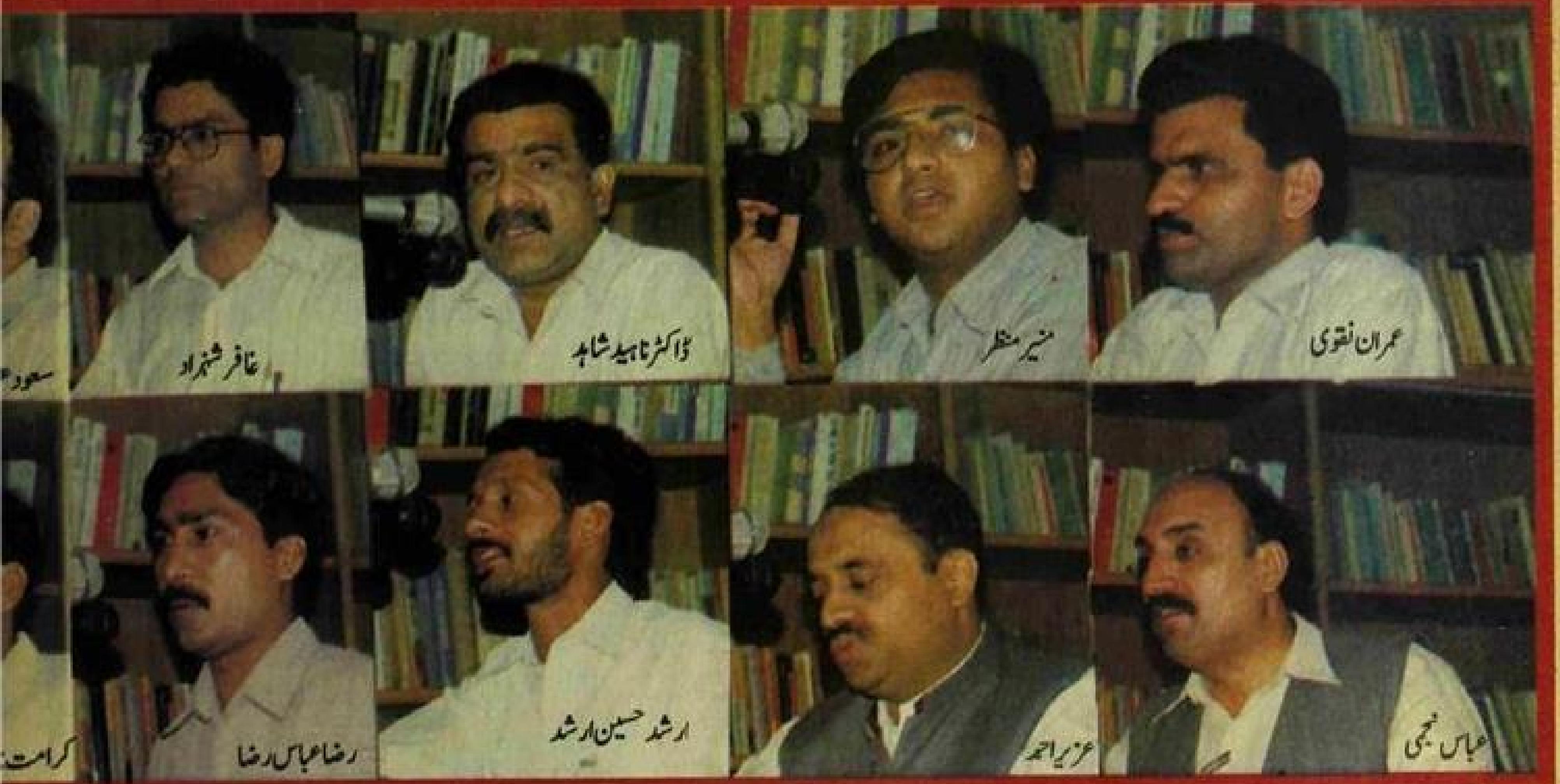
تارو پھر اٹھ گئی...... پھر تیسرا آ گیا؟" "کیا ہے...... ابھی کیا طے ہوا تھا؟" آشا نے ہنستے ہوئے پوچھا۔ "اچھا ناں بابا ٹھیک ہے! تارو بھی ہنس دی۔ "وہ تو مجھے بہت عزیز ہے' واہ اس میں کتنی خوبصورتی ہے" "کب کہ تارو نے اس کے زور سے چٹکی ماری...... "اب تم بزحتی نہ جاؤ" "آشا باجی...... تارو کا بھائی بھاگتا ہوا آیا اور آشا نے اس سے سلام لی "کیسے ہو نومی؟" "نومی چلا گیا" "تم نے میرے سے ہاتھ چھڑا کر اس سے سلام لی؟" تارو نے پھر منہ بنا لیا "ارے...... ارے...... پھر؟" "اچھا بابا ٹھیک ہے ناں!!! تارو اور آشا دونوں خود کو خوش اور پرسکون محسوس کر رہی تھیں مگر ابھی بھی کچھ نہیں کہا جا سکتا تھا کہ کل کے فنکشن میں کیا ہوا!

منیر نیازی کی صدارت اور 30 سے زائد شاعر

پہلا پھول مشاعرہ

جہاں شاعر ہی نہیں سامع بھی خوش تھے

کہ انہیں بے پناہ داد ملی بلکہ مشاعرے کا "موڈ" ہی تبدیل ہو گیا۔ نجمی صاحب نے اپنے بعد ہمیں سٹیج پر بلایا...... اور ہم نے بھی داد یا "بے داد" کی پروانہ کرتے ہوئے اپنی ایک بہت پرانی پنجابی غزل آزمالی۔ پھر کیا تھا...... یونس احقر اور سلیم کاشر نے تو پنجابی میں شعر سنانا ہی تھے' اچھے خاصے اردو شاعروں نے بھی بخوشی اپنا پنجابی کلام سنانا شروع کر دیا لیکن کیا مجال کہ کسی جانب سے کوئی ہوٹنگ ہوئی ہو' کوئی آوازہ کسا گیا ہو...... اور اسکی سادہ سی وجہ یہ تھی کہ سامعین شاعری کا بے پناہ ذوق رکھتے تھے...... زبان ثانوی چیز تھی' اصل مقصد شاعری سننا



عباس نجمی کی پنجابی غزل نے سماں باندھ دیا

عمران نقوی

محترمہ روبینہ جیلانی اپنی انگریزی نظم سنا کر سٹیج سے اتریں تو عباس نجمی جو مشاعرے کی نظامت کر رہے تھے' حاضرین سے مخاطب ہوئے......

"آپ نے انگریزی نظم سن لی' خاصی داد بھی دی لیکن میں اب آپکو ایک ایسی زبان میں شاعری سنانے چلا ہوں جو آپ کو بالکل نہیں آتی اور اور عباس نجمی نے ٹھیٹھ پنجابی میں لکھے ہوئے اشعار حاضرین کی نذر کر دیئے...... لیکن ان کا یہ اندازہ بالکل صحیح ثابت نہ ہوا کہ مشاعرے کے سامعین پنجابی زبان سے واقف نہیں ہیں...... پنجابی شاعری پر نہ صرف یہ

اور اس سے لطف اندوز ہوتا تھا۔

آپ کو اس وقت حیرت تو ہو رہی ہو گی کہ مشاعرہ' مشاعرے کے ناظم' داد' بے داد' سامعین' سامعین کا شعری ذوق' اردو' انگریزی' پنجابی...... یہ سارا ذکر تو ہو گیا لیکن مشاعرہ کہاں تھا' کس نے کروایا اور کیوں کروایا...... اس کے بارے میں تو کچھ بتایا ہی نہیں۔ یہ سب بھی بتادیں گے لیکن پہلے میر مشاعرہ کے تاثرات تو سن لیں جو مشاعرے کے اختتام پر انہوں نے آہستہ سے ہمارے کان میں کہے۔

"یار...... بہت ودھیا مشاعرہ کروایا جے" اور آپ کو پتہ ہے میر مشاعرہ کون تھے...... منیر نیازی...... آپ کے اور ہمارے محبوب ترین شاعر۔

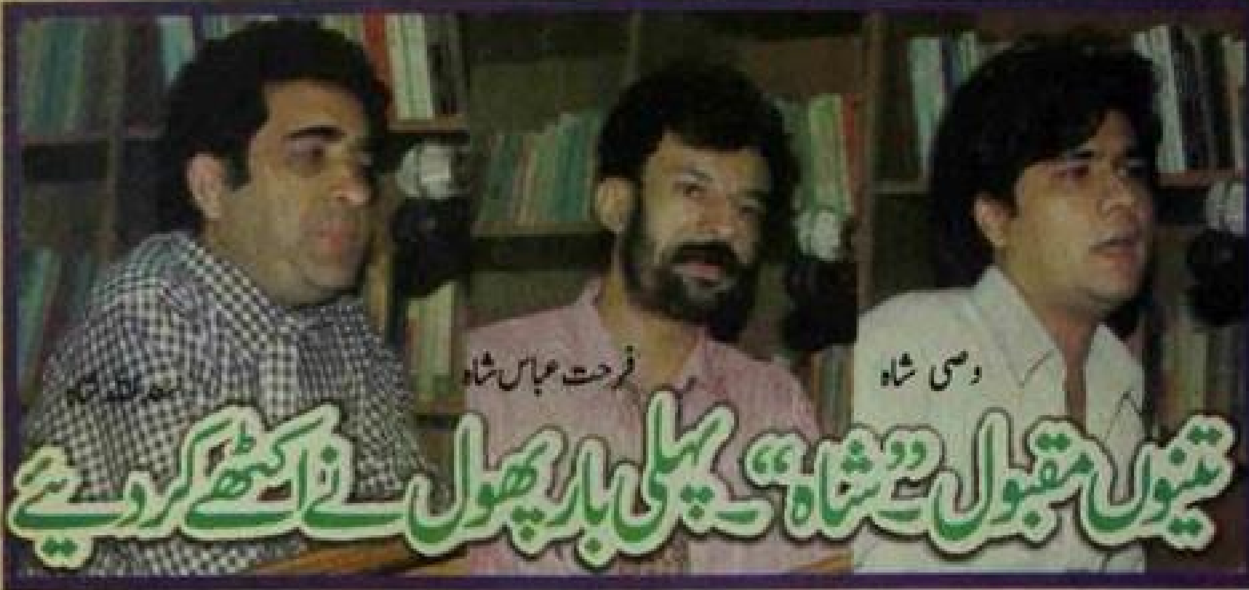
بے چین بہت پھرنا گھبرائے ہوئے رہنا
اک آگ سی جذبوں کی دہکائے ہوئے رہنا
عادت ہی بنالی ہے تم نے تو منیر اپنی



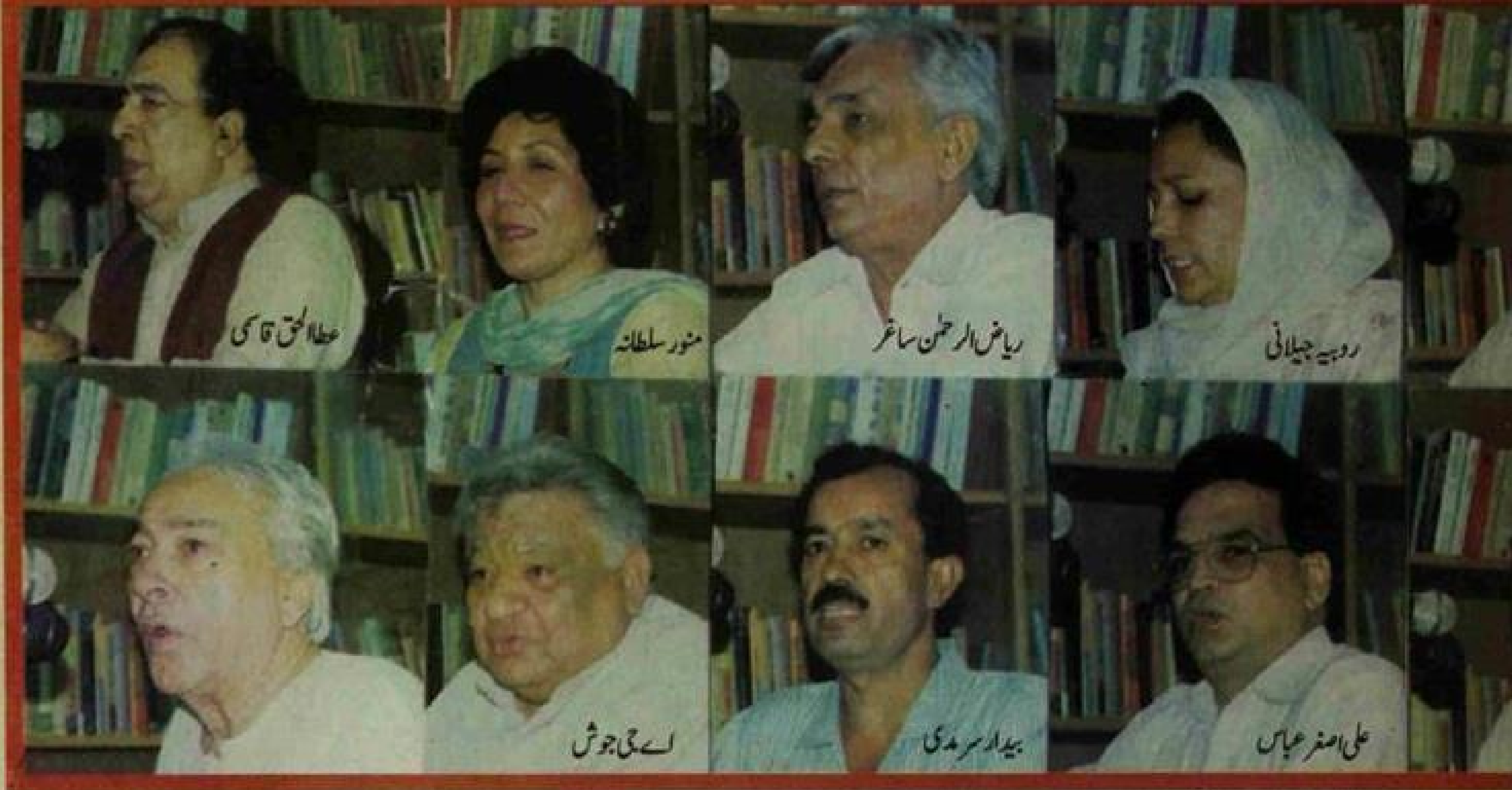
وصی شاہ نے مشاعرہ لوٹ لیا

جس شہر میں بھی رہنا اکتائے ہوئے رہنا
جی تو آپ کا بھی چاہتا ہوگا ایسی محفل سے لطف اندوز ہونے کو...... لیکن کیا کریں کہ محفل تو ہو چکی۔ہاں اگر ایڈیٹر بھیا...... جی ہاں آپ کے ایڈیٹر بھیا اور ہمارے اختر عباس اگر چاہیں تو دوبارہ بھی اس طرح کا مشاعرہ ہو سکتا ہے اور آپ...... یعنی بالکل آپ کو بھی اس میں شرکت کی دعوت دی جا سکتی ہے......

تو صاحب! یہ بھی سن لیں کہ یہ مشاعرہ پھول کلبز کے صدور کے اعزاز میں ہو رہا تھا جو مختلف شہروں سے اپنی چھٹی سالانہ تقریب تقسیم انعامات میں شرکت کیلئے آئے ہوئے تھے۔ وسیع و عریض' خوبصورتی سے سجایا ہوا حمید نظامی ہال'



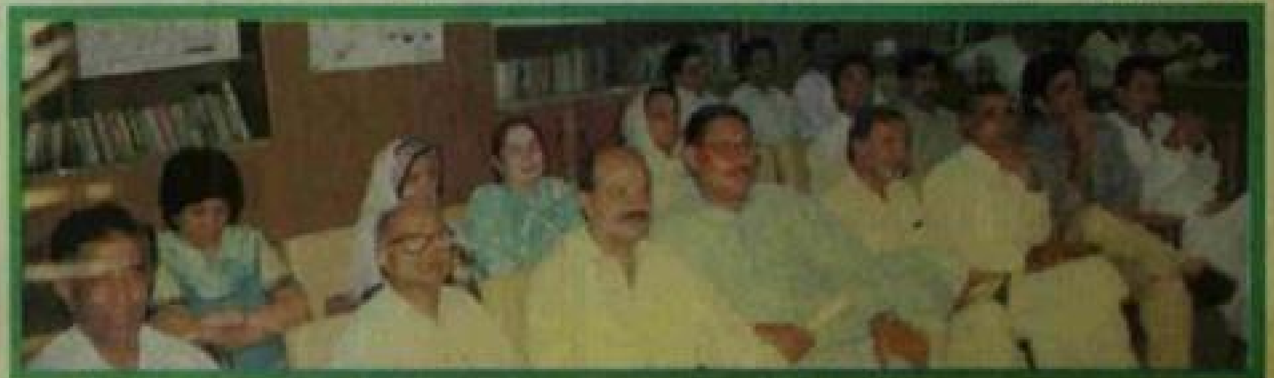
وصی شاہ — فرحت عباس شاہ — سعد اللہ شاہ


عطاء الحق قاسمی — منور سلطانہ — ریاض الرحمٰن ساغر — روبیہ جیلانی
اے جی جوش — بیدار سرمدی — علی اصغر عباس

منیر نیازی' عطاء الحق قاسمی' جی ہاں صحیح بوجھا آپ نے یعنی "خواجہ اینڈ سن" والے قاسمی صاحب تھے مہمان خصوصی...... ان کے ساتھ دوسرے مہمان خصوصی تھے آپ کے پسندیدہ سفرنامہ نگار اور کالم نگار سید ارشاد احمد عارف۔ ایڈیٹر بھیا اور ان کے دائیں جانب عباس بھی...... یہ تو تھی سٹیج کی صورتحال۔ چند حاضرین کرسیوں پر بیٹھے تھے اور باقی زمین پر بچھے قالین پر اس لئے نہیں کہ کرسیاں تھوڑی تھیں بلکہ اس لئے کہ مشاعرہ کا روایتی ماحول برقرار رہے۔ہال میں شاعری کی خوشبو پھیل رہی تھی اور حاضرین نوٹ بکس کھولے اس خوشبو کو سمیٹنے کی کوشش میں تھے...... کیا کہنے' واہ واہ مکرر...... ایک اور......

مشاعرہ میں لاہور کے سبھی معروف شعراء موجود تھے۔ ریاض الرحمٰن ساغر' اے جی جوش' نثار اکبر آبادی' سرفراز سید' سلیم کاشر' ڈاکٹر یونس احقر' نجیب احمد' محمد اسلام شاہ' بیدار سرمدی' سعد اللہ شاہ' وصی شاہ' فرحت عباس شاہ (یہ تینوں شاہ صاحبان "پھول" کی اس محفل میں اکٹھے ہو گئے تھے جس پر ایڈیٹر بھیا بھی خوش تھے اور مشاعرے کے سامعین بھی) ان کے علاوہ سعود عثمانی' ڈاکٹر ناہید شاہد' غافر شہزاد' کرامت بخاری' کامران شاہین' عزیز احمد' سید کاشف خلیل' منیر منظر' روبیہ جیلانی' منور سلطانہ' بابر حیات' منصور حسین' سید غضنفر علی' ارشد حسین ارشد' رضا عباس رضا' حفیظ الرحمٰن احسن' جعفر بلوچ' اظہر جاوید بھی مشاعرہ گاہ میں آئے لیکن...... ہم ان کا کلام سننے سے محروم رہے کہ انہیں جلدی جانا تھا۔

اور اب آپ کی خواہش بھی ہو گی کہ چند اشعار مشاعرے میں سے آپ کو بھی سنائے جائیں...... تو صاحب! لیجئے آپ بھی محفل میں شریک ہو جائیں......



منیر نیازی بولے بڑے عرصے بعد اچھا مشاعرہ ہوا ہے

منیر نیازی
میری ساری زندگی کو بے ثمر اس نے کیا
عمر میری تھی مگر اس کو بسر اس نے کیا

باقی صفحہ 29 پر

اتنے لوگ تو کسی سیاسی پارٹی کے کنونشن میں بھی نہیں آتے

پھول کلب پاکستان کی چھٹی سالانہ تقریب تقسیم ایوارڈ کا احوال

ماریہ مجید

مجھے بہت کم باتوں پر حیرت ہوتی ہے پہلے پھول لوگوں کے ایسے رویوں اور باتوں پر حیرانی و پریشانی ہوتی تھی جن کی میں مستحق نہیں ہوتی تھی پھر ہولے ہولے اس حیرت سے چھٹکارا پایا تو ایک اور حیرت سامنے کھڑی تھی۔ "کام اس طرح بھی ہوتے ہیں اور اتنی جلدی بھی"۔ اس حیرت سے زیادہ تر پھول والوں نے متعارف کروایا۔ ابھی ذکر سنا کہ سیمینار ہو رہا ہے اور یہ جی سیمینار کا دن آ پہنچا۔ ایسے پروگرامز جن کیلئے ہر جگہ مہینوں سوچ بچار کے بعد مہینوں تیاری کی جاتی ہے بجٹ کا بھی باریک بینی سے جائزہ لیا جاتا ہے اور پھر بھی پروگرام نہیں ہو پاتے وہ پھول چند ہفتوں میں کروا کر اس کے کامیاب اثرات کا مزہ بھی لے رہا ہوتا ہے۔

اس دن رات سے لگاتار بارش ہو رہی تھی۔ پھول کے سالانہ پروگرام کی یہ ہمیشہ سے روایت ہے کہ بارش ضرور ہوتی ہے اور بہت شاندار ہوتی ہے اور دوسری روایت یہ ہے کہ جو بھی گورنر پروگرام کی صدارت کرتا ہے وہ چند دنوں بعد گورنمنٹ ہاؤس چھوڑ کر ذاتی گھر میں منتقل ہو جاتا ہے۔ یہ خبر گورنر صاحب کو کسی نے بتا دی اور عین موقع پر ان کی طرف سے معذرت آ گئی۔

سڑکوں پر بارش کے پانی کی نہریں چل رہی تھیں مجھے تو اس دن ایک اور سمندر بھی عبور کرنا پڑا تھا۔ اس لئے تھوڑا تھکی ہوئی نوائے وقت بلڈنگ پہنچی تو لفٹ کے آگے رش دیکھا اور پانچ منازل چڑھ کر حمید نظامی ہال پہنچی۔ حمید نظامی ہال کا روشن اور خوبصورت ماحول چہروں پر سے بھی جھلک رہا تھا۔ یہ نیا ہال نوائے وقت کے بانی اور تحریک پاکستان کے اہم رکن حمید نظامی مرحوم کے نام پر بنا ہے اور خوب بنا ہے۔ کبھی پھول آفس آئیے گا تو اس ہال کی خوبی اور خوبصورتی دیکھنا مت بھولئے گا۔ سنا ہے ادارہ کے ایک کارکن محمد امین کارپنٹر نے دن رات محنت سے ہال کی یہ شکل نکالی ہے اور خصوصی شاباش پائی ہے۔

میرے آتے ہی پروگرام کا آغاز ہو گیا (میرے بنا بھلا کیسے ہو سکتا تھا۔ مہمان خصوصی جو تھی بس سٹیج کی بجائے پچھلی نشستوں پر جگہ ملی لیٹ آنے کی کچھ تو قیمت ادا کرنی پڑتی ہے نا) تلاوت قاری عبدالماجد نے کی جو پرائڈ آف پرفارمنس ہیں۔ مطالعہ حدیث (پھول پروگرام میں ایک اور نئی روایت) کیلئے انیلہ مظفر الٰہی آئیں۔ میزبانی بابر حیات کر رہے تھے۔ پھول کلب پاکستان کے جنرل سیکرٹری ڈاکٹر اکرام الحق نے اپنی سالانہ رپورٹ پیش کی۔ ڈاکٹر صاحب اور ان کی بیگم دونوں سویٹ

جو بھی گورنر پروگرام کی صدارت کرتا ہے وہ چند دنوں بعد

گورنمنٹ ہاؤس چھوڑ کر ذاتی گھر میں منتقل ہو جاتا ہے۔

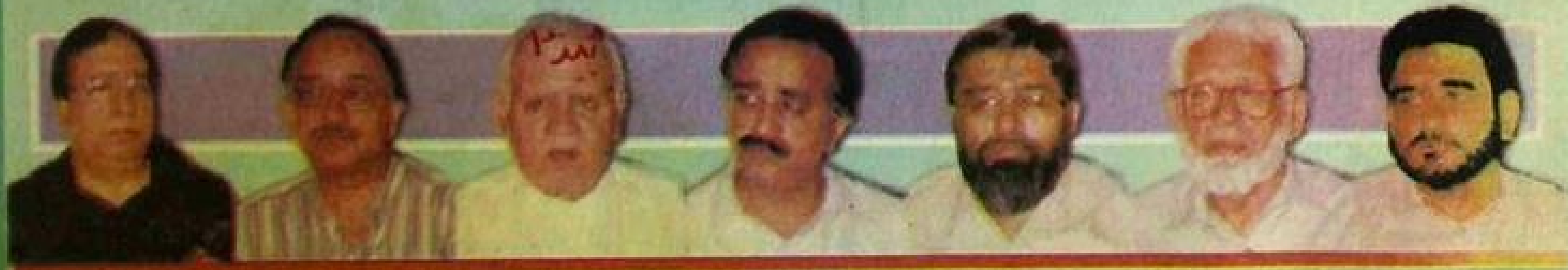
ہونے کے ساتھ ساتھ کام بھی بہت کرتے ہیں۔

گرلز کلب پاکستان کی صدر تسلیم بڑی رعب دار خاتون ہیں۔ آتے ہی اقبال کا شعر پڑھ دیا بلکہ ہمیں جذباتی کرنے کی کوشش کی کہ دل ناداں پر نرم و نازک کلام اثر نہیں کرتے۔ انہوں نے Moral couage پر مختصر مگر اچھا لیکچر دیا۔ سٹیج سے اترنے سے پہلے کہنے لگیں "آپ سب ہمارے ہیں" ہم آپ کے ہیں نہیں کہا ورنہ مشکل ہو جاتی۔

پھول فورم کی انچارج آمنہ اعظم بہت دھیما مسکراتی ہیں بس اسی دھیمی مسکراہٹ میں بڑی اچھی باتیں کہہ گئیں۔ انہوں نے بتایا کہ اب تک وہ پھول فارم کے پلیٹ فارم سے تقریباً 130 شخصیات سے قارئین کو متعارف کروا چکی ہیں۔ آمنہ نے شکر اور خیر خواہی پر بات کی کہ پچھلے دنوں ایک بڑی خوشگوار حیرت نے جکڑے رکھا کہ ایک شخص جس نے 85 سال زندگی گذاری اور بڑی بھرپور ادبی اور صحافتی زندگی بسر کی۔ اب اس کی زبان پر کسی کا شکوہ نہیں ہے۔ ہندو مسلم ہر ایک کی تعریف اور جس نے نقصان پہنچایا اس کی بھی خیر خواہی!! رانا بابر حیات جو کمپیئرنگ کر رہے ہیں۔ اس وقت بہت خوبصورت قطع پڑھ رہے ہیں اور سب کی نظریں سٹیج پر بیٹھی ایک شخصیت پر رکی ہوئی ہیں اور میں سوچ رہی ہوں۔ دو ڈھائی سو لوگوں کا اندازہ بیک وقت کیسے ٹھیک ہو گیا۔

پتھر ہے مگر برف کے گالوں کی طرح ہے

ابھی اس مصرعے کا ذائقہ منہ میں تھا کہ اختر عباس ڈائس پر آ گئے۔ وہ کچھ تو اس طرح کے تعارف کی وجہ سے شرما رہے تھے بلکہ مجھے تو یوں لگا جھلا رہے ہوں کہ بھائی ہاتھ ہولا رکھا کرو۔ ایڈیٹر بھیا نے سید نظر زیدی کی بات کی۔ رانا یادو کا ذکر کیا جو گجرات ہندوستان کا ایک راجہ تھا اور جب پارسیوں کو ایران سے نکالا گیا تو وہ ہجرت کر کے ادھر آئے اور یادو سے اس کے راج میں رہنے کی درخواست کی۔ زمانہ پرانا تھا اور لوگ وضعدار اس لئے منہ پھاڑ کہ منع نہیں کیا یا پناہ مانگنے والوں کو زندگی کی پناہ سے آزاد نہ کیا بلکہ لباب بھرا ہوا دودھ کا پیالہ بھجوا دیا کہ ہم تو یوں بھرے ہوئے اور مکمل ہیں کہ اور کسی قوم کی گنجائش ہے نہ ضرورت۔ پارسی سربراہ پیشوا اس علامتی اظہار میں دو ہاتھ زیادہ سیانا تھا۔ اس نے دودھ میں کچھ چینی ڈال دی اور کہا ہم تمہاری تہذیب میں شیرینی کی طرح ہونگے بھلا ایسے سربراہ اور قوم کو پناہ کیسے نہ ملتی۔ ایڈیٹر بھیا نے دو چار دکھتی نبضوں پر ہاتھ رکھا اور کہا پھول بھی رسائل کی دنیا میں ایسے ہی آیا اور پھول والے بھی اور اللہ کا بیحد کرم ہے کہ ان سب کے باعث آس پاس شیرینی ہی ہے۔ عطاء الحق قاسمی جو اس تقریب کے مہمان خصوصی تھے۔ ایک اچھے ادیب شاعر اور کالم نگار ہیں۔ ناروے اور تھائی لینڈ میں پاکستانی سفیر بھی رہ چکے ہیں۔ بہت متاثر نظر آ رہے تھے (اگلے دن انہوں نے پھول پر ایک بہت خوبصورت کالم بھی لکھا) کہنے لگے کہ اختر عباس صاحب نے پھول کو باقاعدہ تحریک کی شکل دے دی ہے۔ بہت سی سیاسی جماعتوں کے سالانہ کنونشن میں اتنے لوگ نہیں ہوتے جتنے یہاں موجود ہیں اور بتانے لگے کہ یہ گلہ تو پانچ ہزار سال پرانا ہے کہ نئی نسل بے ادب ہے پھول گھر اور گھر سے باہر رشتوں کو مضبوط کرتا ہے اور میں دیکھ رہا ہوں کہ یہاں چاروں صوبوں سے منتخب لوگ جمع ہیں اس طرح









پھول صوبائی تعصب کو بھی ختم کرنے میں مدد دے رہا ہے اور اس نے گلدستہ میں پھول جمع کر دیئے ہیں۔ اس پروگرام میں اتنے ڈھیر سارے رنگ تھے کہ میری قوس قزح کو قریب سے دیکھنے کی بہت پرانی خواہش ختم ہو گئی۔ (بھی رنگوں کی اتنی ورائٹی تو وہاں بھی نہیں ملتی) ایک کمپیوٹر کنسلٹنٹ سلیم کھوکھر تشریف لائے۔ انہوں نے کمپیوٹر ایجوکیشن کے مختلف شعبوں کی نشاندہی کی طریقہ کار بتایا اور کمپیوٹر Innovation پر بات بھی کی کہ کمپیوٹر پر تخلیقی کام کے کس قدر مواقع ہیں اور There is no end for an IT (In-formation Tech, excpert) اس کے بعد ایک اور مہمان خصوصی مشہور صحافی اور لاہور پریس کلب کے صدر بدر منیر ڈائس پر آئے اور بڑی معصومیت سے کہنے لگے کہ پھول والے بہت محنت اور شفقت سے بلاتے ہیں۔ اس لئے آ جاتے ہیں اور پھول ایک راہنما کا کام کر رہا ہے۔ مشکل کام ہے اس لئے اسے محبت زیادہ ملتی ہے ...... لوگوں کو حیرت ہوتی ہے۔ منظر وحید صاحب جو پھول کے سب ایڈیٹر ہیں آئے اور بہت کچھ لطیفوں ہی لطیفوں میں بتا کر چلے گئے۔ غلام فرید صابری اور مقبول صابری کے نعرہ "اللہ" والی بات پر سب شرکاء نے بہت مزہ لیا۔ کہانی گھر کی بطور خاص تعریف کر رہے تھے اور بتا رہے تھے کہ اب مغرب والے بھی داستان گوئی کی افادیت جان کر Story Teller کے نام سے اس سلسلے کو پھر سے زندہ کر رہے ہیں۔ ٹی وی پر تو شروع ہو ہی چکا ہے۔ اب پھول کے سیمینارز کی جان نسیم اختر صاحب تشریف لائے۔ نسیم اختر صاحب کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اپنی انتہائی مصروفیات میں سے بھی پھول کے ہر اہم پروگرام کیلئے بھی وقت نکال لیتے ہیں اور ان کے لیکچر کے ہم سب منتظر بھی رہتے ہیں۔ اس سے زیادہ مزے کی بات یہ ہے کہ ان کی مشاورت سے ہم سب پروگرام کے بعد بھی مستفید ہوتے رہتے ہیں اس دفعہ لیکچر کا موضوع "Leadership and team Management" تھا۔ بہت ترتیب اور مہارت سے پہلے لیڈر شپ کی تعریف کی اور پھر لیڈر بننے کا طریقہ کار بتایا۔ "ایک بہت اہم خوبی لیڈر کی یہ ہوتی ہے کہ وہ پرخلوص ہو۔ علم کی کمی خلوص سے پوری ہو سکتی ہے مگر خلوص کی کمی کسی چیز سے پوری نہیں ہو سکتی ہے"۔ اب تو لنچ کا وقفہ ہو رہا ہے موقع ملا تو آپ کو دن کے پورے لیکچر سے مستفید کروائیں گے لنچ میں مزیدار بریانی کے علاوہ ایک مزے کی بات یہ تھی کہ پھول کی ساری ٹیم کھلانے پر زور دے رہی تھی بھاگ بھاگ کر مہمانوں کی سیوا ہو رہی تھی اپنا خیال شاید کسی کو بھی نہ تھا۔ دوسرا سیشن لنچ کے بعد شروع ہوا یہ سیشن پھول کلب کی سرگرمیوں کے بارے میں تھا پھول کے خوبصورت بروشر بھی تقسیم کیے گئے آمنہ آپی نے اس پروگرام کی کمپیئرنگ کی اور مظہر بھائی بھی معقول قسم کی دخل اندازی کرتے رہے۔ اس پروگرام کی صدارت ڈاکٹر مغیث الدین شیخ مہمان خصوصی خواجہ افتخار احمد (رائٹر اور تحریک پاکستان کے رکن) نے کی۔

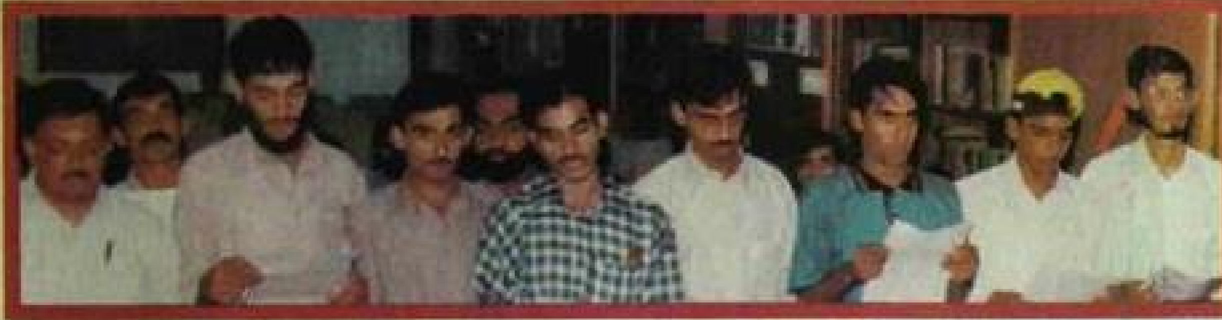
سعدیہ بھابی کی ساری تقریر ان کی کارکردگی کو بہت اچھی طرح ظاہر کر رہی تھی مگر ہمیں تو ان کا اپنے مخصوص انداز میں "میری پیاری بہنو اور عزیز بھائیو!" کہنا بہت پسند آیا۔

امجد اعجاز احمد "پھول کلب اوورسیز" نے اپنی کارکردگی بیان کی جس میں مستقبل کا صیغہ بہت استعمال ہوتا رہا خدا وہ دن جلد ہی لائے جب وہ حال میں بات کریں۔ سید عرفانہ کنول جو پھول گرلز کلب جنوبی پنجاب کی صدر نے اپنی کارکردگی

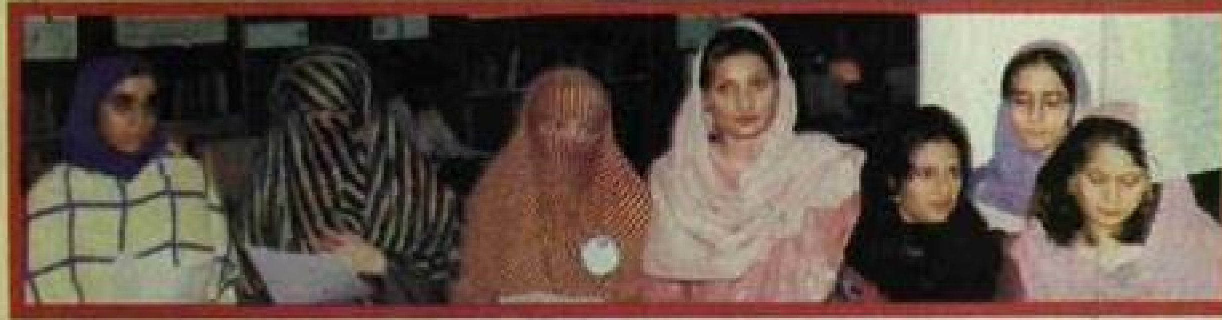
> ہم آپ کے ہیں نہیں کہا ورنہ مشکل ہو جاتی۔
>
> ---
>
> اللہ کا بیحد کرم ہے کہ ان سب کے باعث اس پاس شیرینی ہی ہے۔













رپورٹ پیش کرنے کے ساتھ ساتھ بہت اچھا خطاب کیا ہم تو بس دیکھتے ہی رہے کہ جو لوگ بات کرتے ہوئے شرماتے تھے اب ڈائس پر آ کر اس قدر خوبی سے بات میں بات نکالنے اور دل کی باتیں شیئر کر کے جاتے ہیں دل کہتا ہے "ہم نے دیکھا ہے معجزہ ہوتے" عرفانہ نے پیر بابا کی دیگر اور بروما ئیڈز اور سلفائیڈز کی بات کی۔ محمد ریاست ہری پور صوبہ سرحد سے آئے بڑی اچھی بات کہنے لگے کہ اختر عباس نے اپنی انفرادی سوچ کو پھول کلب میں ڈھالا ہے اب پھول کلب کی سوچ انفرادیت لئے ہوئے ہیں ریاست بھائی نے بہت سٹائل سے لیکچر دینے کے انداز میں خطاب کیا آخر کو صوبائی صدر ہیں۔

عبدالغفار شہدلو کوٹ سندھ نے بھی خطاب کیا یہ اندرون سندھ کے نئے صدر ہیں رؤ قاسم شہزاد گوجرانوالہ سے آئے ملتان سے شاکر حسین شاکر نے خطاب کیا اور خوب کیا پچھلی نشستوں پر بیٹھنے والوں کو روایتی خصوصیت پر بھی بات کی شاکر صاحب شاعر بھی بہت اچھے ہیں پھول سے بہت محبت کرتے ہیں بطور خاص ملتان سے آئے۔

صدر محفل خواجہ افتخار احمد نے پھول کی تعریف کی اور پھول کلب کی افادیت پر اطمینان کا اظہار کیا اور تحریک پاکستان کے جذبے کو زندہ کرنے پر زور دیا۔اس دفعہ سیمینار میں ایک بہت خاص بات یہ تھی کہ اعظم بھائی نیچے پھول آفس میں بیٹھ کر پروگرام کنٹرول کرتے ہیں اللہ جانے جادو تھلیا کچھ اور...... ہمیں ان کا پریشان چہرہ بہت کم نظر آیا انتظامات بہرحال عمدہ اور بروقت ہوتے رہے۔ خدا خدا کر کے قاری مغیث الدین جو ماس کمیونیکیشن ایجوکیشن کے حوالے سے ایک بڑا نام ہیں کی باری آئی (یہ خدا خدا ہم نے نہیں قاری صاحب نے خود کیا) آتے ہی انہوں نے دو چار ہلکی پھلکی باتیں کر کے تھکے ہوئے سامعین کو فریش کیا قاری صاحب نے اپنی سیٹ پر بیٹھے بیٹھے خطاب کیا۔ بتانے لگے کہ تنظیمیں ناکام تب ہوتی ہیں جب اس کے ارکان اور لیڈر شپ میں یا تو صلاحیت نہ ہو اور یا وابستگی نہ ہو۔ ایک بڑی اچھی اصطلاح استعمال کی کہ ہمارے اندر فیلنگ نہیں ہے قربانی دینے کی بجائے قربانی مانگتے ہیں اور قربانی کے ایک جانور کی طرح "میں میں" کرتے ہیں۔ انہوں نے امید ظاہر کی کہ پھول کلب کے لوگ بہت بہتر طرز عمل کا مظاہرہ کریں گے۔ ایک وقفہ عصر کی نماز کا ہوا شرکائے سیمینار حسب توفیق نماز پڑھ کر واپس آئے تو اگلے سیشن کی تیاری تیار تھی یہ سیشن حلف برداری کا سیشن تھا سید غضنفر علی نے اس پروگرام کی کمپیئرنگ کی ہم لوگ آفس میں بھی ان کی نظموں اور فقروں اور بعض اوقات حرکتوں سے زعفران کا کھیت بن جاتے ہیں سیشن کچھ سنجیدہ نوعیت کا تھا اسی لئے غضنفر بھائی نے ہاتھ کچھ ہلکا ہی رکھا پھول کلب پاکستان اور بوائز ونگ کے بعض عہدوں میں تبدیلیاں ہوئیں کچھ تقرریاں نئی ہوئیں سب نے دل پر ہاتھ رکھ کر حلف اٹھایا (ذمہ داری بھی تو بڑی ہے نا) ملتان سے پروفیسر علی اصغر سلیم آئے اور چھا گئے انہوں نے فرد کے حوالے سے بات کرنی تھی تھکے ہوئے لوگ اور سنجیدہ موضوع مگر جو وہ بولنا شروع ہوئے تو لوگ کرسیوں پر سیدھے ہو کر بیٹھ گئے ان کے لہجے میں مٹھاس تھی اور سوچ کی گہرائی تھی مزہ آ گیا بلکہ بھیا نے سچ کہا پیسے پورے ہو گئے۔

مشکل کام ہے اس لئے اسے محبت زیادہ ملتی ہے ...... لوگوں کو حیرت ہوتی ہے

یہ گلہ تو پانچ ہزار سال پرانا ہے کہ نئی نسل بے ادب ہے

"اللہ" والی بات پر سب شرکاء نے بہت مزہ لیا

خدا وہ دن جلد ہی لائے جب وہ حال میں بات کریں۔



پھول کلب پاکستان کی

چھٹی سالانہ تقر

جہاں صوبائی وزراڈاکٹر خالد رانجھا اور شاہین عتیق الرحمٰن

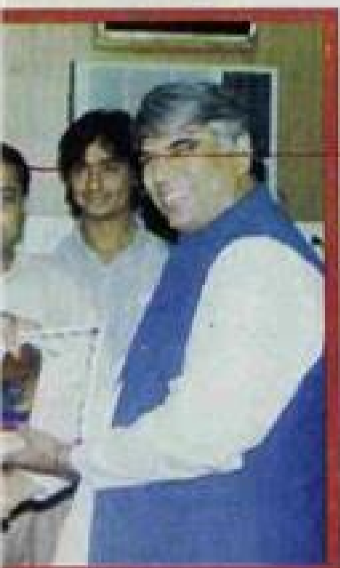
اہتمام: محمد اعظم یاد

معاونین: سید غضنفر علی، محمد کلیم، عثمان، منصور حسین، عرفان الحق،

عکاسی: اختر شاہ، گل نواز، عابد



جویریہ انجم بخت کو صوبائی وزیر شاہین عتیق الرحمان بیسٹ رائٹر آف ائیر کا ایوارڈ دے رہی ہیں





منظر وحید | بدر منیر | ڈاکٹر مغیث الدین | خواجہ افتخار | نسیم اختر | عطاالحق قاسمی



چشم ما روشن دل ما شاد م



پروفیسر سلیم اصغر، عظمت شیخ، نسیم اختر، عطاالحق قاسمی، ایڈیٹر بھیا اور بدر منیر چودھری پہلے پروگرام کے دوران

بچے ہی ملک کا مستقبل ہوتے ہیں لیکن ان کی کمزور آواز کوئی نہیں سنتا





ن جاری رہنے والی

ب تقسیم ایوارڈ

...ہ 62 شہروں سے آئے صدور خصوصی مہمان تھے



ایڈیٹر پھول کو مس شاہین عتیق الرحمان شیلڈ دے رہی ہیں





تسلیم کوثر   آمنہ اعظم   انیلا مظفر الٰہی   آسیہ اعظم



...رانجھا سے ایوارڈ حاصل کرتے ہوئے پھول کلب ملتان کے صدر خواجہ مظہر
...(اول) وہاڑی کے ذیشان شیخ (دوم) گوجرانوالہ کے حماد الرحمان گورایہ (سوم)



نعیم اقبال نعیم' ڈاکٹر خالد رانجھا سے ایوارڈ لے رہے ہیں

خصوصی شکریہ:
عظمت شیخ' مسز فرزانہ افتخار' چودھری نذیر ایڈووکیٹ

تعاون: مون پبلک سکولز راوی روڈ لاہور



...کے استقبال کا منظر

مجید نظامی مبارک باد کے مستحق ہیں کہ پھول کلب کے بچوں کی آوازیں سمیٹ کر گلدستہ پیش کر رہے ہیں

کشمیر

KASHMIR

کرامت بخاری

یہ جو اپنی وادی **کشمیر** ہے
جنت ارضی کی ہے تصویر ہے
پربتوں کی شہزادی ہے یہی
خوبصورت خواب کی تعبیر ہے
موسم گل کی نمائندہ تھی کل
آج جو مغموم ہے دلگیر ہے
صبح نو دلنشیں کی سرخی ہے یہ
ظلمتوں میں باعث تنویر ہے
دہر کی قربانیوں کے باب میں
خون سے لکھی ہوئی تحریر ہے
کفر کا غلبہ یہاں ممکن نہیں
خون مسلم میں بڑی تاثیر ہے
چھین لوں گا ایک دن اغیار سے
یہ میرے اسلاف کی جاگیر ہے



میں بندر تو نہیں

میں بندر تو نہیں ارے پھول ساتھیو یہ میں (کامران صدیق عرف شرارتی) ہوں۔ آپ نے بھی مجھے بندر سمجھ لیا (باجی کی طرح) ابو کی ڈانٹ سن کر اترنے کی کوشش ہی کر رہا تھا کہ پیچھے سے باجی نے تصویر لے لی۔ ساتھیو! سچ سچ بتایئے کہ کہیں میں بندر تو نہیں لگ رہا ہوں؟ ۔۔۔ کامران صدیق راولاکوٹ آزاد کشمیر



میں چڑیل تو نہیں لگ رہی

یہ 1998ء کی ہے جب ہم صرف پریکٹیکل کے لئے سکول جایا کرتے تھے۔ میں (سبین) نے کیمرہ ارم کو دیا کہ ارم ہماری تصویر بنادو بخش اور میں دونوں ریڈی ہو کر بیٹھ گئیں ارم نے کیمرہ آن کیا اور کیمرہ کی آنکھ ہمیں دیکھتی رہی بخش نے کہا کہ ارم پلیز اب جلدی سے بنا بھی دو تاں ارم کہنے لگی کہ بنا رہی ہوں چپ ہو جاؤ ہم دونوں دوبارہ ریڈی ہو کر بیٹھ گئیں اور کیمرے کو کھا جانے والی نظروں سے دیکھنے لگیں دیر گزرنے کے باوجود اس نے تصویر نہ بنائی اتنی دیر سے ریڈی رہ کر ہم دونوں جھک گئیں تھیں۔ میں نے ارم سے کہا کہ تمہیں تکلیف کیا ہے بنانی ہے کہ نہیں کہنے لگی بنانی ہوں میں (سبین) بخش سے کہا کہ اس نے نہیں ہے بنانی پھر میں ارم کو بخش کی طرف اشارہ کر کے کچھ کہہ رہی تھی کہ اس نے بٹن دبا دیا یوں اتنی محنت کے بعد جو تصویر بنی وہ آپ سب کے سامنے ہے۔ جس میں مابدولت کسی چڑیل سے کم نہیں لگ رہیں۔



میں کیسا لگ رہا ہوں

Yes its me میں پہلی بار شرکت کر رہا ہوں اور جو تصویر بھیج رہا ہوں وہ 90ء کی ہے اس وقت میرے منہ پر "تربھوڑی" نے کاٹا تھا جس کی وجہ سے میرے منہ پر سوجن آگئی اور میرا منہ بڑے عجیب ڈیزائن کا بن گیا۔ میں کپڑے سے منہ چھپانے کی کوشش کر رہا تھا لیکن میرے بھائی نے جلدی سے میری تصویر بنائی جو کہ ایک یادگار تصویر ہے اب آپ بھی بتایئے کہ میں کیسا لگ رہا ہوں۔ فیصل نذیر چو آسیدن شاہ







کھیل ہو تو ایسا

یہ تصویر میری یادگار تصویر ہے۔ میں اپنے سینٹر کی طرف سے پکنک پر گئی تھی اور میری تمام دو سہیلیاں بھی گئی تھیں یہ تصویر کھیلنے کے دوران بغیر بتائے کھینچی گئی ہے۔ اس تصویر میں جو گرے کلر کے کپڑے پہنے ہوئے ہیں وہ

سکھ مگر پاکستانی

یہ مارچ 2000ء کا ایک سہانا دن تھا جب میں اور شمس بھائی بادشاہی قلعہ کی سیر کو گئے جب ہم گیٹ پر پہنچے تو ہمیں کچھ سکھ نظر آئے ہم نے اسے موقع غنیمت جانا اور سوچا کہ ان میں جذبہ آزادی جگاتے ہیں۔ کہ وہ بھارت سے آزاد خالصتان کے لئے جدوجہد کریں ہم ان کے ساتھ ہیں۔ ہم نے جاتے ہی بھارت کے خلاف باتیں شروع کر دیں لیکن وہ باتیں سن کر مسکرائے اور کہنے لگے جی احساس تاں پاکستانی سکھ آں ہمیں پر ہمیں شرمندگی ہوئی لیکن خوشی اس بات کی تھی کہ ہم بھارت کے خلاف اپنا غصہ نکال چکے تھے۔ احمد فرید چشتی ۔۔۔۔۔ سبزہ زار لاہور

دو صدور کی ملاقات

تصویر میں دو صدور ایک ساتھ بیٹھے ہیں لیکن ایک صدر صاحب اب سابق ہو چکے ہیں۔ جی پھول ساتھیوں آپ نے پہچانا کہ ابھی سوچ رہے ہیں۔ بہت سوچ لیا میں خود ہی بتا دیتا ہوں ارے ارے آپ نے فوراً ہی پہچان لیا میرے بتانے سے پہلے ہی۔ ہاں جی بالکل تصویر میں اسلامی جمہوریہ چیچنیا کے سابق صدر کمانڈر زلیم خاں ہیں اور ان کے ساتھ پھول کہانی گھر لاہور کے صدر عبدالصمد مظفر (مابدولت) ہیں۔ یہ تصویر میری البم میں نمایاں اہمیت کی حامل ہے۔ میں اب تک ستر (70) سے زائد نامور شخصیات سے مل چکا ہوں۔ زلیم خاں صاحب کے ساتھ بنوائی تصویر جب بھی دیکھتا تھا تو کہہ اٹھتا تھا YES its me



اور جب بد ہضمی ہو گئی

اس تصویر میں آپ کو جو نظر آرہا ہے وہ کوئی جن بھوت نہیں بلکہ میں ہوں۔ بات دراصل یہ ہے کہ ایک دن ہم نے ہوٹل سے کھانا کھانے کا پروگرام بنایا۔ بھوک کے مارے میرا تو برا حال تھا جب بیرا آرڈر لینے آیا تو میں نے لمبا



سارا آرڈر دے دیا۔ چند ہی منٹوں بعد کھانا آگیا۔ پھر جب کھانا کھایا تو کھاتا ہی چلا گیا۔ زیادہ کھانے سے آپ کو تو پتہ ہے کہ پیٹ میں گڑبڑ ہوتی ہے۔ پھر جو درد پیٹ میں ہوا اس سے اللہ بچائے۔ اس کے بعد میری بہن نے (میری یہ حالت دیکھتے ہوئے) مجھے تنگ کرنے کے لئے مزید دو چمچے سالن میری پلیٹ میں ڈال دیا۔ جو حالت میری ہوئی اس کو میرے بھائی نے کیمرے کی آنکھ میں محفوظ کر لیا۔ پھر تصویریں Develop ہو کر آئیں تو میری یہ تصویر دیکھ کر سب ہنسنے لگے۔ صہیب انوار لاہور

میں اور موٹر سائیکل

یہ میری اس وقت کی تصویر ہے جب مجھے موٹر سائیکل چلانے کا شوق تھا۔ ہے تو اب بھی اور اب تو میں نے چلانا بھی سیکھ لیا ہے۔ لیکن اس وقت مجھے چلانا نہیں آتا تھا موٹر سائیکل سٹینڈ پر کھڑا کیا ہوا تھا اور میں اس پر جا کر بیٹھ گئی اور اس وقت نوشی باجی نے میری تصویر کھینچ لی۔ عمارہ ظہور علی خان۔ جالکے چیمہ



ٹیبلو کی تصویر

میرا نام یاسمہ سعید شیخ ہے۔ میں سرگودھا شہر میں رہتی ہوں اور (پریزنٹیشن کانونٹ سکول) میں دوئم کلاس میں پڑھتی ہوں۔ سکول میں Parents day کے موقع پر میں نے ٹیبلو کیا۔ یہ میری ٹیبلو کی تصویر ہے اور اس میں میں نے بہت اچھا کام کیا۔

میں ہو اور میرے دائیں جانب نادیہ اور بجریہ کے پیچھے ہمہ ہے۔ اور جس کی آنکھوں پر پٹی بندھی ہوئی ہے وہ ہاجرہ ہے اور ہاجرہ کے پیچھے شازیہ ہے۔ فوزیہ اشرف کراچی

تصویر بنوانے کے شوق میں

یہ فوٹو میرے بچپن کا ہے۔ اب تو میں ماشاء اللہ چھ سال کا ہو چکا ہوں۔ اس دن وکی اینڈ تھا اب گھر والے کھانا کھا رہے تھے۔ حماد بھائی جو میرے کزن ہیں (دائیں جانب) وہ بھی آئے ہوئے تھے۔ وجاہت بھائی کے ہاتھ کیمرہ آگیا۔ وہ کیمرہ لے کر سامنے آئے تو ..... باتیں کرتے ہوئے سب ان کی جانب متوجہ ہو گئے میں ماما کی گود میں بیٹھا ہوا تھا ایک دم سے وجی بھیا کی جانب دیکھا۔ فراست بھیا جو میرے پیچھے کھڑے تھے تصویر بنوانے کے شوق میں فوٹو جھک گئے۔ حلیمہ باجی بیلا اور حماد بھائی کے کندھے سے لگ گئی۔ حسنات علی دہگیر میرا جہلم

پاک چین دوستی

یہ تصویر میرے یادگار لمحات میں سے ایک ہے جب ہم تمام کزنز مل کر سیر کے لئے گئے تھے۔ اچانک ہمارا ٹکراؤ راول ڈیم میں موجود چینی وفد سے ہوا اور چند لمحوں بعد ہی وہ ہمارے ساتھ اس طرح گھل مل گئے جیسے یہیں کے باشندے ہوں۔ ویسے بھی پاک چین دوستی ایسی مثال ہے، جو دوستی کی دنیا میں امر ہے۔ عائشہ نثار...... اچھرہ لاہور



فیصل آباد میں پھول کلب کا نیا جنم

نئی ٹیم نے دو ہفتوں میں شاندار تقریب کا انعقاد کر ڈالا

انجینئرز ساری سرگرمیوں پہ چھا گئے

ہائے ہائے یہ کیا ہو گیا؟

(پھول کلب فیصل آباد کی افتتاحی شاندار تقریب

رپورٹ و اہتمام:۔ فرحان جاوید

معاونین:۔ محمد بلال، اویس شیخ، محمد فاروق، محمد نعیم، فہد مقصود، آصف، معصومہ، سمیعہ عارف۔

تعاون:۔ بسم اللہ کوک پوائنٹ تیزاب مل چوک، پاک کیڈٹ سکول نزد جلوی مارکیٹ، این ایف سی انسٹی ٹیوٹ آف انجینئرنگ اینڈ فرٹیلائزر جڑانوالہ روڈ فیصل آباد۔

شام کو تقریباً 7 بجے کے قریب اختر بھیا، داؤد علی علوی، کنور سلیم اختر کے ساتھ پنڈال میں جب پہنچے تو ہال کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ الشہباز کیڈٹ سکول کے بچوں پر مشتمل فوجی دستے نے ریسیو کیا اور مہمانوں کو سلامی پیش کی جس کی قیادت نصیر احمد کر رہے تھے۔ اس کے بعد ہی پروگرام کا باقاعدہ آغاز ہوا اور تلاوت کے لئے احمد مجتبیٰ (پنجاب کیڈٹ سکول) کو دعوت دی گئی۔ یہ پروگرام پھول کلب کی افتتاحی تقریب تھی۔ مگر یہ ہوا کہ کمپیئر صاحب کی وجہ سے یہ عید میلادالنبیؐ کا پروگرام بھی بن گیا۔ اور یکے بعد دیگرے نعت رسول مقبول پڑھنے والوں میں نورین (الرحمان سکول) مصور علی، محمد شعیب (پنجاب کیڈٹ سکول)، محسن، عائشہ گلزار اور انوارالحق شامل تھے۔ اس کے بعد قومی ترانہ ہوا جو کہ شہباز کیڈٹ سکول کے بچوں نے پیش کیا اور سب مہمانوں کو کھڑا ہونے پر مجبور کر دیا (آخر فوجی دستہ تھا۔ چاہے نام کا تھا) اس تقریب کی صدارت اختر بھیا (ایڈیٹر ماہنامہ پھول) نے کی جبکہ مہمانان خصوصی میں محمد داؤد علی علوی (ہیڈ آف الائیڈ سائنسز این ایف سی انسٹی ٹیوٹ آف انجینئرنگ) کنور سلیم اختر (ہیڈ آف کیمیکل انجینئر انسٹی ٹیوٹ آف انجینئرنگ) اور انجم لطیف پرنسپل پاک کیڈٹ سکول تھے۔ جبکہ مہمانان اعزاز میں محمد نوید آصف شاہی (کیمیکل انجینئر) محمد نسیم (کیمیکل انجینئر) مس شہلا گوندل (کیمیکل انجینئر) اور وقار علی (کیمیکل انجینئر) شامل تھے۔ یہ سب حضرات انسٹی ٹیوٹ آف انجینئرنگ اینڈ فرٹیلائزر ریسرچ جڑانوالہ روڈ کے پروفیسر حضرات ہیں۔ اس کے بعد پاک کیڈٹ سکول کے بچوں جن میں مصباح، عائشہ، عدیلہ، حصہ اور تسنیم شامل تھیں۔ انہوں نے آنے والے مہمانوں کو ویلکم آئٹم پیش کیا۔ بعد میں نیشنل سانگ کے لئے الرحمان سکول کی طرف سے نورین شوکت آئی اور بہت ہی اچھا انداز اپنایا۔ (آپکو کیا ہو گیا ابھی تک آگے پڑھتے ہوتا ہے کیا) پاک کیڈٹ سکول کے وہاب، ارسلان، محسن، وقاص اور واصف نے "اس دنیا کے غم" پر شاندار ٹیبلو پیش کر کے حاضرین نے خوب داد وصول کی۔ خدیجہ عارف کے علاوہ تقریر کرنے والوں میں فضل الرحمن اور محمد زاہد شامل تھے۔ ایک خاکہ جس نے حاضرین کے دل جیت لئے "دہی کا طریقہ" عدیلہ اور عائشہ نے پیش کیا اور حاضرین کے ہنس ہنس کر پیٹ میں بل کی بجائے جال بن گیا۔ پھول کلب فیصل آباد کی صدر معصومہ نصیر کو خیالات کی دعوت دی گئی۔ انہوں نے پروگرام کی شاندار کامیابی کی مبارکباد دی اور آئندہ خود بھی ہماری طرح محنت کرنے کا ارادہ ظاہر کیا۔ (چلو شکر ہے کہ ہم نے لوگوں کو ارادہ کرنے والا تو بنا ہی دیا)۔ اس کے بعد پھول گرلز کلب فیصل آباد کی سمیعہ عارف آئیں اور مختصراً خیالات کے بعد رخصت ہوئیں۔ انہوں نے پھول کو سراہا اور کہا کہ وہ ہم سب کو خوب مواقع دیتا ہے۔ اتنا شاندار پروگرام دیکھ کر آندھی بھی نہ رہ سکی اور اس نے بھی اپنا جوش دکھاتے ہوئے پروگرام میں شرکت کیلئے آ گئی۔ پروگرام کے دوران موسم ٹھنڈا ہو گیا اور مزید دلچسپی پیدا ہو گئی۔ اس کے بعد "اٹھ مجاہد وطن" شبانہ اور حصہ







نے بڑے اچھے انداز میں پیش کی اور واقعی سب کو مجاہد بنا دیا۔ اس کے بعد "مظفر" جو کہ حمیدہ سکول سسٹم کی جانب سے آئے تھے۔ انہوں نے "میرا سچا سائیں تو ہے" پر پرفارم کیا اور اچھا گایا۔ ان کے بعد ہمارے کالج کے پروفیسر نوید آصف کو سٹیج پر بلایا گیا تو وہ چھپے رستم نکلے اور ایسی آواز نکالی کہ ہم سب دنگ رہ گئے۔ انہوں نے ایک غزل سنائی۔ جس پر ہال تالیوں سے گونج اٹھا اور خوب داد وصول کی۔ اس کے بعد صدر پھول کلب فیصل آباد فرحان جاوید (راقم الحروف) کو خیالات کی دعوت دی گئی۔ تو میں نے مہمانوں کا شکریہ ادا کیا اور مختصراً کہا کہ ہمارے پروگرامز کا مقصد بچوں کو سٹیج پر لانا اور ان کی حوصلہ افزائی کرنا ہے اور ان کا بڑا حق یہ ہے کہ ان کو ان کی معصومیت لٹا دی جائے جو کہ آج کے حالات میں ان سے چھن چکی ہے اور انشاءاللہ اگر آپ کی مدد اور تعاون رہا تو ہم ضرور اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائیں گے۔ اس کے بعد ہمارے لاہور سے آئے ہوئے معزز مہمانوں نے اپنے خیالات کا مختصراً اظہار کیا۔ جن میں آپی عقیلہ اقبال (سیکرٹری پھول کہانی گھر پاکستان)، عائشہ میر (جنرل سیکرٹری پھول گرلز کلب پاکستان)، تعظیم کوثر (کوارڈی نیٹر پھول فوٹو سیشن) شامل تھیں۔ ہم ان کے شکرگزار ہیں کہ انہوں نے ہمارے لئے وقت نکالا اور لاہور سے تشریف لائیں۔ ان کے بعد لاثانی ہائی سکول کے محمد اشرف نے انگلش اور اردو میں بہت ہی پیارے انداز میں نظم سنائی۔ ان کے بعد نیشنل سانگ الشہباز سکول کی جانب سے محمد آصف، مصور علی اور ان کے ساتھیوں نے پیش کیا۔ اسی سکول کی جانب سے زاہد، عبداللہ اور ان کے ساتھی نے "نالائق کلاس" کا خاکہ پیش کیا۔ جس کو سب نے بہت پسند کیا۔ اس کے بعد محفل کی رونق اور صدر پھول کے ایڈیٹر اختر بھیا کو خیالات کی دعوت دی گئی تو انہوں نے مسکراتے ہوئے بچوں کی کارکردگی کو سراہا۔ انہوں نے کہا کہ بچوں کو والدین گھر میں آرام سے نہیں رہنے دیتے اور کبھی سکول میں اساتذہ ان کو ادھر ادھر سے روک رہے ہوتے ہیں یہ ٹھیک ہے کبھی کبھی ان کو بھی اپنی مرضی سے جینے دینا چاہئے۔ ان کو اپنی صلاحیتوں کو منوانے کا موقع دینا چاہئے۔ انہوں نے بہت سی زندگی میں کامیابی کی مثالیں دیں کہ ہم کو محنت اور ہمت ضرور کرنی چاہئے۔ بے جا سختی سے دل بھی ٹوٹتے ہیں اور روتے بھی۔ ان کے بعد میزبان سکول پاک کیڈٹ کی جانب سے ایڈمنسٹریٹر ساجد صدیقی کو خیالات کی دعوت دی گئی۔ انہوں نے سب مہمانوں کا شکریہ ادا کیا اور کہا کہ آئندہ بھی ہم آپ کی خدمت کے لئے حاضر ہیں ہم سے جو کچھ بھی بن پڑا ہم پھول کلب کے لئے کریں گے۔ ان کے بعد مختلف سکولز سے آئے ہوئے بچوں کو انعامات دیئے گئے جو کہ کتابوں اور پھول میگزین، شیلڈز وغیرہ پر مشتمل تھے۔ پروگرام کے دوران فیصل آباد گرلز کلب کی نئی صدر کا اعلان بھی کیا گیا جو کہ سمیعہ عارف ہیں۔ معصومہ نصیر کو انچارج پھول سٹڈی وہیل بنا دیا گیا۔ اس کے بعد فوجی فاؤنڈیشن کی جانب سے بہت ہی اچھا آئٹم پیش کیا گیا۔ اس پروگرام کے لئے دو جج صاحبان بھی تھے جو کہ نوید آصف اور عظیم حیدر تھے۔ جنہوں نے یہ فیصلہ کرنا تھا کہ اس سارے پروگرام میں کس سکول کے بچوں نے سب سے اچھا پرفارم کیا۔ ان کے مطابق اول "پاک کیڈٹ سکول" دوم پنجاب کیڈٹ سکول سوم الشہباز کیڈٹ ہائی سکول اور الرحمان سکول شامل تھے۔ ان کو شیلڈز پیش کی گئیں۔ اچھا تو اس کے بعد مہمانان خصوصی کی باری تھی کہ وہ آئیں اور اپنے خیالات کا اظہار کریں۔ سب سے پہلے کنور سلیم کو دعوت دی گئی جنہوں نے بہت ہی مختصراً تقریر کی اور بچوں کی کارکردگی کو سراہا۔ ان کے بعد محمد داؤد علی علوی کو دعوت دی تو انہوں نے بڑے اچھے، دھیمے انداز میں تقریر کی اور بچوں کو اتنا اچھا پروگرام پیش کرنے پر مبارکباد دی اور پھول کلب کی کارکردگی کو سراہا۔ انہوں نے کہا کہ ایسے کام ہونے چاہئیں تاکہ بچے اپنے آپ کو مثبت ذہنیت کے مطابق ڈھال سکیں اور مستقبل میں بہتر انداز سے زندگی گزار سکیں۔ ان کے اندر اعتماد پیدا کیا جائے انہوں نے اگلا پروگرام کروانے کے لئے اپنی خدمات پیش کیں اور کہا کہ میری خوشی یہ ہے کہ پھول کلب اپنا اگلا پروگرام این ایف سی انسٹی ٹیوٹ آف انجینئرنگ میں کریں ہم نے ان کے لئے اپنے دروازے کھول دیئے ہیں۔ ان کے بعد مس شہلا گوندل آئیں اور مبارکباد دی کہ اتنا شاندار پروگرام پیش کیا گیا۔ انہوں نے کہا کہ پہلے تو میں نے سوچا کہ میں کہاں کانٹوں میں جا رہی ہوں لیکن پروگرام دیکھنے کے بعد اندازہ ہوا کہ میں واقعی پھولوں کے درمیان آگئی ہوں مجھے بہت زیادہ خوشی ہو رہی ہے۔ اللہ ان کو اپنے مقصد میں کامیاب کرے۔ پھول کلب نے انعامات کی بوچھاڑ ہی کر دی۔ اتنے انعامات کہ بس کیا بتائیں! ان کے علاوہ آئے ہوئے معزز مہمانوں میں پھول کے تمغے بھی تقسیم کئے گئے۔ تقریب کا میدان روشنیوں سے جگمگا رہا تھا۔ اس کے بعد مہمانوں کی خاطر تواضع کی گئی۔ جو کہ مشروبات پر مشتمل تھی اور یہ شاندار تقریب آخرکار، چار گھنٹے جاری رہنے کے بعد اپنے اختتام کو پہنچی۔



بڈی کی موت



ذکر ایک مہندی والی رات کا وہاں سبھی کتوں کا ذکر لے بیٹھے تھے

مدیحہ انور جدہ

زیب باجی کی شادی تھی جو کہ ابو کی پھوپھی زاد بہن ہیں۔ مہندی کی رات گھر میں خوب ہنگامہ تھا۔ خاندان کے تمام چھوٹے بڑے ایک ہی کمرے میں بیٹھے خوش گپیوں میں مصروف تھے اور ساتھ ساتھ مونگ پھلی اور چلغوزوں سے انصاف کرتے جا رہے تھے۔

شہریار ماموں (جنہیں ہم نیری کہتے ہیں) اپنے بچپن کی شرارتوں کا احوال بتا رہے تھے کہ ایک دفعہ چلتے ہوئے ٹرک پر چڑھنے کی کوشش میں وہ سڑک پر پڑی بجری کے ڈھیر پر گر گئے۔ جس کی وجہ سے گھٹنا چھل گیا گھر آئے تو ہماری نانی نے پریشان ہو کر چوٹ کی وجہ دریافت کی۔ نیری صاحب اصل بات بتانا نہیں چاہتے تھے کہ مزید مار کا خطرہ تھا لہٰذا یہ کہہ کر بات ٹالنی چاہی کہ کتے نے کاٹ لیا ہے یہ سن کر ہماری نانی جان ہول گئیں۔ فوراً اپنا دیسی ٹوٹکا آزمایا۔ لال مرچوں، نمک، ہلدی اور دیسی گھی پر مشتمل پلٹس زخم پر لگنے سے نیری کے چودہ طبق روشن ہو گئے اور انہیں اس کہاوت کا مطلب سمجھ میں آ گیا "نہ جائے رفتن نہ پائے ماندن"

کتے کے حوالے سے ہماری بھی ایک تلخ یاد وابستہ ہے لہٰذا ہم نے بھی سب کو متوجہ کر کے یہ واقعہ سنانا چاہا اور یوں گویا ہوئے "یہ تب کی بات ہے جب ہم پانچویں جماعت میں پڑھتے تھے۔ شام کو محلے کی تمام لڑکیاں مل کر سڑک پر کبھی برف پانی تو کبھی اونچ نیچ کھیلتی تھیں۔ ایک دن ہم حسب معمول اپنے کھیل میں مصروف تھیں جب اچانک ہمارے محلے کے ہی ایک لڑکے (جو غالباً ساتویں میں تھا) نے ہمارے پیچھے کتا چھوڑ دیا۔ باقی لڑکیاں تو خیر کہیں نہ کہیں چھپ گئیں۔ مگر میں بے چاری پھنس گئی۔ اب صورتحال کچھ یوں تھی کہ کتا ہمارے پیچھے پیچھے اور ہم آگے آگے بھاگے جا رہے تھے۔ اس دوڑ کا اختتام تبھی ممکن ہو سکا جب میں شازیہ خالہ کے گھر کے باغ پر لگی لوہے کی باڑ سے ٹکرا کر اس طرح گری کہ میرے بازو پر اس باڑ کے ٹکرانے سے خون بہہ نکلا (یہ نشان آج بھی اس واقع کی یاد تازہ کر دیتا ہے)

صورت حال کی نزاکت بھانپتے ہوئے اس بدتمیز لڑکے نے اپنے کتے کو آواز دے کر اندر بلا لیا۔ مگر ہم بھی اتنی آسانی سے چپ رہنے والے نہیں تھے۔ شام کو باقاعدہ تمام سہیلیوں کا وفد بنا کر اس کی امی سے شکایت لگائی اور اسے زبردست ڈانٹ پڑی دیکھ کر خوشی خوشی گھر کی راہ لی۔ اب محفل کا موضوع گفتگو "کتے" تھے ہر کوئی ان سے متعلق اپنے تلخ تجربات بیان کر رہا تھا۔ ہمارے ایک عزیز گفتگو کو سنجیدہ رخ دیتے ہوئے بولے یورپ میں تو کتوں کے ٹھاٹ ہی نرالے ہیں۔ بعض امراء نے تو ان کے کھانے، پینے، نہانے، دھونے اور سیر کرانے تک کے لئے نوکر رکھے ہوئے ہیں۔ کھانے کے لئے اعلیٰ قسم کا "ڈوگ فوڈ" دیا جاتا ہے۔ نہلانے کے لئے خاص شیمپو استعمال کیا جاتا ہے۔ اہل مغرب تو اتنے نخرے اپنی محبوبہ کے نہیں لئے نہیں اٹھاتے جتنے اپنے کتوں کے اٹھاتے ہیں"۔ ہماری پھپھو ثریا فرنگیوں کو کوستے ہوئے بولیں کہ ان کی آنکھوں پر تو پٹی بندھی ہے۔ یہ تو نہیں دیکھتا کہ ایک غریب آدمی اپنے پیٹ کا دوزخ بھرنے کے لئے کوڑے میں سے روٹی کے ٹکڑے چننے پر مجبور ہے۔ مگر اس بات

کا ضرور احساس ہے کہ کتے کو مہنگا ترین "ڈوگ فوڈ" مہیا کیا جائے! ایک اور آواز ابھری "آج کل کے انسان کی حالت تو کتوں سے بھی بدتر ہے"۔

ایسے ہی نہیں تو شاعر نے یہ شعر کہا تھا۔

ایک کتے نے کہا اک دوسرے کتے سے کل
بھاگ ورنہ آدمی کی موت مارا جائے گا

یہ شعر ہمارے ابا حضور ہی سنا سکتے تھے۔ جنہیں شاید صورت حال کے مطابق شعر فٹ کرنے کے علاوہ اور کچھ نہیں سوجھتا! اس شعر سے گویا محفل پر "رقت طاری" ہو گئی۔ سب اپنی اپنی بساط کے مطابق مغرب والوں کی کتوں کے لئے اپنی محبت والفت پر لعن طعن کرتے رہے اور مشرق کے غریب انسان اور مغرب کے امیر کتوں کا تقابل کرتے رہے!

ہمارے چچا جانی (یہاں ہم یہ وضاحت کرتے چلیں کہ ہمارے چچا جانی کا اصل نام تو چودھری منور جاوید ہے مگر ہم نے "منور ظریف" رکھ دیا ہے کیونکہ وہ نہ صرف شکل میں منور ظریف سے ملتے ہیں بلکہ اسی کی طرح لوگوں کو ہنسانے میں اپنا ثانی نہیں رکھتے) خلاف توقع بہت دیر سے خاموش بیٹھے تھے۔ انہوں نے جو محفل کو یوں رنگ بدلتے دیکھا تو فوراً اپنی جون میں آگئے اور یوں گویا ہوئے۔

"بھئی! مجھے بھی ایک واقعہ یاد آرہا ہے۔ یہ ان دنوں کی بات ہے جب میں بسلسلہ روزگار امریکہ کے شہر نیویارک میں مقیم تھا۔ ہماری بیگم کا کئی امریکن خواتین سے دوستانہ تھا۔ جن میں سے ایک لیزا تھی۔ ہر امریکی کی طرح وہ بھی ایک عدد کتے کی مالکہ تھی جسے وہ عزیز از جان رکھتی تھی۔ خدا کا کرنا کیا ہوا کہ وہ کتا بیمار ہوا اور اس حد تک بیمار ہوا کہ اس کے صحتیاب ہونے کی کوئی صورت نظر نہ آتی تھی۔ بڑے بڑے ڈاکٹروں نے بھی معذرت کر ڈالی۔ امریکیوں کے بھی ڈھنگ نرالے ہیں۔ کتوں کی زندگی میں تو ان کے ناز نخرے اٹھائے اور ان کے کھانے پینے کی احتیاط تو کرتے ہی ہیں مگر ان کے آخری سفر کے لئے بھی بڑے اہتمام کئے جاتے ہیں۔ وہاں کتوں کے لئے نہ صرف ہسپتال ہیں بلکہ ان کے واسطے قبرستان تک بنائے گئے ہیں جہاں ہر مردہ کتے کو باقاعدہ زمین الاٹ کی جاتی ہے اور پورے عزت واحترام کے ساتھ اسے سپرد خاک کیا جاتا ہے۔ بہت سے کتے جن کے صحت یاب ہونے کی امید نہیں رہتی۔ انہیں ہسپتال سے موت کا ٹیکہ (ایسا ٹیکہ جس کے لگتے ہی کتا بآسانی مر جاتا ہے) لگوانے کے 150 ڈالر اور پھر قبرستان میں دفنانے کے 150 ڈالر الگ دینے پڑتے ہیں۔ یعنی یہ نسخہ تین سو ڈالر کا ہے۔ ایک دن لیزا ہمارے گھر آئی۔ بہت اداس دکھائی دے رہی تھی مجھ سے کہنے لگی کہ "جاوید! کیا تم میرا ایک کام کرو گے؟" میرے ہامی بھرنے پر بولی "تم میرے بڈی کو انجکشن لگوا کر دفنا دینا میں خود یہ کام کرنے سے اس لئے قاصر ہوں کہ مجھ سے اس کی یہ تکلیف دیکھی نہ جائے گی"۔ اس کے چہرے پر کسی عزیز ترین چیز کے کھو جانے کا صدمہ واضح تھا۔ دو دن بعد میں شام کو فارغ تھا تو سوچا کہ لیزا کا کام کر دوں لہٰذا اس کے گھر چلا گیا رسمی بات چیت اور پر تکلف چائے کے بعد میں نے اسے بڈی لانے کو کہا اس نے آنسوؤں سے لبریز آنکھوں اور کانپتے ہاتھوں کے ساتھ اپنا بڈی میرے حوالے کیا اور رقت آمیز آواز میں بولی "معاف کرنا جاوید! میں نے تمہیں تکلیف دی مگر کیا کروں؟ مجھ سے یہ برداشت نہیں ہو سکتا کہ میرے سامنے اسے موت کا انجکشن لگے۔ اف! کتنا اذیت ناک لمحہ ہو گا وہ...... آخری جملے تک اس کی آواز معدوم ہو چکی تھی اور وہ مکمل طور پر غم کی دیوی معلوم ہوتی تھی۔

میں نے حسب دستور تسلی و تشفی کے چند کلمات ادا کئے اور کتا مع تین سو ڈالر لے آیا۔

بڈی بہت مریل قدموں سے چل رہا تھا۔ اس کی حالت ایسی تھی کہ اگر کوئی اسے لات مارتا تو وہ مزاحمت کے لئے منہ سے آواز تک نہ نکال سکتا تھا۔ میں افسردہ چہرہ لئے کتوں کے ہسپتال کی طرف رواں دواں تھا (کہ پہلے بڈی کو موت کا انجکشن لگواتا تھا) مجھے کتے کا قطعاً کوئی افسوس نہ تھا بلکہ یہ وحشت ہو رہی تھی کہ یہ تین سو ڈالر ضائع جائیں گے!

اگلا موڑ مڑتے ہی میرے ذہن میں جھماکا ہوا۔ میں نے ایک ترکیب سوچ لی تھی جس پر عمل کر کے گھر چلا آیا۔ اگلے دن میں نے بیگم سے کہا کہ لیزا بے چاری بہت اداس اور افسردہ ہے لہٰذا اسے دعوت دو کہ ہمارے ساتھ ذرا باہر گھومنے پھرنے چلے تاکہ اس کا دل بہل جائے۔ ہم تینوں شہر کے مشہور و معروف پارک میں گئے۔ خوب جھولے لئے، آئس کریم کھائی، واپسی پر وہیں ایک اچھے ریسٹورنٹ میں کھانا کھانے کی عیاشی بھی کی۔ اس سے اگلا دن بھی ہم نے گھومنے پھرنے اور خوب ہلا گلا کرنے میں گزارا۔ لیزا کا موڈ دو دنوں میں خاصا خوشگوار ہو چکا تھا اور لگ رہا تھا کہ وہ اپنے غم پر کافی حد تک قابو پا چکی ہے"

...... چچی درمیان میں بات کاٹتے ہوئے بولی کہ "یہ کیسے ممکن ہے کہ آپ نے دو بندوں کو سیر کرائی وہ بھی اپنے کھاتے میں، نہیں، نہیں یہ ناممکن ہے میں نہیں مانتی"

(ہمارے چچا جانی کنجوسی میں کچھ زیادہ ہی مشہور ہیں)

بڑوں کو جو بہت انہماک سے یہ واقعہ سن رہے تھے۔ یہ مداخلت ناگوار گزری مگر انہوں نے بھی یہی سوچا کہ وہ ٹھیک کہہ رہی ہے۔ لہٰذا چچا جانی سے استفسار کیا گیا کہ وہ بتائیں کہ انہوں نے حاتم طائی کی قبر پر لات کیسے اور کیوں ماری؟

چچا جانی زیر لب مسکراتے ہوئے بولے "مجھے یہ کہنے میں کوئی عار یا شرمندگی نہیں کہ میرا دل اس صدمے سے پھٹا جا رہا تھا کہ ایک مریل سے کتے پر تین سو ڈالر خرچ کئے جائیں۔ لہٰذا میں نے بڈی کو ایک بوری میں بند کر کے گہرے نیلے سمندر کے حوالے کر دیا۔ جیب میں مفت کے تین سو ڈالر پڑے تھے۔ مگر ضمیر نے گوارا نہ کیا کہ پیسے اکیلے ہی ہڑپ کئے جائیں لہٰذا لیزا کو سیر و تفریح میں شامل کر کے ان ڈالروں کو حلال کیا گیا۔

لیزا بے چاری میری بہت احسان مند اور ممنون نظر آتی تھی کہ میں نے اس کے دکھ اور تکلیف کا خیال کرتے ہوئے اتنی تفریح کرائی اور اس کا غم ہلکا کرنے میں مدد دی۔ ادھر ہماری بیگم بے چاری الگ پریشان تھیں کہ مجھے کیا ہو گیا ہے جو اتنے سیر سپاٹے کرا رہا ہوں۔ آج بھی میری سوچ یہی ہے کہ کتے کو اس سے بہتر تجہیز و تکفین کی ضرورت نہ تھی اور ان تین سو ڈالروں کا اس سے بہتر مصرف ممکن نہ تھا!

اخلاص فی اللہ

حضرت ربیع بن خیثم سرخس کے رہنے والے تھے۔ ابتداء میں غلام تھے۔ آزاد ہو کر بصرے میں سکونت اختیار کر لی تھی پھر علم کی طرف توجہ کی اور مسلمانوں کے امام اور آقا ہو گئے ہر کام اللہ کے لئے کرتے تھے ایک مرتبہ انہوں نے اپنے گھر والوں سے ایک خاص کھانے کی فرمائش کی چونکہ وہ اپنے لئے کبھی کسی چیز کی فرمائش نہیں کرتے تھے اس لئے ان کی بیوی نے بڑے اہتمام سے وہ کھانا تیار کیا حضرت ربیع نے کھانا لیا پڑوس میں ایک دیوانہ رہتا تھا اس کو جا کر اپنے ہاتھ سے کھلایا اس کے منہ سے لعاب بہہ رہا تھا اور وہ اس کو اپنے ہاتھ سے کھانا کھلا رہے تھے واپس آئے تو بیوی نے کہا "تم نے کھانا لے جا کر ایک ایسے شخص کو کھلا دیا

جو یہ بھی نہیں جانتا کہ اس نے کیا کھایا" آپ نے جواب دیا "خدا تو جانتا ہے"۔ (منزہ کوکب محمود کوٹ شہر)

بہترین سواری

حضرت ابراہیم نے فرمایا کہ مجھ پر کوئی بلا آتی ہے تو صبر کے گھوڑے پر سواری کرتا ہوں۔ نعمت پاتا ہوں تو شکر کی سواری پر سوار ہو جاتا ہوں نفس کسی طرف بلاتا ہے تو اپنی عمر بھر کے اعمال کے گھوڑے پر سوار ہو جاتا ہوں۔ جب قضا آتی ہے تو رضا کی سواری پر سوار ہوتا ہوں۔ مجھے دنیا میں ان سواریوں کے علاوہ کسی سواری کی ضرورت نہیں پڑتی۔ (محمد زبیر ارشد۔ قدیر آباد ملتان)

آج اپنے خالق کا بے حد شکر گزار ہوں
کہ
اس نے میری زندگی میں ہی اتنی پذیرائی بخشی

پھول ٹیم نامور ادیب اور شاعر سید نظر زیدی کی مزاج پرسی کیلئے گھر جا پہنچی

جب ہم کسی شخصیت سے ملتے ہیں تو سب سے زیادہ یاد کیا رہتا ہے؟ مختلف لوگوں کو مختلف باتیں یاد رہتی ہیں۔ مگر اس دفعہ عجیب اتفاق ہوا۔ ہم پندرہ بیس لوگ ایک شخص سے ملنے کے بعد بہت دن تک ایک ہی بات یاد کرتے رہے۔ معروف ادیب اور شاعر سید نظر زیدی کی مزاج پرسی کو ہم سب پھول سوشل سروس کے تحت گئے۔

وہاں بہت اچھی اور بہت دیر نشست رہی۔ اور اس اتنی لمبی نشست میں نظر زیدی کی زبان ایک بار بھی شکوہ سے آلودہ نہیں ہوئی۔ 85 سال زندگی بہت سے ادبی اور صحافتی اداروں کے ساتھ گزارنے کے باوجود ہر ایک کی تعریف اور شکر گزاری سے ان کی زبان اور نگاہیں بھری ہوئی تھیں۔ سید نظر زیدی ہمارے پہنچنے پر بے حد خوش تھے کہنے لگے "خدا کا بے حد شکر گزار ہوں کہ اس نے اسقدر پذیرائی میری زندگی میں مجھ کو بخشی" انہوں نے پھول ٹیم کے اس دورے کو بہت سراہا اور کہا "پھول نے پڑھنے والوں کے مزاج کو بدل دیا ہے۔

سید نظر زیدی 1945ء میں بچوں کے رسائل کے مدیر بھی رہے اور پھول کے ادارت بھی سنبھالی۔ انہوں نے کہا کہ میں نے ادبی دنیا میں ایک عمر گزاری ہے مگر پھول نے جس طرح پڑھنے والوں کے مزاج کو بدلا ہے اور لکھنے والوں کی حوصلہ افزائی کی ہے اس کی مثال کبھی نہیں ملی۔

> واپس آتے ہوئے ہم یہ نہیں سوچ رہے تھے کہ اتنے شکر گزار اور سادہ بندے اب کیوں نہیں ہوتے

> پھول نے پڑھنے والوں کے مزاج کو بدل دیا ہے۔

> زیدی صاحب اب تک بچوں اور بڑوں کیلئے 115 سے زائد کتب لکھ چکے ہیں

پھول ٹیم میں اختر عباس ایڈیٹر بھی تھے علاوہ معروف شاعر وصی شاہ پھول سوشل سروس کی انچارج انیلہ مظفر، آمنہ اعظم، شہزاد سلیم، ماریہ مجید، عقیلہ اقبال، عائشہ میر، غضنفر علی، عرفان الحق اور پرائڈ پبلک سکول کے بچے شامل تھے۔ وصی شاہ بھی پھول کی اس روایت کو بہت سراہا اور بے پناہ خوشی کا اظہار کیا۔ سید نظر زیدی صاحب کی ایک کتاب کو صدارتی ایوارڈ دوسری کو رائٹرز گلڈ اور تیسری پر اکیڈمی ایوارڈ مل چکا ہے۔

انہوں نے پھول میں کہانیوں اور مضامین کے علاوہ القرآن کے عنوان سے 30 پاروں کی تلخیص بھی لکھی۔ اب ان کا سلسلہ الحدیث آپ دیکھ رہے ہیں زیدی صاحب اب تک بچوں اور بڑوں کیلئے 115 سے زائد کتب لکھ چکے ہیں۔ واپس آتے ہوئے ہم یہ نہیں سوچ رہے تھے کہ اتنے شکر گزار اور سادہ بندے اب کیوں نہیں ہوتے بلکہ یہ دعا کر رہے تھے کہ اللہ جی ہمیں بھی اتنا ہی شکر گزار بنا (آمین)

پھول ساتھیوں کی محبت نے صدارتی ایوارڈ یافتہ ادیب کی آنکھیں نم کردیں



ناکامی کے ذمے دار دوسرے نہیں، ہم خود ہوتے ہیں

فائز سیال کا "ٹوٹتے رشتے کیسے بچیں" پہ خصوصی لیکچر

رپورٹ: سید غضنفر علی

ایک بچے سے میں نے جب پوچھا کہ کیا تم والدین کی عزت کرتے ہو؟ اس نے کہا کہ نہیں کیا ہم صرف اس لئے ان کی عزت کریں کہ وہ ہمارے ماں باپ ہیں یہ حقیقت ہے کہ آجکل اکثر بچے والدین کی عزت نہیں کرتے۔ بچے اور والدین کا رشتہ معاشرے کی بنیادی اکائی ہے۔ اگر ماں باپ بچوں کے سامنے لڑتے جھگڑتے رہیں کوڑا کرکٹ گلی میں پھینک دیں شادی گھر میں ہو تو پوری گلی کا راستہ بند کیا ہوتا ہے محلے والوں کو تنگ کیا ہوا ہے یہ مسئلہ زیادہ ان گھروں کا ہے جہاں والدین پڑھے لکھے نہیں لیکن بچے کسی طرح پڑھ لکھ جاتے ہیں ایسے بچوں کا کہنا ہے کہ ہمیں اپنے والدین کی وجہ سے بعض اوقات شرمندگی ہوتی ہے کہ وہ ذرا ذرا سی بات پہ جھوٹ بولتے ہیں اگر کبھی دفتر سے چھٹی کریں تو جھوٹ بول دیا کہ میں بیمار ہوں یا کبھی چالان ہو گیا تو سو روپے کے جرمانے سے بچنے کے لئے جھوٹ بول دیا کہ کسی فوتگی میں جا رہا تھا یہ ہمارا مزاج بن چکا ہے کہ ہم ان باتوں کو اہمیت نہیں دیتے کیونکہ ہم نہیں جانتے کہ ایک دن ہمیں ان کا حساب دینا پڑے گا قانون فطرت کے خلاف جو بھی کام کیا جائے گا اس کا حساب دینا پڑے گا۔ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ رزق میرے اختیار میں ہے اب اگر کوئی شخص اپنی اولاد کی تعلیم و آرام کی خاطر رشوت لینا شروع کر دے لیکن وہ یہ نہیں سوچتا کہ اگر حرام کے مال سے اولاد کی پرورش کرے گا تو وہ پھر اس سے بھلائی کی امید کیونکر رکھے گا جو رزق اللہ تعالیٰ نے ہماری قسمت میں لکھ دیا ہے وہ ہمیں ملنا ہے اب یہ اختیار ہمارا ہے کہ ہم محنت کر کے وہ رزق حاصل کریں یا پھر ناجائز ذرائع سے لیکن یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ ہمیں اس کی قیمت چکانی پڑے گی وہ کسی بیماری کی شکل میں بھی ہو سکتی ہے یا کسی بھی اور شکل میں کیونکہ یہ تو ہو سکتا ہے کہ ہم خدا کے مقرر کردہ قوانین سے ہٹ کر زندگی گزاریں لیکن یہ ممکن ہی نہیں کہ پھر ہم اس کی سزا سے بچ جائیں یہ زندگی کے حقائق ہیں جن کا ہمیں ادراک کرنا ہو گا۔ اس کے بغیر ہم اچھی زندگی نہیں گزار سکتے۔



جھلکیاں

☆...... والدین اپنے بچوں کے متعلق اسوقت سوچتے ہیں جب وہ گھر چھوڑ کر چلے جاتے ہیں اسوقت پانی سر سے گزر گیا ہوتا ہے

☆...... قرآن مجید انسانیت کی بھلائی کے لئے ہے مگر ہمارے پاس اسے پڑھنے کا ہی وقت نہیں بلکہ اسے صرف ثواب کی چیز سمجھتے ہیں

☆...... اگر کوئی شخص دن میں سرخ بتی پہ رکتا ہے تو یہ اس کا کردار نہیں بلکہ کردار یہ ہے کہ وہ رات کو بھی سرخ بتی پہ رکے

☆...... کردار اصل میں زندگی کی اخلاقی قدروں کو سمجھنا اور اس پہ عمل کرنے کا نام ہے

☆...... حضور اکرم ﷺ کا فرمان ہے کہ مسلمان کچھ اور ہو سکتا ہے مگر جھوٹا نہیں یہ بات والدین بھی بھول جاتے ہیں اور بچے بھی دونوں کا نقصان ہوتا ہے۔

☆...... وقت پہ آنا ایک بنیادی بات ہے لیکن بدقسمتی سے یہ اب ایک خوبی بن چکی ہے

☆ بچوں کے رشتے ماں باپ بچوں سے مشاورت کے بغیر طے نہیں کر سکتے یہ ہمارے دین کی روح کے خلاف ہے۔ اور یہ طرز فکر بہت سے مسائل کی جڑ ہے



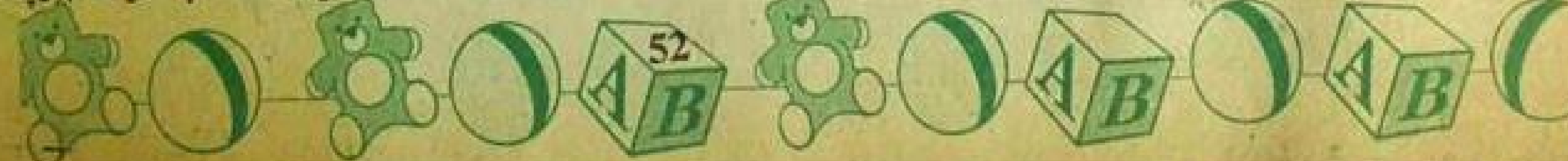
صفحہ بتائیے انعام پائیے

عثمان خادم - لاہور

غزالہ زمان گریال بالاکوٹ' شازیہ ارم ڈی جی خان' سعدیہ رؤف فیصل آباد' زہرہ ایوب جمیل آباد' گل نواز اکمل شاہ کوٹ' سائرہ عباس دار لاہور' محمد عاصم مخدوم لاہور' ماہرہ کوثر بستی چراغ شاہ' عامر حیات تلہ گنگ' ماہو محسن عابد شاہ ہاشمی جڑانوالہ' ثروت جبیں' خدیجہ اشرف' اسماء اشرف واہ کینٹ' سکندر حیات حسن ابدال' محمد علی خان گوندل اسلام آباد' عدنان اقبال گوجرانوالہ' نصیر احمد ساجد منڈی موڑ' محمد آصف ہمدانی رینالہ خورد' صائمہ کنیز لاہور' ثوبیہ سرا جہانیاں منڈی' سعدیہ صدف فیصل آباد' ارم گل ڈی جی خان' ہما بتول جڑانوالہ' شفیق فاروقی حافظ آباد' فوزیہ فاطمہ ٹنڈوالہ یار' حافظ ارم شہزادی ظفروال' گل محمد دانش کامران دانش' دریا خان' سید ذوالفقار حسین زلفی جھاوریاں' ہمایوں عبدالستار فیصل آباد' راشد منہاس ثاقب پنڈی بھٹیاں' شازیہ چودھری ٹوبہ ٹیک سنگھ' سمیرا ناز سیالکوٹ' عائشہ رحمن ملتان' رفعت فاطمہ اوکاڑہ' محمد امتیاز آرائیں مہروی کوٹ ادو' ثروت بچکول' توصیف احمد میاں چنوں' حمیرہ عندلیب گوجر خان' سحر خورشید ساہیوال' سمیہ نواز لاہور' راشد ریاض حافظ آباد' راحیلہ عنایت لالہ موسیٰ' عائشہ محی الدین لاہور' اظہر حفیظ جنگلی گڑھ فتح شاہ' بشریٰ سلمان فورٹ عباس' مہرین گل لاہور' محمد وسیم امجد بہاولپور' محمد نعیم اختر احمد پور شرقیہ' فرحت ہاشمی تلہ گنگ' آسیہ پروین جہانیاں' محبت سلطانہ گوجر خان' آسیہ حنیف سوہاوہ' محمد فرخ جاوید چشتیاں' توقیر فاطمہ کوٹ ادو' راحیلہ صدیق حجرہ شی' حافظ قدیر انجم نارووال' محمد افضل بٹ وار برٹن' طاہر مسعود سیالوی پنڈی سید پور' حافظ جنید اکرم سیالکوٹ' نسمہ عمر ضلع قصور' عمارہ نواز چوکی' زنیل ظفر خانیوال' ذیشان الٰہی میاں چنوں' مخدوم محمد عبدالودود عثمانی جھنگ' نعمان رولاکوٹ' سمیرا اسلم بہاولنگر' نازش خورشید راولپنڈی' صائمہ سعید بہاولپور' ماجد بٹ' راشد محمود' محمد مبین اختر (بورے والا) مدثر قمر (شکر گڑھ) صفیہ اینڈ عابدہ (سید پور) زلیخا یوسف (لاہور) راحیلہ عباس لاہور' سارہ چودھری میرپور آزاد کشمیر' عطاء الرحمن شیخوپورہ' تصور عباس وفاقی نیا نوشہرہ' عدنان رشید اینڈ عادل جی کنول رشید' نعمان رشید' جویریہ افضل' محمد جواد افضل' محمد حماد افضل' ثنائمہ رشید' فروکہ قیصر علی' کالکی منڈی' محمد فاروق اعظم صدیقی' محمد علی صدیقی' دھریالہ جالپ' محمد فاروق ملتان' تابندہ عرشی بزدار خانپور' مہوش یوسف لاہور' جویریہ عندلیب بہاولپور' سدرہ منیر بھکر' مقبول ملک محمد اسد جہانیاں' عائشہ الیاس نامعلوم' سید معظم علی رضوی ملتان' اسماء گیلانی پنڈی سید پور' منیر احمد مغل منوں نگر' فاطمہ اظہر فاروقی حافظ آباد' ہدیہ سراج ڈی جی خان' عظمیٰ الیاس' سعد الیاس حیات آباد' نائلہ امین کوٹ رادھا کشن' مصباح ظفر' آصف رشید فیصل آباد' عامر قدیر بھٹی ٹوکھر گل' طیبہ محبوب کالاباغ' کاشان عندلیب فورٹ عباس' پرویز عزیز ہارنگ منڈی' بدر جاوید بستی گوپور' حماد حسین اسلام آباد' علی رحمان چیمہ فیصل آباد' ثنائمہ ارشد جھنگ صدر' محمد عبداللہ نظامی ٹھٹھہ صادق آباد' اکبر اصغر لاہور' نادیہ عبدالحق شاہدرہ' سائرہ نعیم کراچی' ایمن سلیم اعوان سیالکوٹ' عدنان رسول شکر گڑھ' رانا محمد اقبال سرگودھا' محمد اعظم شہزاد حاصل پور' محمد صہیب ننکانہ صاحب' فرح یاسمین ڈار سیالکوٹ' شمس فرید چشتی لاہور' نادیہ بشیر مغل شکر گڑھ' نادیہ بشیر شکر گڑھ' آسیہ مغل' عدیل الرحمن شکر گڑھ' احمد سعید گوجرہ' ایم ابوبکر حیدر فروکہ' اشفاق احمد میانوالی' ایم عبداللہ قریشی اٹک' عمارہ صدیقہ منڈی بہاؤالدین' صہیب اشرف مظفر آباد' اے کے نادیہ انور میانوالی' شہزاد اختر ملتان'

شبیر احمد ملک رحیم یار خان' ایم آصف رضا بلوچ ملتان' تنویر حسین صدیقی ملتان' الماس احمد لاہور' عرشیہ رفعت گوجرانوالہ' عمارہ ظہور ڈسکہ' فرح روبینہ تاندلیانوالہ' محمد عائشہ شفیع لودھراں' عتیق احمد عتیق ظفروال' آمنہ اشفاق چنیوٹ' آمنہ علی راولپنڈی' حنا حمید بدین' قادریہ زہرا ہڑپہ اسٹیشن' ناسک یعقوب نظام آباد' عبداللہ نذیر سرگودھا' روحہ راولپنڈی' محمد امتیاز آرائیں کوٹ ادو' شعیب قصور' علی اسد اللہ مظفر گڑھ' غلام مرتضیٰ احسن کالکی منڈی' غزالہ شعیب کوٹ ادو' نائلہ امجد مغل آباد' مدیحہ غفور ملتان' زبیر ارشد ملتان' فوزیہ نیلین فیصل آباد' اشفاق احمد کھوکھر نوشہرہ ورکاں' محمد جنید عمر ملتان' عائشہ نذیر وزیر آباد' عائشہ نثار اچھرہ' اشتیاق سلیمی پاکپتن شریف' ندیہ رحمن شورکوٹ کینٹ' عباس خان قصور' ثنائمہ عابد سیالکوٹ' انجم اکبر بھٹی فورٹ عباس' نفرہ عباس جھنگ' ملیحہ رباب ہری پور ہزارہ' سعدیہ ریاست پنڈ دادنخان' سید محمد علی شاہ ساہیہ' محمد عمران اصغر شکر گڑھ' غزالہ زمان بالاکوٹ' سدرہ صادق لاہور' شاہد منظور سلیمی' شاہد نذیر فیصل آباد' نوشین سرفراز احمد سیالکوٹ' محمد رمضان عادل فروکہ' عظمیٰ اعجاز حافظ آباد شی' دالیہ ارشاد لاہور' ثانیہ صبا فیصل آباد' محمد جنید مظفر گڑھ' سکینہ حیدر منڈی بہاؤالدین' حافظ سلمان عارف لاہور' سعدیہ شبیر جہانیاں' طیب حسین قصور' نوشین ارشاد فیصل آباد' محمد زبیر تبسم دیپالپور' فاطمہ کریم ملتان' حصہ سعدیہ خوشاب' محمد اعظم تبسم ڈڈیال' اے کے مہوش' مونیش ڈی جی خان' حنا پرویز لاہور' کرن زرین گل کراچی' ام بتول (حجرہ) جویریہ ساجد اٹک' شازیہ رشید پسرور' محمد عمران کوگیرہ' ماجد بٹ بورے والہ' عفت عائشہ لاہور' محمد بلال سوہل پسرور' مون اوکاڑہ' انعام الرحمن سعید گوجرانوالہ' زینب اشفاق لاہور' کاشف سرور حجرہ شی' کوثر عبدالمنصور ملتان' مہوش عابد جڑانوالہ' ثنا فیاض نواب شاہ' صفیہ صدیق جہانگیر آباد' محمد عبیدالرحمن جھنگ' عمر رزاق ساہیوال' عدنان ربانی لاہور' نورین سعید فیصل آباد' مدثر منیر چونی' محمد بلال حسن بہاولنگر' وقاص شفقت گوجرانوالہ' عمارہ بتول اٹک' عظیم ریاست علی پنڈی سید پور' شائستہ ملک (نامعلوم)' آمنہ الرشید مرزا (ربوہ)' مرزا امیر احمد (ربوہ) محمد عمر حیات' شیخ محمد ناصر انجم نامعلوم' زینب افضل جہانگیری' سمیرا الہام ڈہرکی' نورالعین کوہاٹ' صبا رسول فیصل آباد' سدرہ یوسف سیالکوٹ' اسما سلطان شیخوپورہ' رضیہ شاہین مظفر گڑھ' محمد بلال اکرم راولپنڈی کینٹ' عائشہ اشرف جڑانوالہ' نادیہ نورین بہاولپور' ملک ہارون ابراہیم ملیانوالہ' ہمسر الاسلام افضل کراچی' یوسف لاہور' کاشف ندیم شیخوپورہ' فیضان ہری پور' بلال سعید ملتان' محمد عاصم خان' محمد محسن خان وزیر آباد' سعید احمد زبیری لاہور' محسن گیلانی' مزمل گیلانی دیپالپور' منیر احمد حسن ابدال' صبا جاوید لاہور' فرحت روحی رزاق سانگھڑ' محمد شکیل گلاب خان چنیوٹ' میمونہ عزیز کیماڑی' فائزہ اکرام فاخرہ اکرام سیالکوٹ' ثوبان علی' سفیان علی' ماہ نور لاہور' حسیب وحید سیالکوٹ' طلحہ اکرم اسلام آباد' لبینہ رؤف سانگھڑ' حلیمہ لطیف ملک لاہور' ساجدہ پروین جیکب آباد' سعدیہ نورین نارووال' طلحہ رشید وزیر آباد' ہارون خشا فیصل آباد' انجم راشد سیالکوٹ' محمد نسیم اختر میانوالی' عرفانہ زینب پنڈ دادنخان' مہرین عابد مہوش جڑانوالہ' فروا کنول ہاشمی ملتان' رانا بلال انجم خان' اشفاق چیمہ ڈسکہ' عائشہ ہاشمی اوکاڑہ' نوید احمد پھالیہ' صائمہ نذیر لاہور' بتول خالد ملتان' شائستہ خان فیصل آباد' حافظ محمد یوسف گوجرانوالہ' محمد اقبال جہانیاں منڈی' عثمان احمد شیخوپورہ' فرزانہ اسلم شہزاد ساہیوال' سمیہ عارف فیصل آباد' فرحان ریاض کوکل' حمیرا لغاری لاہور' سمیہ خادم نارووال' عادل عثمان شیخوپورہ' حافظ عبید نعمان قصور' مہرین عابد ہاشمی جڑانوالہ'

ممتاز محمود چکوال' غلام نبی چھانگا مانگا' فرحان رضا ڈی جی خان' شاہ ارشد جھنگ' عائشہ ارشد جھنگ' زرینہ پیر بخش' ٹوبہ ٹیک سنگھ' عمران الحق غوری حجرہ شاہ مقیم' عمر فیاض بٹ' طاہر نذیر' شاہد ذوالفقار' سعید' جمیل' شکیل' وسیم' وقاص' آصف فرزند لاہور' غلام طیب چکوال' مزمل شفیع تونسہ شریف' رابعہ رحمن بٹ فیصل آباد' عطیہ بتول پسرور' عمران سہیل بوبی کارٹونسٹ اوکاڑہ' رقیہ کراچی' محمد عرفان شاہد شیخوپورہ' ہدیہ صدیق نارووال' اسماء غفار ایبٹ آباد' شیخ محمد لطیف شاہد مانگا منڈی' سمیرا انجم ساہیوال' تنزیلہ چاند لاہور' شاہین چونیاں' سائرہ رؤف سرگودھا' آصف علی شاہ لاہور' صدف بشیر لاہور کینٹ' عروسہ یونس اسلام آباد' حمزہ چودھری خانیوال' شائستہ وقار لاہور' محمد عرفان آفریدی کراچی' محمد علی نوابشاہ' محمد قاسم سرویا شاہ کوٹ' مصباح فاطمہ سیالکوٹ کینٹ' سدرہ حنیف اصغر آستانہ' رابعہ اصغر اٹک' رملہ خان فیصل آباد' شفیق محمد رحیم یار خان' آصف عزیز لیاقت پور' عائشہ نواز لاہور' رانو ساجد کلیم ماکلی' نوید ظفر چشمہ بیراج' عرفانہ حنیف اٹک' قاسم زبیر لاہور' رابعہ حبیب' ریحان مسلم' روحہ فاطمہ' حافظ صفی اللہ' ثوبیہ حبیب کیلاالحق' عائشہ حبیب' عمران بھٹی' سونیا بھٹی' نائیلہ انور' طیبہ امجد' راحیلہ وہاب لاہور' محمد برہان لاہور' ام حبیبہ چکوال' عبداللطیف ظفر' طارق محمود ہیراجی' عبدالرزاق جاتی' سید الطاف حسن نیچ' خالد محمود یاسر' محمد اشرف ٹو' رانا اسد جواد ٹوبی' حافظ وقار احمد غوری' عمران سعید' محمد احمد کھوکھر' ملک محمد شہزاد احمد' احمد علی پھن آباد' حیدر احمد مرزا' عقیل احمد مرزا ربوہ' تحسین ضیاء' فرخندہ ٹوبی' ندیم احمد شہزاد' رانا مدثر سردار فاروق آباد' زباریہ شفیع جھنگ' مہوش طارق لاہور' ندیم بابر ہارنگ منڈی' عندلیب عزیز اے کے سلیم ممتاز خانیوال' احمد محمود لاہور' اے آر محسن عارفوالہ' عاصمہ طارق نارووال' ہما جبیں ہاشمی جھنگ' ایاز افضل فیصل آباد' سید محمد ندیم حیدر اے کے شاہ عقیل ملتان' میمونہ وحید سیالکوٹ' عبدالصبور چاند جھنگ' رابعہ اکرام لاہور' ہمایوں طارق شورکوٹ' منیر حسین گل لاہور' سمیرا کنول لاہور' نوید دانش لاہور' سدرہ علی بہاولنگر' عائشہ منیر بہاولنگر' ثوبیہ فردوس لاہور' علی اعجاز ڈی آئی خان' عائشہ چودھری ٹوبہ ٹیک سنگھ' احسن رسول بخش اسد الرحمن لاہور' جویریہ نصیر کراچی' سید ابرار حسین بخاری اے کے ثمینہ مجاہد لاہور' محمد طارق اقبال سرگودھا' عائشہ ایوب لاہور' حق نواز شیخوپورہ' شہدا اقبال بھکر' مریم ثانی فاروق آباد' عبدالرزاق نارووال' سید ثنائمہ ربانی چونی' فہد بخاری رحیم یار خان' باسط علی نسیم ہاشمی' کوٹلی' فیصل نذیر چکوال' ثمرہ تسلیم ملتان' علی رضا پسرور' عمر سعید احمد زبیری لاہور' اسد علی لاہور' آصف نذیر فیروز والہ' محمد طارق حافظ آباد' سدرہ شکر گڑھ' محمد عمران اجمل فیصل آباد' صائمہ نازی خانپور' ارم گوجرانوالہ' ثوبیہ اکمل خانپور' چودھری عامر نقوی حیدر آباد' سارہ ملک جہلم' شبیر احمد آصف تاندلیانوالہ' محمد اسعد بشیر ریحان سرگودھا' عظمیٰ حیات اٹک' خواجہ عمران بشیر بھیرہ' حافظ علی عزیز خان قصور' شیخ لطیف لاہور' نسیم عاشق سیالکوٹ' سمیعہ رحمان لاہور' گلناز ناظر خانیوال' فرزانہ شیخ ملتان' ظفر علی شاہ کلر کہار' عثمان خالد برنالہ' عدیلہ طارق میرپور' اے کے سعدیہ اکرام سرگودھا' فیصل حسنین وہاڑی' عطیہ ارم چوا آسیدن شاہ' سائرہ اسلم ملتان' سید عابد علی بخاری عابد اے کے لیہ' علی گنڈو بیراج' محمد قاسم اقبال لاہور' گل عظیم گوجرانوالہ' عزیز الرحمن قادری شیخوپورہ' اسد طارق سیالکوٹ' مدثر گیلانی اوکاڑہ' شازیہ دلی ننکانہ صاحب' محمد ریاست ہری پور۔





آمنہ احتجاب

پیارے ساتھیو جیتے رہئے۔ گرمیوں کی خصوصیت اس کے رنگ برنگے پھل ہیں ان کا بھرپور مزہ لیجئے۔ چھٹیوں میں اچھا پکائیے، اچھا کھائیے، خوب کام کیجئے اور خوبصورت رہئے اور ہمیں مٹن کی مزیدار تراکیب بھیجئے۔ سلاد کا شمار بھوک بڑھانے والے کھانوں میں ہوتا ہے۔ انہیں کھانے سے پہلے بطور شروعات اور کھانے کے ساتھ بھی پیش کیا جا سکتا ہے اگر کھانے سے پہلے بطور پہلا کورس دیا جا رہا ہے تو سلاد میں لذیذ پھل یا سمندری خوراک (مچھلی، جھینگا) شامل کی جا سکتی ہے۔ کھانے کے ساتھ دیئے گئے سلاد کو ہلکا پھلکا ہونا چاہئے۔

پھل سبزی، گوشت، انڈہ، میوہ جات اور پنیر سے بنا ہوا سلاد اپنے اندر بھرپور غذائیت رکھتا ہے۔ مٹر، خوبانی، ٹماٹر اور گاجر میں وٹامن اے ہوتا ہے۔ مچھلی، پنیر، انڈے کی زردی، اناج، مونگ پھلی، بادام، اخروٹ اور خمیر وٹامن بی کمپلیکس کے بہترین ذرائع ہیں۔ وٹامن سی کو تازہ پھلوں کا وٹامن کہا جاتا ہے۔ یہ سبز پتوں والی سبزیوں، گریپ فروٹ، ٹماٹر، لیموں، املی اور تازہ پھلوں میں پایا جاتا ہے۔ یہ ہوا میں تحلیل ہو جاتا ہے اس لئے کٹے ہوئے پھل سبزی کو ڈھانپ کر رکھیں۔ سلاد غذائیت کے علاوہ کھانے کی میز پر رنگینی بھی پیدا کرتے ہیں لہٰذا شیشے یا سفید رنگ کے گہرے یا چپٹے برتنوں میں پیش کیا جانا چاہئے۔

فش میونیز سلاد

اشیاء: مچھلی پکی ہوئی ایک کپ، ابلے ہوئے انڈے دو، میونیز 1/2 کپ، پودینہ، نمک و سیاہ مرچ حسب ذائقہ
ترکیب: انڈوں کو کش کر لیں۔ تلی ہوئی مچھلی سے گوشت نکال کر باریک کر لیں اور انڈوں میں ملا دیں۔ نمک مرچ بھی ملا لیں۔ کم گہری پلیٹ میں یہ آمیزہ پھیلا دیں۔ اس پر اتنی میونیز ڈالیں کہ مرکب چھپ جائے۔ ہرا دھنیا باریک کاٹ کر اوپر پھیلا دیں اور پودینہ کے چھوٹے گچھے چاروں طرف سجا دیں۔
(شازیہ عدیل، لاہور)

چکن میکرونی سلاد

اشیاء: چکن ابلا ہوا بغیر ہڈی، 6 اونس، ابلی ہوئی ایلبو میکرونی 6 اونس، پیاز (باریک کٹا ہوا) دو ٹیبل سپون، مشروم 3 اونس، نمک، کالی مرچ 1/2 ٹی سپون۔ میونیز 6-8 اونس، ٹماٹر 3 (چوکور کٹے ہوئے)
ترکیب: ٹماٹر کے علاوہ تمام چیزیں ملا لیں۔ دو گھنٹہ کے لئے فریج میں رکھ دیں اوپر ٹماٹر سجا دیں۔ (عائشہ اسلم۔ لاہور)

ہاٹ چکن سلاد

اشیاء: مرغی 4 کپ (ابلی ہوئی چوکور کٹی ہوئی)، کریم آف چکن سوپ 2 کپ، میونیز 4 کپ، مشروم 1 کپ (باریک کٹی ہوئی) ہرا دھنیا، چیڈر چیز 1 کپ (کش کی ہوئی) آلو کے چپس 1 کپ (تلے ہوئے)
ترکیب: کریم آف چکن سوپ کی ترکیب:
دیگچی میں 1 ٹیبل سپون تیل، 1 ٹی سپون میدہ ڈال کر دو منٹ ہلکی آگ پر پکائیں۔ پھر اتار کر اس میں مرغی کی یخنی ملا دیں۔ گاڑھا ہونے پر اتار کر دو کپ کریم ملا دیں۔ سلاد بنانے کے لئے پنیر کے علاوہ سب اشیاء پیالے میں ملا کر یکجان کر لیں۔ بیکنگ ڈش کو ہلکا سا چکنا کر کے آمیزہ اس میں پھیلا دیں۔ اوپر چیز چھڑک کر 20 منٹ اوون میں بیک کریں گرم گرم پیش کریں۔ (آمنہ لاہور کالج)

سرخ لوبیا کا سلاد

ترکیب: لوبیا، شملہ مرچ، پیاز، مٹر اور گاجر (موسم میں) برابر مقدار میں لے لیں۔ انڈے سخت ابال کر کش کر لیں۔ مٹر اور شملہ مرچ کو 3 منٹ تک 1 ٹیبل سپون تیل میں فرائی کریں۔ بھیگے ہوئے لوبیا کو ابال لیں۔ پیاز کو بھی شملہ مرچ کی طرح چوکور کاٹ لیں۔ سب چیزوں کو فرنچ ڈریسنگ میں ملائیں اور سفید رنگ کی چپٹی ڈش میں لمبی لائنوں میں اس طرح سجائیں۔ گاجر، انڈہ، شملہ مرچ، پیاز اور مٹر تھوڑی سی کالی مرچ اوپر چھڑک دیں۔
(عمیرہ رفیع، کمالیہ)

بیف اور سبزی کا تازہ سلاد

اشیاء: لیموں کا رس 4 ٹی سپون، میونیز 1/2 کپ، ابلے ہوئے آلو 1-1/2 کپ، ہنٹر بیف، 1/2 پاؤنڈ، گاجریں 3-4، سرخ مولی ایک گچھا، سلاد کے پتوں کا ایک گچھا، ہرا پیاز ایک پاؤ، چقندر 2، بند گوبھی کے چند پتے
ترکیب: آلو پیس کر میونیز ملا دیں۔ تمام سبزیوں اور گوشت کو چھوٹے ٹکڑوں میں کاٹ لیں اور HUT کی شکل میں سجا لیں۔ (یونم بشیر۔ ملتان)

فروٹ سلاد

سیب، کیلے اور امرود کو چھوٹے ٹکڑوں میں کاٹ لیں۔ ایک کپ چینی ایک پاؤ کریم میں ملا کر پھینٹیں۔ پھلوں کو کریم اور ایک کپ کینو کے جوس کے آمیزہ میں ملا دیں۔ چاہیں تو مربہ بھی ڈال سکتی ہیں سلاد تیار ہے۔ (طیبہ جز گلشن راوی لاہور)

کولڈ سینڈوچ سلاد

ترکیب: آدھ کلو بند گوبھی باریک لمبائی میں کٹی ہوئی۔ اس میں آٹھ ٹیبل سپون میونیز، چینی چھ ٹی سپون، تازہ کریم آدھ کپ، نمک و سیاہ مرچ 1/2 ٹی سپون ملا دیں۔ ٹھنڈا کر کے سینڈوچز کے ساتھ پیش کریں۔ (عظمیٰ تجسم غازی۔ میاں چنوں)



میں تو بھول ہی گئی تھی

ایک بیٹی کا ماجرا وہ اپنی ماں کی اصل پریشانی سے ناواقف تھی

سید طاہرہ۔ کراچی

یہ سری نگر کا ایک چھوٹا سا گھر ہے جس میں یسریٰ اپنے امی ابو کے ساتھ رہتی ہے۔ لوگ جانتے ہیں کہ کچھ ماہ قبل جس گھر سے قہقہوں کی آوازیں آتی تھیں۔ آج وہاں اداسی کا راج ہے وہ جب بھارتی فوجیوں کو دیکھتی تو اس کی آنکھوں میں بھیا کا سراپا آ جاتا...... ہاں! احمد حسن! اسکے بھیا جب وہ اس کے سر پر ہاتھ رکھتے تو وہ اپنے آپ کو ساری دنیا سے محفوظ خیال کرتی تھی۔

مجھے اچھی طرح یاد ہے وہ دن جب شہادت سے ایک دن قبل احمد حسن اسکے پاس آئے اور کہا "کل مجھے انڈین آرمی کی مین برانچ تباہ کرنے کا حکم ملا ہے۔ تم دعا کرنا کہ مجھے کامیابی حاصل ہو۔ اے اللہ! مجھے شہادت کا رتبہ عطاء فرما" یہ کہتے ہوئے ان کے دل میں کتنی لگن تھی ان کے چہرے پر کتنا نور تھا وہ کبھی نہ بھلا سکی۔ اور پھر وہ سب کچھ ہو گیا جس کی احمد حسن کے دل میں تمنا بھی۔ وہ بھی صبح ہی سے منتظر تھی کہ کب کان اپنے بھائی کی کامیابی کی خبر سنیں۔ دل میں وسوسے تھے کہ کس طرح انہیں رخصت کرنا ہے۔ زبان پر دعا تھی کہ احمد حسن کامیاب لوٹیں اور کشمیر کی آزادی کے لئے مزید جدوجہد کریں۔ لیکن دو پہر ہی کو پورے سری نگر کے مجاہدین اسکے گھر میں جمع تھے۔ صحن میں بھیا کی میت رکھی تھی۔ مجاہدین فخر سے ابو کو بھیا کے کارناموں سے آگاہ کر رہے تھے۔ لیکن امی! اس دن امی کو اس نے بہت کمزور دیکھا۔ مجاہدین کی تسلیاں بھی ان کے آنسو خشک نہ کر سکیں۔ وہ جانتی تھی کہ بھیا امی کی حوصلہ افزائی کی وجہ سے ہی مجاہدین میں شامل ہوئے اور ہر قدم پہ ان کی دعائیں احمد حسن کے ساتھ تھیں۔ لیکن نجانے کیوں۔ امی بھیا کی شہادت کے بعد مطمئن نہ تھیں۔

اس واقعے کو پورے تین ماہ گزر چکے تھے۔

اس دن وہ کالج پہنچی تو اسلامیات کی ٹیچر مس نزہت نے بتایا کہ کشمیر کے حالات اور ڈاکٹرز کی تعداد کی کمی کے پیش نظر کالج کی طالبات کو فرسٹ ایڈ کی تربیت دی جا رہی ہے تاکہ ضرورت پڑنے پر انہیں محاذ پر بھیجا جا سکے۔ اسے تو جیسے زندگی کا مقصد مل گیا۔ خوشی تھی کہ سنبھالے نہیں سنبھل رہی تھی۔ اسکی خواہش دیکھتے ہوئے مس نزہت نے سب سے پہلے اس کا نام لکھا اور اسے بتایا کہ کالج ٹائم کے بعد روزانہ ایک گھنٹہ ٹریننگ دی جائے گی۔ خوشی خوشی گھر پہنچی تو پہلا خیال یہ تھا کہ جاتے ہی امی کو یہ خوشخبری سنائے گی۔ لیکن پھر اس نے یہ ارادہ ترک کر دیا۔ دل میں کہیں پر خوف کی شبیہہ لہرائی کہ امی نے اسے اجازت نہیں دی تو





کیا ہو گا کیونکہ بھیا کی شہادت کے بعد تو وہ اسے جان سے زیادہ عزیز رکھتی تھیں اور احمد حسن کی شہادت پر امی کے رد عمل کی وجہ سے اس کا خوف مزید پختہ ہو گیا۔ ہاں اپنے ابو سے وہ کوئی بات نہ چھپا سکی۔ انہوں نے یسریٰ کو خوش خوشی محاذ پر جانے کی اجازت دے دی۔ اسے ٹریننگ لیتے ہوئے دو ہفتے گزر چکے تھے۔ باتوں باتوں میں اس نے امی سے اس سلسلے میں رائے معلوم کرنا چاہی لیکن وہ کوئی فیصلہ نہ کر سکی کہ آیا امی اسے اجازت دیں گی بھی یا نہیں۔ حسن اتفاق کہ اس دوران نہ اسکی کسی دوست سے امی کی ملاقات ہوئی اور نہ ہی کسی ٹیچر سے۔ سو وہ اپنے بھیا کا مشن لئے تندہی سے ٹریننگ لیتی رہی۔ سری نگر کے ڈاکٹرز اور مجاہدین کے کمانڈر طالبات کو فرسٹ ایڈ کی تربیت دینے کے لئے آتے رہے سب ہی اسکی بچی لگن اور محنت دیکھ کر بہت خوش تھے۔ اس نے کمانڈر صاحب سے درخواست کی کہ جب بھی کسی محاذ پر فرسٹ ایڈ کی ضرورت پڑے تو سب سے پہلے اسے خدمت کا موقع دیا جائے۔ اسکا اصرار دیکھ کر کمانڈر صاحب بھی راضی ہو گئے۔

آج صبح ہی سے وہ بہت خوش تھی۔ ٹریننگ ختم ہو چکی تھی بس کالج کی طرف سے سرٹیفکیٹ ملنے کا انتظار تھا۔ ابو کو اصرار کر کے اس نے آفس نہیں جانے دیا اور صبح ہی سے اعلان کر دیا تھا کہ آج میری طرف سے دعوت ہے۔ سو اب کچن میں بری طرح مصروف تھی کہ امی کی آواز آئی "یسریٰ بیٹا! ذرا ادھر آنا"۔

"جی امی" کہتی ہوئی وہ ہاتھ دھو کر امی کے پاس بیٹھ گئی۔ امی کو اداس دیکھ کر اسے خیال ہوا کہ وہ بھیا کو یاد کر رہی ہیں۔ "امی آپ کیوں اداس رہتی ہیں۔ شہید تو ہمیشہ زندہ رہتے ہیں۔ مجھے فخر ہے کہ میں ایک شہید کی بہن اور آپ ایک شہید کی ماں ہیں؟"

امی نے کہا۔ "نہیں بیٹا یہ بات نہیں۔ مجھے دکھ اس بات کا ہے کہ تم اتنے دن تک ایک عظیم مقصد حاصل کرنے کے لئے مصروف رہیں اور مجھے بتایا بھی نہیں۔" اس نے بے یقینی سے امی کی طرف دیکھا۔ "ہاں بیٹا! احمد کی شہادت کے بعد میں اداس رہتی تھی کہ میرا تو کوئی اور بیٹا بھی نہیں جسے میں جہاد کشمیر کے لئے پیش کر سکتی۔ لیکن میں یہ تو بھول ہی گئی تھی کہ مقصد سچا ہو اور دل میں لگن ہو تو بیٹا ہو یا بیٹی کوئی فرق نہیں پڑتا۔ قربانی دینی آنی چاہئے۔" یہ کہتے ہوئے امی نے اس کی پیشانی چوم لی تھی۔

انعامات کی برسات

انچارج کوئز سید غضنفر علی زیدی

پھول دوستو! آپ کو انعامات مبارک ہوں۔ آپ سب نے اپنے کوپن وقت پہ بھجوائے اور درست جوابات دیئے اس لئے انعام کے مستحق ٹھہرے۔ کامیابی ہمیشہ اعتماد اور محنت سے ہی ملتی ہے۔ اس لئے جن دوستوں کے انعامات نہیں نکلے وہ پریشان نہ ہوں بلکہ اور زیادہ محنت کریں۔

جن کے انعام نکلے ہیں وہ دس اگست 2000ء صبح گیارہ بجے پھول فورم میں پھول آفس لاہور تشریف لائیں اور کسی اچھی سی مہمان شخصیت کے ہاتھوں اپنا انعام لے جائیں۔

صفحہ بتایئے

۱۔ عاصمہ پروین شیخوپورہ
۲۔ محمد عثمان مکان نمبر این 883 منڈی سمبڑیال سیالکوٹ
۳۔ وسیم عباس چک نمبر 149 گ ب کوھاڑ کا تحصیل و ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ
۴۔ احسن نواز 5 شبیر روڈ لاہور کینٹ
۵۔ زاہد محمود مکان نمبر 774/1 بی ایم سی بی محلہ جعفر آباد پلانٹ روڈ چکوال

کوئز کی دنیا

۱۔ زونیرہ ظفر نیو اٹامک کالونی چشمہ بیراج
۲۔ آصف عزیز' حاجی سلطان ہاؤس لیاقت پور
۳۔ رقیہ' نیو سعید آباد بلدیہ ٹاؤن کراچی 51
۴۔ ارم' ڈی ٹائپ کالونی سیٹلائیٹ ٹاؤن گوجرانوالہ
۵۔ سعد احمد زبیری 215 علامہ اقبال روڈ مصطفیٰ آباد لاہور

حدیث کوئز

حدیث کوئز کا انعام محمد قاسم اقبال نے حاصل کیا آپ کا تعلق 39/1/1 مرغزار کالونی ملتان روڈ لاہور سے ہے۔

خصوصی انعام

اس بار خصوصی انعام عائشہ نصیر نے حاصل کیا ہے آپ کا تعلق چیچہ وطنی ضلع ساہیوال سے ہے۔

انعامی کوپن

پتہ ماہنامہ پھول 4- شاہراہ فاطمہ جناح لاہور

اس ماہ کے جملے

۱۔ اللہ کے حضور معافی کی درخواست دینی چاہئے
۲۔ میری چائے میں ایک مکھی ہے
۳۔ سارے جہاں کیلئے رحمت بنا کر بھیجا
۴۔ یہ ایک عربی نام ہے
۵۔ فرش پر میں نہیں بلکہ دلوی جان گری ہوئی

یہ رہے صفحات کے نمبر

1.........2.........3.........

4.........5.........

نام.............. عمر..............

گھر کا پتہ..............

....

کوئز کی دنیا

۱۔ پاکستان کے پہلے گورنر جنرل کون تھے؟
۱۔ لیاقت علی خان ۲۔ قائد اعظم محمد علی جناح ۳۔ جنرل گریسی
۲۔ حال ہی میں کس عظیم کھلاڑی کو سپورٹس مین آف دی سنچری کا خطاب دیا گیا ہے؟
ثقلین مشتاق' محمد علی کلے' میرا ڈونا
۳۔ کرکٹ کا اگلا ورلڈ کپ کس ملک میں منعقد ہوگا؟ جنوبی افریقہ' جاپان' بنگلہ دیش
۴۔ کس سورت کو قرآن کی دلہن کہا جاتا ہے؟
سورۃ القدر' سورۃ الرحمان' سورۃ الکوثر

نوٹ..... کوئز کی دنیا کے جوابات صرف کوپن پہ ہی دیں علیحدہ کاغذ استعمال نہ کریں۔

گزشتہ ماہ کے جوابات

۱۔ نذیر صابر ۲۔ یوسف یوحنا ۳۔ اگست ۹۹ء ۴۔ چاند

انعامی خط 1

تیس جون کی صبح کو اخبار کے ہمراہ تمہیں اپنے گھر کے لان میں پاکر جو خوشی ہوئی کہ بیان سے باہر ہے۔ فوراً تمہیں اٹھایا گلے سے لگایا چوما پیار سے سہلایا پھر نظر بھر کے تمہیں دیکھا اور اپنے کمرے میں جاکر کپڑوں کی الماری میں آرام سے رکھ دیا کیونکہ ابھی نہادھو کر ناشتہ کرکے کالج جانا تھا۔ کالج میں دل تمہاری طرف اٹکا ہوا تھا۔ یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے وقت رک گیا ہے۔ خیر جیسے تیسے گھر پہنچے اور سیدھے اپنے کمرے میں جاکر فوراً تمہیں اٹھا کر پڑھنا شروع کردیا۔ ہر چند کہ ملتان میں خاصی گرمی تھی مگر میری سوچوں کا' میرے ذہن کا' میرے کمرے کا موسم انتہائی خوشگوار تھا۔ کہتے ہیں جب انسان کے اندر کا موسم ٹھیک ہو تو باہر کے تمام موسم اچھے لگتے ہیں۔ اس لئے مجھے پھول کا سرورق دیکھتے ہی تمہارے اندر موجود پیار کا اندازہ ہو گیا۔ سرورق تو اس دفعہ عامر شکیل نے شاید بڑی محنت سے بیلاتی صدی کی عکاسی۔ جیسی جی بہت ہی بھلی لگ رہا تھا۔ سرورق کو جی بھر کے دیکھنے کے بعد آگے بڑھے تو کرنوں کی مہک اور خوشبو نے اپنی طرف متوجہ ہونے پر مجبور کردیا کرنیں ایسی تھیں کہ ضروری تھا کہ دل کی اتھاہ گہرائیوں میں ان کو محفوظ کیا جائے۔ چنانچہ یہ کام کرچکنے کے بعد اپنے فیورٹ کالم کی طرف متوجہ ہوئے اور یہ واقعی خاصے کی چیز تھی۔ دوسروں کی خیر خواہی چاہنے اور سوچنے والے کے پاس ایک ان دیکھا سرمایہ ہوتا ہے مگر آج کے لوگوں میں وہ چیز کہاں وہ سرمایہ کہاں جسے وہ In vest کرکے منافع کما سکیں۔ لوگ تو مادی سرمایہ دیکھتے ہیں۔ وہ اس بات پر Belive کرتے ہیں کہ جو چیز ہماری آنکھوں کے سامنے موجود ہے صرف اس کی حقیقت ہے۔ ان کو کون بتائے کہ ان دیکھا سرمایہ کچھ احساسات ہوتے ہیں۔ ضروری نہیں کہ ہم اس چیز کو قبول کریں اس چیز کی حقیقت کو تسلیم کریں جو ہمارے سامنے ہو۔ اس کے لمس کو محسوس کیا جاسکے۔ اگر یوں ہوتا تو انسانیت' محبت' رواداری' خیر خواہی کا کوئی احساس نہ ہوتا۔ مگر کوئی صرف چند لوگ ہیں اس حقیقت سے آشنا ہیں۔ باقی تو بالکل غریب ہیں جن کے پاس دولت تو بے حد زیادہ ہے مگر ان

جیسے حرف ان کے کہیں اندر ہی اندر سے نکل کر کاغذ پر ابھر رہے ہوں۔

دیکھا سرمایہ بالکل نہیں ہے۔ بہاری چشموں پر چڑھے والے اکثر ان چشموں کی تعریف نہیں کرتے کیونکہ ان کے ذہن میں اگلے Plus پوائنٹ نہیں ہوتے۔ تبھی وہ ان چشموں کی تعریف نہیں کرتے۔ انسان ہوتا ہے یقیناً جیسے میرے دل میں اب خواہش ہے کہ میرا یہ خط انعامی ہو جائے۔ دل میں ایک خواہش ہے اور یقین بھی مگر پھر بھی نہ جانے کیوں..... آمنہ احتجاب جب بھی لکھتی ہیں ایسے لکھتی ہیں جیسے حرف ان کے کہیں اندر ہی اندر سے نکل کر کاغذ پر ابھر رہے ہوں۔ امید بھی ان کی تحریر شاید کہیں اندر ہی اتر گئی۔ میرے جذبات میری Fel-ing کو جھنجوڑ گئیں۔ کشمیر کہانی کا انتخاب برا نہ تھا۔ شکیلہ تبسم اپنے لکھنے کے انداز کو مزید بہتر کریں۔ ڈاکٹر اظہر اے انور شان شہید کسی پر مبارکباد کے مستحق ہیں۔ Face to Face سب سے پہلے اپنے مولوی دیپے کو دیکھ کر خوشی انتہا کو پہنچ گئی۔ عمران سہیل ولی کی نظم واقعی تیز ہے۔ سالگرہ کے کالم میں اپنا تصویر نہ پاکر بڑی خوشی ہوئی کیونکہ یہ خالصتاً ممبران کا سلسلہ ہے میں تو ٹھہرا باہر کا بندہ۔ تمکین فاطمہ کا سلسلہ دیکھ کر خواہش بھی تھی۔ اور ہے کہ انشاء اللہ کبھی ہم اسے مرتب کریں گے۔ پھول فورم میں مظفر غفار نے لو کو راضی کرنے کا آسان سا طریقہ بتاکر دل خوش کردیا۔ (کبھی تو لاہور جانے کے لئے ہم نے بھی اجازت لے لی) ایڈیٹری ایک دن میں اور یہ تھوڑا بہت نکل قبول تھا۔ عادل منہاج "ٹیم لیڈر" لکھ کر اپنے قلم کو منوانے میں کافی حد تک کامیاب بھی رہے۔ ہیڈ ٹائم سٹوری پڑھنے سے پہلے Cookery پڑھا۔ آمنہ احتجاب جتنا ٹھنڈے دماغ سے لکھتی ہیں۔ ویسے ہی انہوں نے گرمی پر بھی اپنا اثر ڈال دیا۔ اس دفعہ کافی مزیدار ریلیکس ٹائم سٹوری پڑھ کر احساس ہوا کہ بھیا نے شاید سب کو جھنجوڑنے کا عہد کر رکھا ہے۔ اور یہ دل میں اٹھایا تھا مگر ہیڈ ٹائم سٹوری کو سعید دل کی اسی گہرائیوں میں اٹھا پڑا۔ نظر زیدی کی الحدیث تو قدردان کا خزانہ ہے اچھا پھول میرا خط شاید طویل ہوگیا ہے مگر کیا کروں بری عادت ہے تفصیلاً خط لکھنے کی اپنی ایسے ہی۔ ہر بار ایک لمبا سا خط لکھتا ہوں اور اس میں سے ایک لمبی سی لائن چھپ جاتی ہے۔ (ایم آصف رضا بلوچ ملتان)

انعامی خط نمبر2

سوچتی ہوں کہ اپنے احساسات کو الفاظ کی شکل میں کیسے ڈھالوں ویسے ایک راز کی بات بتاؤں تمہیں کہ میں تقریباً ہر مہینے ہی لمبا سا خط لکھتی ہوں تمہارے تعریف بھی اور تنقید بھی۔ جیسا مجھے خیال آتا ہے لکھ ڈالتی ہوں سات آٹھ صفحے لکھنے کے بعد سوچتی ہوں کہ اگلے مہینے کیسے خط لکھوں گی۔ سارے تعریفی الفاظ تو لکھ دیئے لیکن پھر تمہیں پڑھتے ساتھ ہی دماغ روشن ہو جاتا ہے اور ہاتھ تمہیں خط لکھنے کو بے قرار ہو جاتے ہیں۔ اس ماہ بھی حسب معمول سات آٹھ دفعہ پتہ کروانے کے بعد چار

ہم نے سمجھ لیا ہے کہ اللہ جی سے مانگنے سے کیلئے بھی دعا میں "مان" کا رنگ کیسے ملانا

تاریخ کو پھول ہاتھ میں آیا۔ اور ہمیں یہ فکر لاحق ہو چکی تھی کہ اب ہمارا خط مقررہ تاریخ تک کیسے پہنچے گا کیونکہ ہم چھ بہن بھائی ہیں۔ سبھی اس تاک میں ہوتے ہیں کہ ابھی پھول نظر آئے تو وہ اس پر قبضہ جمائیں ایسے میں ایک دو دنوں میں پھول کو پڑھ کر اس پر تبصرہ لکھنا کوئی آسان کام نہیں۔ لیکن ہمارا حوصلہ دیکھئے کہ ہم ہر دفعہ یہ معرکہ سر کرلیتے ہیں۔ جبکہ آپ لوگ لگتا ہے کہ میرا خط پڑھتے ہی نہیں ورنہ ضرور اسے ایک بار نہیں بلکہ ہر بار انعامی خط قرار دیں۔ لیکن خیر ہم بھی ہمت ہارنے والے نہیں ہیں۔ ہمیشہ اسی عزم اور لگن اور پوری جانفشانی کے ساتھ خط لکھتے رہیں گے۔ "کرنیں" بہت زیادہ شاندار انتخاب تھا۔ ممتاز مفتی کے الفاظ تو ویسے بھی ہاتھ سے لگتے ہیں ان کا لکھا ہوا سب کچھ اس قدر پر اثر ہے کہ لگتا ہے کہ انسان چلا اٹھے کہ ہاں ہاں ایسا ہی ہے جیسا تم نے لکھا ہوا ہے۔ واقعی ہمارے لئے ہمارے اللہ سے بڑھ کر کس کا علم اچھا ہے۔ ہمارے اللہ میاں جو اس دنیا کی سب سے بڑی سچائی اور حقیقت ہیں۔ نبی اکرمؐ کی سنتوں کو بھول ہی تو گئے ہم اسی لئے یہ زوال مسلمانوں پر آیا ہے۔ لیکن ہمیں یقین ہے کہ انشاء اللہ جلدی وہ وقت آئے گا اور مسلمان پھر ایک متحد قوم بن جائیں گے۔ اور یہ بہت اچھا لگا اور اس کی خاص بات وہ جملہ تھا کہ بعض لوگوں کی باتیں خود اللہ جی اس لئے فوراً مان لیں گے ان کے سوال ٹالنے سے حیا آئے گی۔ کہ اتنے مان سے کہا ہے کیسے خالی ہاتھ لوٹا دوں" یہ پڑھ کر بہت سی امیدیں جو شاید دل کے اندر بہت دور تک کہیں دم توڑ چکی تھیں۔ وہ پھر سے جاگ گئیں اور ہم نے سمجھ لیا ہے کہ اللہ جی سے مانگنے سے کیلئے بھی دعا میں "مان" کا رنگ کیسے ملانا ہے۔ "آمنہ احتجاب" نے بہت اچھی کہانی لکھی۔ نجانے وہ والدین کیسے ہوتے ہیں جو اپنی اولاد کو مطمئن نہیں کرپاتے کیونکہ والدین تو بذات خود ہماری زندگی کا انتساب ہوتے ہیں۔ "کوئی شعر نیا" کے اشعار کافی عرصے بعد بہت پسند آئے اور سب کے سب ہی ایک سے بڑھ کر ایک تھے۔ "زلفت سعدیہ" کی کہانی میرا خیال ہے کہ اس شمارے کی سب سے زبردست کہانی تھی۔ اس کا موضوع بہت جاندار اور زبردست تھا۔ پھول فورم کے مہمان کی باتیں بہت ہی زیادہ اچھی لگیں۔ پھول بڑا مقبول میں ڈھائی گھنٹہ سرکھپائی کے بعد بھی اپنا خط نظر نہیں آیا اور تینوں انعامی خط تو بطور خاص ہم پڑھ رہے تھے۔ خیر کوئی بات نہیں اب تو ایک عرصے سے عادت سی ہو گئی ہے تمام انعامی خطوں کا رویہ (مسکراتی) برداشت کرنے کی۔ بھی تو ہم بھی میرا مطلب ہے کہ ہمارا خط بھی پہلا براجمان ہوگا۔ ہم نے تو اس امید پر ساری امیدیں ڈال رکھی ہیں۔ "وہ کیا بات ہے" کا صرف ایک صفحہ تھا اور بھیا رو کی بات بتاؤں کہ اس میں اب "وہ کیا بات ہے" والی باتیں دن بدن کم ہوتی جارہی ہیں۔ جو کہ زیادتی ہے پلیز کرن کو رجبہ آپ اس میں زیادہ اچھی باتیں شامل کیا کریں اور بھیا سے لڑائی کریں (ہماری طرف سے مکمل اجازت ہے) "ہیڈ ٹائم سٹوری" سے ہر دفعہ کوئی اختر عباس لکھتے ہیں۔ اس دفعہ بھی گھبرائے گئے۔ ویسے اختر عباس وہی ہیں نہ جو اور یہ لکھتے ہیں سر اور یہ لکھنے والے تو ہمارے ایڈیٹر بھیا ہیں۔ ہے نا ویسے آپ یہ مت سمجھئے گا کہ ہم جانتے نہیں تھے ہم ویسے ہی مذاق کر رہے تھے۔ الحدیث بہت کچھ سمجھانے میں مددگار ثابت ہو رہی ہے۔ اور اس میں لکھی ساری باتیں بہت پسند آتی ہیں۔ اس کے علاوہ سرپرائز وزٹ اور سرپرائز فون وغیرہ اور ٹیلی فونک کالم اور لطائف یعنی یہ سب سلسلے بہت اچھے جارہے ہیں۔ Yes its me کی تصاویر اچھی ہوتی ہیں۔ اور شکر ہے کہ تصاویر ہی نظر آتی ہیں۔ ورنہ تو لگتا تھا کہ بچھو ہیں۔ انتظار حسین کی ساری باتیں سچ تھیں اور اچھی لگیں پھول اخبار اچھا جارہا ہے۔ اس کو رنگین کریں۔

آخر میں پھول اور پھول ٹیم کے لئے بہت سی دعاؤں کے ساتھ اجازت (سعیدہ تسنیم ڈوگر)

انعامی خط 3

آپ حیران پریشان نہ ہوں اطلاعاً عرض ہے کہ ہماری سواری بادبہاری (یعنی ہمارا خط) ایک بار پھر پھول آفس میں داخل ہونے کے بعد آپ کے مبارک ہاتھوں سے ردی کی ٹوکری میں جانے کیلئے بالکل Ready ہے۔ ہو بھی کیوں نہ اتنی محنت سے پچھلا خط لکھا تھا اور جب آپ نے جواباً تعریفی خط بھیجا تھا تو سب کا خیال تھا کہ خط انعامی ہو گا چلیں انعامی نہ سہی 8' 10 لائنیں ہی چھپ جائیں گی۔ جب پھول آیا تو ہماری آنکھیں 2000 واٹ کے بلب کی طرح روشن ہو رہی تھیں اور دل اسپرنگ کی طرح اچھل رہا تھا لیکن یہ کیا اب جب پھول پڑھا تو ہم بیہوش ہوتے ہوتے بچے آپ نے تو میرے خط کی کٹنگ بھی نہیں چھاپی تھی بس بہت ہو گئی بھیا میں نے کبھی بھی خط انعامی ہونے کے لالچ میں نہیں لکھا لیکن یہ تو کھلی بے انصافی ہے ہم مسلسل تین سال سے خط لکھ لکھ کر پاگل ہو چکے ہیں اور "مسکرائے پھول بڑا مقبول" میں "انعامی خط" پڑھتے پھر رہے ہیں۔ رحم کیجئے عالی جاہ نہیں تو نہیں تو ہماری کر بھی کیا سکتی ہے سوائے اس کے کہ ایک بار پھر سے خط لکھا جائے اور منہ کی کھائی جائے خیر پھول کا ٹائٹل اس بار کچھ زیادہ متاثر نہ کر سکا لیکن برا بھی نہ لگا کرنیں ہمیشہ کی طرح دل میں اتر گئیں۔ اور یہ کیا موضوع تھا آج بھیا آپ کی یہ بات تو دل میں اتر گئی کہ دوسروں کی خیر خواہی چاہنے والے کے پاس ایک ان دیکھا سرمایہ ہوتا ہے جو کبھی ختم نہیں ہوتا اور ہاں ایک نئی بات Feed ہوئی۔ اور یہ والے Page کا نیا اسٹائل۔ آمنہ احتجاب کی انتخاب نے کافی متاثر کیا۔ "سیتی" ہم بھی مختلف لگا اور کہانی بھی شکیلہ تبسم کی "سچ" ٹھیک گی اور یہ ان لڑکیوں کیلئے ہے جو واقعی گھر کے کاموں کی طرف توجہ نہیں دیتیں ہم تو ہیں ہی سگھڑ سی خیر ہے۔ "صدام کی واپسی" بہت ہی دل دہلانے والا واقعہ تھا۔ "میں تو بہن ہوں" کیا کہا کس کی؟ آپ کی اور کس کی' ویسے یہ عجیب ظفر انور کی کہانی کا ذکر ہو رہا ہے کافی Uniqe قسم کا Topic لگا "شان شہید قسمی" اس

بچے نجانے کیا کیا بن رہے ہیں بہر حال انداز بھی اچھا تھا اور Idea بھی نیا

بار بھی ایک نیا موڑ اور پھر اینڈ میں Suspense "میری نظر میں" کارٹون کافی اچھے تھے خاص کر ہائی سکول کے طالبعلم کے سٹڈی روم کا منظر (راز کی بات بتاؤں آجکل ہمارے ٹیپ ریکارڈر پر بھی "میرے جا سائیکل لے" ہی چلتا رہتا ہے)۔ تو "سرپرائز وزٹ" ہم تو پڑھتے ہوئے آہیں بھرتے رہ گئے۔ "کوئی شعر نیا" کافی اچھے اشعار سے سجا ہوا تھا۔ "پھول فورم" اور "پھول سٹڈی وینل" کی Re-ports اچھی لگیں۔ لطائف' وہ کیا بات ہے' تو پہلے اچھے لگے اور آخر آپ نے عادل منہاج کو ڈھونڈ ہی لیا "ٹیم لیڈر" کافی اچھی کہانی لگی۔ سینٹر Page میں یہ بچے نجانے کیا کیا بن رہے ہیں بہر حال انداز بھی اچھا تھا اور Idea بھی نیا۔ اظہر محمود کا Interview بھی اچھا لگا۔ آج کل نے Captain کی قیادت میں ٹیم کافی اچھی کارکردگی کا مظاہرہ کر رہی ہے ہم نے تو آج سارے شمارے پر تبصرہ کر لیا ہے نہیں کچھ رہ گیا ہے جی آپ کی کہانی اور یہ میں کیا کہہ گئی میرا مطلب تھا "ہیڈ ٹائم Story" میں "چیک بک" اچھی لگی واقعی بھیا کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جن کو دولت حاصل کرنے کی دوڑ میں شامل ہو کر کچھ یاد نہیں رہتا اور جب ان کو ہوش آتا ہے تو وقت ہاتھ سے نکل چکا ہوتا ہے۔ جب میں نے خط لکھنا شروع کیا تھا تو میں بہت غصے میں تھی اب پانی پی کر میرا غصہ ٹھنڈا ہو چکا ہے لیکن ساتھ ہی دل بھی اس خیال سے کہ یہ خط بھی آپ کو اچھا نہیں لگے گا اور ردی کی ٹوکری ہی اس کا مقدر ہو گا لیکن میں پھر بھی ہار ماننے والوں میں سے نہیں ہوں کیونکہ میرا ذاتی قول ہے کہ "ہار مان کر بیٹھ جانا بہت آسان ہوتا ہے لیکن ڈٹ کر جیت جانا بہت مشکل"۔ So مجھے پوری امید ہے کہ ایک وقت ایسا ضرور آئے گا کہ آپ میرا خط دیکھتے ہی انعامی کر دیا کریں گے۔ اب میں اجازت چاہوں گی۔

ذرا بھی نہیں' ٹھیک سے چلتا بھی نہیں ہے
یہ دل کہ تیرے بعد دھڑکتا بھی تو نہیں ہے
(کرن نازیں گل ---- کراچی)

☆اے پھول ہر ماہ ہم تیری خوشبو سے ہوتے ہیں معطر
ہماری گفتگو میں شامل ہوتی ہیں تیری باتیں اکثر۔ عائشہ کنول، فیروزہ

☆"میں تو بہن ہوں" عجیب صاحب آپ نے لکھی ہے تا حیرت ہے بھئی کس دنیا کی مخلوق ہیں اعتراف کر رہے ہو وہ بھی کھلے عام۔ ننھ ہمارے ہاں ایسا نہیں ہوتا۔ سنو میں بھی بہن ہوں اچھا مشوروں کی ریفریجریٹر شخصیت کا کیپر سر گرم نہیں ہونے دیتے حالات کی ستم ظریفی سے ایسا ہو بھی جائے تو یوں سب کے سامنے درد تھوڑی کھولتے ہیں ہاں چپکے چپکے کہ کسی کو کانوں کان خبر نہ ہو۔ سائرہ انجم، شکرگڑھ

☆تو اپنے تیر و تفنگ آزما میرے دشمن!! اگر یہ سن لے میرا حوصلہ نہ ٹوٹے گا!! اقصیٰ سعدیہ، جوہر آباد

☆تقریباً تین سال کے بعد دوبارہ سے پھول میں شرکت کر رہی ہوں اتنا عرصہ دور رہنے کی کچھ وجوہات تھیں ایک تو پڑھائی کی زیادتی دوسرا کالج کی علمی و ادبی سرگرمیوں میں اضافہ۔ ناہید گل، ٹوبہ ٹیک سنگھ

☆اگر ہم یہ پوچھیں تو نیک لوگوں سے عام لوگ اس لئے ڈرتے ہیں کہ وہ نیک کام کرنے کیلئے کہتے ہیں اور برے لوگوں کو نیکی کی تلقین بھی بری لگتی ہے۔ مجھے آپ سے بہت شکایتیں ہیں وہ ایک علیحدہ خط میں بھیجوں گا۔ ماشاءاللہ پھول پر اطہر انکل کا جوہر ذاتی طور پہ ہے۔ محمد عمران جمیل، فیصل آباد

☆سرپرائز فون بہت ہی سرپرائزنگ تھا واقعی قرۃ العین فاروقی نے ٹھیک کہا کہ ایک اطلاعی فون بھی ہونا چاہئے۔ یعنی آپ واقعی خوش نصیب ہیں کہ اتنی جلدی خیر پور گرلز کلب کی صدر بھی بن گئیں اور سرپرائز فون کی حقدار بھی۔ (مبارک ہو) گوجرانوالہ گرلز کلب اور جنوبی لاہور کا مقابلہ بھی کافی اچھا رہا۔ فرزانہ، ملتان

☆مجرم تو آپ کی بیٹی نے تو رلا دیا۔ "بیٹی" پڑھتے وقت بالکل ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے میں اس ماحول میں سانس لے رہا ہوں۔ سچ بھی اچھی ہی تھی۔ "فاتح مقبوضہ" تو واہ کیا قلم چلایا ہے۔ رفعت سعدیہ کا کتنا سسپنس بھرا ہوا تھا اس کہانی میں میں اسے کبھی فراموش نہیں کر سکوں گا۔ محمد عرفان آفریدی، کراچی

☆اک مدت سے میری ذات کے اندر گھر ہے
میری دوستی اور دوستی کا سمندر تو ہے۔ عالیہ ملک، ساہیوال

☆ننھی جوگن خدا کی تلاش میں اتنی اچھی لگی کہ روح میں اتر گئی۔ واقعی ایسے بھولے لوگ ہی ہونے چاہئیں۔ یتیم اور کس قسم کی کہانی ہے جو کہ میری تو سمجھ سے کوسوں دور۔ کالو بھی اچھی تھی۔ سمعیہ خادم، دودہ ہوچک

☆نیک لوگوں کے بارے میں سروے خاصا دلچسپ تھا میرے خیال میں تو نیک لوگ نیک ہی ہوتے ہیں نہ وہ خفا ہوتے ہیں نہ مغرور نہ ہی لالچی اور نہ ہی مفاد پرست اس لئے ان کے پاس جا کر آپ سکون محسوس کرتے ہیں مختصر ٹھیک ہو۔ عنبرین اقبال، اقصیٰ سعدیہ عطاری خان

☆کاش روزانہ ہو میری سالگرہ "میں بہت اچھے لطیفے پڑھنے کو ملے لیکن "ٹیلی فونک کالم" میں اس مرتبہ بہت کم لطیفے تھے۔ محمد نسیم اختر، میانوالی

☆واہ کیلیات کو پڑھ کر منہ سے واہ نکلتا ہے۔ نور علم میں صوفیہ آپی تمام مسائل کا حل بڑے اچھے طریقے سے حل کرتی ہیں۔ ٹیلی فونک کالم میں عمیا کی زبردست باتیں پڑھنے کو ملتی ہیں۔ اسماء صدیقی، ننکانہ شریف

☆جولائی کا شمارہ جب ہاتھوں میں آیا پھول کی خوشبو دل کو بھا گئی۔ آنکھوں میں خوشی کے آنسو آ گئے۔ ٹائٹل پر چار چاند لگا گئے۔ عبدالرؤف، کوٹ ادو

☆اللہ کا شکر ہے کہ اب بہت تیزی سے پھول کی خوشبو پورے ملک میں پھیل رہی ہے میری اللہ سے دعا ہے کہ پھول اسی طرح پھلتا پھولتا رہے۔ حق نواز، اوکاڑہ

☆میری امی کہتی ہیں کہ یہ تو آجکل ایک فیشن بن گیا ہے کہ لڑکیاں کام کاج کرنے سے کتراتی ہیں۔ ورنہ کام تو گھر کے لئے بہت اچھی ورزش ہیں اور اگر وہ شوق سے گھریلو کاموں میں دلچسپی لیں تو انہیں اپنے آپکو فٹ رکھنے کیلئے کسی اور ورزش کی ضرورت بھی نہیں پڑے گی۔ شاذیہ انور، موچھ

☆Yes its me میں کوئی تعویذ کھا رہا ہے کوئی پلاسٹک کھا رہا کوئی کسی کا دماغ کھا رہا ہے۔ علی بھائی کے ساتھ مسٹر کونڈو کا کوئی جوڑ نہیں۔ بھیا آپ میرے سے بہت زیادتی کر رہے ہیں۔ آپ میرے شہر کا نام لکھنے کی بجائے تحصیل اور ضلع کا نام لکھ دیتے ہیں۔ (نوید احمد جیلانی کی شکایت ان شاءاللہ دور ہو جائیگی)

☆سنگل اور کالو جیسی سبق آموز پسند آئیں۔ لطیفے پڑھ کر بہت مزہ آیا۔ ابو علی، بھوگڑھ

☆الحدیث تک پھول میں جتنی خوبیاں ہیں ان کو بیان کرنا ممکن نہیں ہے۔ اولیہ ہر طرح سے مکمل اور سبق آموز تھا۔ کہانیوں میں سنگل، احتساب جو بددعا گی اور فاتح مقبوضہ بہترین کہانیوں میں سے تھیں۔ ایم اشفاق چیمہ، سیالکوٹ

تمام کہانیاں بہت اچھی تھیں جن میں احتساب، سیخ، کالو اور خوفناک تو دیں تھیں۔ آپ کی ہیڈ ٹائم سٹوری کافی پسند کی جاتی ہے اس دفعہ چیک بک بہت اچھی تھی۔ علیحہ ارم، (دولن) چکوال

☆کل رات برستی رہی ساون کی گھٹائیں اور ہم بھی پھول کی یاد میں دل کھول کر رو لیئے۔ توصیف خان، شکرگڑھ

☆کالو پھول کی سب سے نصیحت آموز کہانی تھی اس کہانی میں یہ بتایا گیا تھا کہ انسان کی شکل کالی ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑتا دیکھنا یہ چاہئے کہ کسی انسان کا اخلاق اور عادتیں تو کالی نہیں ہیں کسی کا دل دکھانے سے پہلے یہ سوچ لینا چاہئے کہ وہ کچھ ہمارے ساتھ بھی پیش آ سکتا ہے۔ کاشف اکرم بھٹی، چیچہ وطنی

☆آپ چھوٹی چھوٹی مزاحیہ کہانیاں بھی چھاپا کریں میں اور میرے بھائی بڑے شوق سے پھول پڑھتے ہیں۔ کالو کہانی بڑی اچھی لگی۔ میں دوم کلاس میں پڑھتا ہوں۔ محمد عادل خان، شیخوپورہ

☆سب سے پہلے کرنیں پڑھیں پھر سالگرہ کے کالم میں اپنی تصویر اور نام ڈھونڈنے لگے مگر پھر یاد آیا کہ ہماری سالگرہ تو اگست میں ہے۔ اس مرتبہ شعر نیا اور مسکرائیے پڑھ کر دل نے کہا واہ کیلیات ہے ہر مرتبہ اسی طرح کے اشعار اور لطیفے دیا کریں۔ ساجد کلیم، ہاتی

☆ٹائٹل بہت ہی اچھا تھا اس مرتبہ پھول کو پڑھنے کا لطف پہلے سے زیادہ تھا کیونکہ "ہیڈ ٹائم سٹوری" بے حد اچھی اور سبق آموز تھی۔ لطائف سے زیادہ ٹیلی فونک کالم پڑھ کر مزہ آیا۔ اس کے علاوہ کرنیں اور اولیہ بھی بہت اچھا لگا۔ نوید اقبال، لاہور

☆میری رائے کے مطابق رزلٹ کچھ یوں ہے۔ میں تو بہن ہوں، جدید دعا کی، یتیم اور اور شان شہید شمسی تو بہت ہی اچھی کہانیاں تھیں مظفر خفاد کی دلچسپ باتیں بھی بہت اچھی لگی اطہر محمود کا انٹرویو بھی خاصا دلچسپ تھا Yes its me بھی ہمیشہ کی طرح ایک دن جیا ہے۔ محمد جمشید خان، گڑھ

☆بچے عقل کے کچے پڑھ کر مزا آیا ایسی ہی مزاحیہ کہانیاں دیا کریں بلکہ گوجرانوالہ میں یوم تکبیر کی رپورٹ پڑھ کر پھول زندہ باد کا نعرہ لگایا۔ ایڈیٹری ایک دن کی بھی اچھی تھی۔ مسکرائیے اور کیلیات تو مسکرائیے کے سلسلے کا تکرار ہے دراصل یہ اس طرح کہ کبھی کوئی سلسلہ شروع ہوتا ہے تو کبھی کوئی کتابوں کے اقتباس بھیج کر ہم ان کی اشاعت کے انتظار میں بیٹھے ہوئے تھے کہ لطیفوں کا سلسلہ آ گیا لطیفے بھیجے تو آپ نے شکوہ واقعہ کا سلسلہ ہے۔ حصہ نصیر احمد، کراچی

☆مسکرائیے، واہ کیلیات ہے اور الحدیث کے سلسلے بہت پسند ہیں۔ میں پھول میں دوسری مرتبہ لکھ رہا ہوں امید ہے کہ اس دفعہ بھی آپ مجھے مایوس نہیں کریں گے۔ محمد طارق نذیر خان، گڑھ

☆یس اٹس می بہت مزے کا سلسلہ ہے۔ انٹرویو دونوں ہی اچھے تھے۔ "مسکرائیے" پڑھتا آخر تک پہنچتے پہنچتے منہ پوری طرح کھل چکا تھا۔ ٹیلی فونک کالم تو ہمیشہ ہی اچھا ہوتا ہے کیونکہ اس میں بہت جنگلی سے جوابات دیئے جاتے ہیں۔ ہیڈ ٹائم سٹوری اس دفعہ فوراً سمجھ میں آ گئی۔ مصباح قمر چوہدری، سید پور

☆حضور پاکؐ نے فرمایا کہ اچھے آدمی سے دوستی عطر فروش سے دوستی جیسی ہے اور برے آدمی کی دوستی لوہار جیسی ہے عطر فروش سے کچھ نہ کچھ خوشبو تو آئے گی اور لوہار کی بھٹی سے آپ کو ضرور نقصان پہنچے گا۔ سید محمد علی شاہ، پیر محل

میں نے جب پڑھنا سیکھا تھا
سب سے پہلے "پھول" پڑھا تھا
پھول نے ہی مجھ کو روکا تھا
میں جب بہت بھٹک گیا تھا۔ حسن عبدالمنان، سیالکوٹ

☆جولائی کا شمارہ ملا۔ بہت ہی زبردست تھا اتنا اچھا کہ اس کی تعریف کیلئے الفاظ ہی ڈھونڈتے رہے۔ کیونکہ اسکی مناسب تعریف کیلئے الفاظ ملنا بھی مشکل ہے اور الفاظ اسکی اچھائی کے معیار پر پورا ہی نہیں اترتے۔ ایم ابوبکر حیدر، فروکہ

☆جو سیکھو کسی کو سکھاتے چلو
دیئے کو دیئے سے جلاتے چلو۔ نور العین، کوہاٹ

☆عجیب ظفر انور کی "میں تو بہن ہوں" کوئی سمجھ نہیں لگی۔ بس آخر میں پتا چلا کہ بہنیں ایسی کیوں ہوتی ہیں۔ علاؤ ظہور، جاگے چیمہ

☆بچے عقل کے کچے "ایلیا مظفر الٰہی کی کاوش تھی۔ بھئی واقعی آجکل کے بچے کل کے بچوں سے دو دو کیا چار ہاتھ آگے ہیں کہ عقل دنگ رہ گئی ہے۔ "میں تو بہن ہوں" عجیب ظفر انور کی بہت بھائی سب بہنوں کے اندر بھائیوں کیلئے کوٹ کوٹ کر پیار بھرا ہوتا ہے۔ کاش سب بھائی بھی اپنی بہنوں کو انکے دیئے پیار کا جواب دے سکیں۔ عمران بھائی میری نظر میں کے ساتھ بھرپور وار تھے۔
شائلہ رشید گجر، جھنگ صدر

☆اس دفعہ ٹائٹل کو اولیہ جوگن اور بہت کچھ تبصرے کا سبب ہے تو سب سے پہلے کرنیں قدرت اللہ شہاب کی نظم نے فوجی جوان کو لاجواب کر دیا نہیں لاجواب نہیں۔ قائل کر لیا کیونکہ کہتے ہیں کہ "لاجواب کرنا جاہلوں کا کام ہے قائل کرنا..."
نجمہ، راولپنڈی

☆اطہر محمود کے متعلق چھاپ کر ہماری خوشی کو چار گنا کر دیا۔ بھئی ہم تو ٹی وی سکرین پر بھی اس وقت دیکھتے ہیں جب ٹیم میں اطہر محمود شامل ہوں ہماری تو نظریں انہی کے تعاقب میں رہتی ہیں اور دل سے دعائیں نکلتی رہتی ہیں۔ قدیر زبیر ابڑ، پاکپتن

☆میں تو پہلے نونہال رسالہ پڑھتا تھا لیکن اس دفعہ اپنے ابو جی اور امی جان کی خواہش پر پھول رسالہ لیا۔ تو آپ یقین کریں گے پھول اتنا پسند آیا کہ میں بتا نہیں سکتا۔ اسعد ضیا، چڑی کیمپ

☆سب سے پہلے اس رسالے کی کرنیں مجھ تک پہنچیں پھر کو دیکھنے کے بعد گزر کر اور "احتساب" سے ہو کر "سیخ" سے لی اور میں نے اسی سے کہا کہ مجھے بھی کام کاج آنا چاہئے۔ اس طرح میں نے ایک ایک کر کے تمام کہانیاں پڑھ لیں۔ ملیحہ ربانی، ہری پور ہزارہ

☆سب کہانیاں بہت اچھی تھیں ان میں سیخ، یتیم اور خوفناک تو دیں اور ہیڈ ٹائم سٹوری پسند آئیں اس کے علاوہ واہ کیلیات بہت اچھا سلسلہ ہے۔ ٹیلی فونک کالم میرا پسندیدہ کالم ہے۔ حافظ طیب مغل، مندوال

☆اس دفعہ مجھے پھول بہت دیر سے ملا کیونکہ اس دفعہ تو شہر سے باہر گئے ہوئے تھے اور میرے ابو تو خود پھول کے دیوانے ہیں اور سب سے پہلے انتظار کر رہے ہوتے ہیں۔ کہانیاں بہت اچھی اور سبق آموز ہیں خاص کر کہانیوں میں مجھے سیخ اور فاتح مقبوضہ کالو اور خوفناک تو دیں پسند آئیں۔ مظہر قیوم خان، مندوال شہر

☆فیس ٹو فیس میں کافی عرصہ بعد کسی کا انٹرویو کیا گیا۔ نیک لوگوں سے ملاقات افضل کا سروے بہت اچھے موضوع پر تھا لیکن جوابات میرے خیال میں مطمئن کر دینے والے نہیں تھے اور یہ کافی عرصے بعد عمران سہیل وہاں آ گئے بھئی یعنی کہ عید کا چاند ہو گئے "سالگرہ کالم" اف اچانک اس نے پیٹ میں بل ڈال دیئے۔ مہ جبیں پھول، گوجرانوالہ

☆آج پانچ سال بعد صورت دیکھنے کو مل رہی تھی۔ سب پھول وغیرہ بھی چھوڑ کر پھول کی طرف لپکے کہ ماضی کے خوبصورت لمحوں میں ہمارے ساتھ ہوا کرتا تھا کتنا بدل گیا ہے پہلے سے بہت زیادہ خوبصورت لگ رہا تھا۔ پھول کو فرط جذبات سے چوم لیا لیکن پھر شرمندگی ہو رہی تھی کہ لوگ دیکھ رہے تھے۔ ہوئے پانچ سالوں کی فلم چلنے لگی۔ سکول لائف یاد آنے لگی۔ کیا خوبصورت دن تھے۔ راشد منہاس، سمجھنی

☆پیار تجھے کچھ ایسی ملیں یاد آتیں مجھے
مشکل جو زندگی میں تھے سب مرحلے گئے ایسا ہے۔ سنو عزیز

☆ٹائٹل پر معصوم سی بچی جو کلی سی ہوئی بہت بھلی معصوم لگ رہی تھی وکیل کم اور ڈاکٹر زیادہ لگ رہی تھی۔ کرنیں پر نظر پڑی اور چاروں طرف کرنیں کی روشنی سے دل و دماغ کو منور کیا۔ اولیہ پسند آیا میں تو اولیے کا دیوانہ ہوں شاید اس لئے اولیہ بھی مجھے مشکل نہیں لگا۔ احسان محمود، ٹوبہ جموال

ہیڈ ٹائم سٹوری اولیہ کوئی شعر یا کوئی بات نئی بہت اچھے لگتے ہیں باقی تمام کہانیاں اچھی ہیں۔ میں پھول بڑا مقبول میں پہلی بار خط لکھ رہی ہوں۔ امید ہے بات ہے نیا دیا کریں۔ (عائشہ خضر پہلی دفعہ خط لکھنے میں شہر کا نام بھول گئیں)

☆پھول کا ٹائٹل زبردست رہا کہانیوں میں کالو، خوفناک تو دیں، سیخ، شان شہید شمسی اور صدام کی واپسی زبردست تھیں۔ پھول تو واقعی ہی پھول ہے منفی جو کہ اچھی لگی۔ Yes its me اچھا لگا۔ راشد ریاض، حافظ آباد

☆میں تو بہن ہوں نہ تو کیا تم نے بھائی ہونا تھا۔ تو ولی صاحب کو بھی پھول کی یاد آ ہی گئی۔ بھیا میری طرف سے ان کے خوب خوب کان کھینچیں اور اتنی طویل غیر حاضری کا مطلب پوچھیں (ویسے ولی بھائی آپ کچھ عرصہ کیلئے کہیں میں تو نہیں چلے گئے تھے ککڑ تو نوں کا کڑ ابھی مزہ نہیں آیا چپکے چپکے ورنے اس سے بہتر تو لطیفے تھے) فاطمہ سلطان، چوا سیدن شاہ

☆یس اٹس می میں چائنیز زبان 'دلی تصویر کافی دلچسپ تھی۔ ننھی جوگن 'نظم قادر رحمٰن کا عمدہ انتخاب تھا اور اہم شخصیت انتظار حسین سلاطین وکیل کے مہمان تھے انکی باتیں بھی بہت پسند آئیں۔ انتظار صاحب پاکستانی ادب کا اہم حصہ ہیں۔ کیا واقعی 'مختصر مگر موثر' تھی۔ واقعی لاجواب کیا ہے نور علم 'میرا پسندیدہ سلسلوں میں سے ایک ہے۔ صوفیہ آپی کی خدمات کا صلہ خدا دے گا۔ ذوالفقار حسین جماعتیں

☆مجھے اولیہ بہت اچھا لگتا ہے مجھے تو لگتا ہے کہ آپ کے قلم کو اچھی باتیں لکھنے کی عادت ہو چکی ہے۔ اس دفعہ آپ نے انتخاب کی کہانی احتساب بہت اچھی تھی۔ ایک اخبار نویس کی کہانی، حقیقت دیکھنے اور آئینہ دکھانے کا شوق چرا لائی تھی۔ دعا شفقت، گوجرانوالہ

☆سرپرائز فون اچھا تھا کہانیوں میں صدام کی واپسی، سیخ، احتساب بہت زبردست تھیں۔ میرے تو گھر کا کھانا اب تو ہر وقت بھی کہ رہے ہیں کہ تو نے زیادہ سے زیادہ مسکرائیے کی حالت ٹھیک کریں۔ حیرت ہے۔ نصیر احمد، کراچی

☆پھول کا نیا قاری ہوں اور میں پھول میں پہلی مرتبہ لکھ رہا ہوں۔ مجھے

پھول ایک دوست نے پڑھنے کو دیا پھر کیا تھا میں تو اس کا دیوانہ ہو گیا۔ جولائی کا شمارہ پڑھا بہت ہی اچھا لگا۔ ساری کہانیاں اچھی تھیں۔ (شوکت علی۔ خان گڑھ)

☆ قلم اٹھانے کی ضرورت یوں بھی شدت سے ہو گئی جب میرے بھائی وقاص باقر کو پھول کی ایک دن کیلئے بادشاہت ملی اور انسانی فطرت میں شامل جیلسی نے مجھے بھی اس سیٹ پر قبضہ کرنے کیلئے اکسایا ہے۔ دوسرا یہ بھی ہے کہ ملک کی بادشاہت تو آجکل بہت آسان ہو گئی ہے کیونکہ جو کوئی ہمارے ملک میں سب سے زیادہ نالائق ہو اسکو وزارت' سفارت عطا کر دیتا ہماری درخشندہ مثالیں ہیں۔ (پھر شاید آپ کا نمبر بھی جلد آجائے) عامر نقوی۔ حیدر آباد

☆ تمام اسلامی ممالک مل کر کشمیر کیلئے اور اس طرح کے اسلامی خطوں کیلئے مشترکہ آزادی جنگ کیوں نہیں لڑتے۔ اسلامی احکام کے مطابق مسلمانوں پر فرض ہے کہ جب ان کے مسلمان بھائی مشکل میں ہوں تو ان کی مدد کی جائے چاہے جنگ لڑنا پڑے بلکہ اس وقت جہاد فرض ہو جاتا ہے۔ شائلہ ربانی۔ چتوکی

☆ پہلی ملاقات "احتساب" سے ہوئی اس نے بتایا کہ والدین کی ڈانٹ ڈپٹ کے بارے میں محبت بھی مخفی ہوتی ہے اور اس حقیقی محبت کی سمجھ ہمیں دیر سے آتی ہے۔ دوسری ملاقات "سچ" سے ہوئی جو کہ ایک حق کی طالبہ تھی اور اس نے حق دلانے کیلئے اپنی جان دے دی۔ سچ علم سے تو حاصل نہیں ہوتا جو ہمارے ہاں علم اسکول و کتاب ہے لیکن علم بچوں میں تھوڑا ضرور پیدا کر دیتا ہے۔ طاہر عظیم۔ فورٹ عباس

☆ محمد عادل منہاج کی ٹیم اور تو شاید 23 ویں صدی کی عکاسی کر رہی تھی۔ مستی عالمی پریس کے منہ پر شاندار طمانچہ تھی۔ میری نظر میں عمران سہیل بولی نے اچھے کارٹون بنائے تھے۔ حافظ عبدالستار بن محمد اعظم۔ قصور

☆ کوئی شعر نیا ڈیزائنگ کچھ زیادہ نہیں۔ اس بار چوائس اچھی ہے۔ مسکرائیے اس مرتبہ لطیفے اچھے تھے۔ ارے اظہر بھائی بچپن کی عادتیں جلدی جاتی نہیں۔ لوگ تو آج کل کسی انسان کی جگہ خود کو رکھ کر نہیں دیکھتے آپ کارٹونز کی جگہ خود کو رکھ کر دیکھ لیتے ہیں۔ سمیعہ عارف۔ فیصل آباد

☆ ...... جب میری تصویر سٹیڈی وکیل میں آئی۔ Happy Birth Day میں تصویر آئی اور پھر اپنی تصویر Yes its me میں دیکھ کر تو دل نے چاہا خداوند کریم کے حضور میں سر بسجود ہو جاؤں۔ ہم کتنے عرصے سے کہہ رہے تھے کہ پھول رسالے میں ہمارا انٹرویو یا تصویر آجائے سو وہ آگئی۔ (احسن رضا گل)

☆ ...... سرورق دیکھ کر جی خوش ہو گیا۔ اتنی معصوم سی وکیل دیکھ کر بے ساختہ خیال آیا کاش وکیل ایسے ہی بچے اور معصوم ہوتے۔ بقول شاعر

سارے شہر میں ایک یہی تو بچے لگتے ہیں
چھوٹے چھوٹے بچے مجھ کو اچھے لگتے ہیں (زینب افضل پشاور)

☆ پھول فورم کی تقریب کی روداد پڑھی۔ جی چاہتا ہے کہ پڑھتا ہی رہوں۔ ایسی باتیں پہلے بھلا کب سننے' پڑھنے کو ملی ہیں۔ جہاں پر قدم قدم پہ روشنی ہی روشنی ہے کبھی ختم ہونے والی پھول فورم میں تو واقعی خیالات بدلے جاتے ہیں۔ (خالد رزاق جہانیاں)

☆ ...... جولائی کا شمارہ بے حد بے حد پسند آیا ہے خاص طور پر "کولریہ" سچی سچ فاتح مفتوح اور خوفناک کوڑیں۔ بقیہ سلسلے الحدیث دل کیلات ہے اور کرنیں بہت خوب ہے۔ (محمد اقبال چک نمبر - 113/10R)

☆ سب سے پہلے پھول کے ٹائٹل پر نظر پڑی۔ اچھا لگا۔ "کولریہ" مجھے اور بھائی کو بہت پسند ہے "محبت میں بڑی طاقت ہے انسان کو کچھ سے کچھ بنا دیتی ہے"۔ آج کل کے دور میں کسی کے کام آنا بڑی بات ہے۔ کہانیاں سب ایک سے بڑھ کر ایک تھیں' پسند آئیں ہیں۔ "ٹیم اور میں" نے بہت مرتبہ پڑھی لیکن اس کی Thame مجھے سمجھ نہیں آئی۔ اب اجازت دیں۔ (ماجبین ہاشمی' فیصل شفق ہاشمی۔ جھنگ)

☆ ...... ٹیم اور بھی بہت زبردست تھی۔ کالو بھی اچھی تھی۔ دل کیلات ہے پڑھ کر بے اختیار منہ سے نکلا دل کیلات ہے۔ خوفناک کوڑیں اور جدید عاشقی بھی اچھی کہانیاں تھیں۔ (شبیر احمد ملک ...... ترنڈہ محمد پناہ)

☆ ...... احتساب' سچ کے علاوہ ٹیلی فون کالم' الیکٹری ایک دن کی کرنیں اور یہ شعر نیا پھول فورم مسکرائیے سبھی کچھ بہت اچھا تھا پڑھنے کا بہت ہی مزا آیا۔ (حافظ محمد یوسف ...... گوجرانوالہ)

☆ ہائے نگری میں یہ سیلاب کہاں سے آیا ہر طرف شرمت ہی شرمت ہے نظم جو کہ بہت اچھی تھی۔ شعر سارے ہی اچھے تھے بہت بہت زیادہ پسند آئے دل کیلات ہے پھول بڑا مقبول اور ٹیلی فونک کالم' الحدیث تو ہمارے پسندیدہ سلسلے ہیں اس کے علاوہ انتظار حسین کا انٹرویو بہت پسند آیا۔ (سمیرا اشتیاق ...... ڈسکہ)

☆ ...... جب کسی سے پیار ہو جائے تو ہر وقت اسی کا خیال چھایا رہتا ہے۔ میرا بھی حال کچھ اس طرح کا ہے جب میں دوسرے اپنے ساتھیوں کو پھول کی زینت بنا دیکھتی ہوں تو میرا بھی دل کرتا ہے اور بات کرنے میں قلم سے رشتہ توڑنا نہیں چاہتی کبھی بھی نہیں۔ (عصمت سلطانہ ...... دولتانہ)

☆ ...... "کولریہ" بھی اس دفعہ کل Tip & Top پر تھا۔ جس میں "اللہ تعالی" کی بے انتہا رحمت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے واقعی جب وہ دینے پر آتا ہے تو بے حساب دیتا ہے' مگر ہم تو ہر وقت خدا سے گلے شکوے کرتے رہتے ہیں۔ کیا ہمارا یہ طرز عمل ٹھیک ہے نہیں ہرگز نہیں وہی خدا دکھ اور تکلیف اور عزت و ذلت دینے والا ہے (شاہد منظور ...... سیکسی)

☆ ...... سرپرائز فون بھی اور کہانی تھا بیڈ ٹائم سٹوری سے بھی کافی زیادہ سبق حاصل ہوا۔ پھول فورم میں مظفر غفار کی دلچسپ باتوں سے سبق حاصل ہوا۔ (سعدیہ ہدایت اللہ ...... گوجرانوالہ)

☆ ...... سچی جو کہ نجمہ ثاقب نے لکھی۔ کیوں کہ اس کا موضوع سب سے جدا تھا یعنی کہ کشمیر پر تھا۔ واقعی اس رسالے کو ایسے ہی موضوعات کی ضرورت ہے۔ مسئلہ کشمیر ایک بہت ہی اہم مسئلہ ہے جس کو حل کرنے کی ضرورت ہے۔ وہ مظلوم قوم تو اپنے طور پر کوشش کر رہی (ہیں) ہے کہ ان کو آزادی نصیب ہو جائے لیکن ان کے علاوہ ہمیں بھی ان کے تحفظ اور آزادی کے لئے کوشش کرنی چاہئے۔ (شاہ احمد ...... لاہور)

☆ ...... پھول 30 جون کو مل گیا اور ایک ہی دن میں سارا پھول پڑھ ڈالا۔ کہانیوں میں شان شہید شمسی بہت اچھی لگی۔ دل کیلات ہے بھی اچھا لگا۔ (بدر جاوید سرکانی ڈیرہ غازی خان)

☆ ...... پھول اخبار میں خانیوال یعنی کہ اپنے علاقے کے بارے میں اعظم یاد کی تعریف سن کر بہت خوشی ہوئی اور ہاں ہمیں ایک بات یاد آئی "ٹیم اور" تھی کیا چیز یہ میرے لئے معمہ بن گئی ہے۔ (صفیہ صدیق ...... جہانگیر آباد)

☆ ...... پھول اپنی دلکش مسکراہٹ کے ساتھ 29 تاریخ کو ملا تھا کل بہت پیارا تھا کہانیوں میں سچی نمبر 1 سچ نمبر 2 میں تو بہن ہوں نمبر 3 رہی۔ فاتح مفتوح کی تعریف تو کی نہیں جا سکتی۔ خوفناک کوڑیں اور کالو ایک جیسی ہی لگی۔ (شاہین کوثر ...... قصور)

☆ ...... "Yes its me" میں ایک جی کس طرح تربوز کھا رہی تھی' ہمارے منہ میں تو پانی آ رہا تھا لیکن ہم نے بڑی مشکل سے کنٹرول کیا۔ انتظار حسین کا انٹرویو بہت دلچسپ تھا۔ (عثمان خادم ...... دودھو چک)

☆ ...... بچپن میں بہت چھٹ تھا (لگتا ہے) اظہر محمود کا انٹرویو پسند آیا۔ ان کا بتایا ہوا سن کر شکر کیا کہ ہم ان کے ہمسائے نہیں رہے ورنہ ایک بات ہے اظہر بھائی نے اپنے بچپن میں توڑ پھوڑ کو پیٹ کر اپنا شوق پورا کیا اور ہمیں منع کرتے ہیں۔ ہم بھی ان سے لڑنے کی غلطی نہیں کریں گے۔ (نازیہ ...... ڈی آئی خان)

☆ ...... شان شہید شمسی میں بہت سی اچھی باتیں پڑھنے کو ملتی ہیں لیکن کہانی بالکل جمود کا شکار ہے اس کی رفتار میں کچھ اضافہ کریں تاکہ ذرا مزا بھی آئے "میں تو بہن ہوں" ایک عام سے موضوع پر لکھی گئی خاص کہانی ہے۔ ماں کے بعد ایک بہن ہی تو ہوتی ہے جو ہماری ہر مشکل کو سمجھتی اور ہماری ہر بات کو جانتی ہے بہن تو نعمت ہوتی ہے۔ (ارمسعد حسین گوجرانوالہ)

☆ ...... (Yes its me) کی تمام تصاویر خصوصاً ناعش خورشید کی تصویر بہت پیاری تھی۔ "ننھی جوگن خدا کی تلاش میں" اچھے الفاظ میں لکھی گئی تھی انتظار حسین کا انٹرویو بہت دلچسپ تھا گوجرانوالہ میں پھول گرلز کلب کی یوم تکبیر کے سلسلے میں تقریب پڑھ کر ایسا محسوس ہوا جیسے میں بھی اس خوشی کے موقع پر موجود ہوں اور ان خوشیوں میں برابر کی شریک ہوں۔ "No problem" Best رہا ہے۔ (سائرہ اسلم ...... ملتان)

☆ ...... سرورق پر ایک ننھی منی سی بچی وکیل بن کر کھڑی تھی۔ ایک کونے میں انتظار حسین اور دوسرے کونے میں اظہر محمود کی تصویر تھی تو معلوم ہوا کہ تینوں بچپن کے گن گا رہے ہیں۔ اسکے بعد اشتہاروں سے پھلانگ کر فہرست پر نظر دوڑائی اسکے بعد کرنیں کا مطالعہ کیا جو دل پر چھا گئیں۔ (محمد مسکین۔ صادق آباد)

☆ ...... شان شہید شمسی ہم سب کا پسندیدہ سلسلہ ہے۔ حتیٰ کہ ہماری کزن صاحبہ بھی کبھی کبھی اس پر غور فرمایا کرتی ہیں۔ ہم سب کو خدا سے ایسی ہی محبت ہونی چاہئے جیسی ماں جی نے بچوں کے دلوں میں پیدا کر دی تھی۔ "میں تو بہن ہوں" یہ ایک بہن کی صدا نہیں بلکہ ہر بہن ایسی ہوتی ہے۔ وہ اپنے بھائیوں کیلئے اپنی جان تک قربان کرنے سے دریغ نہیں کرتی۔ (سمعیہ بنت شگفتہ۔ چک دھدی)

☆ ...... تمام کہانیاں بہت زبردست تھیں۔ خاص طور پر صدام کی واپسی اور فاتح مفتوح بہت اچھی لگی۔ معمول کی طرح بیڈ ٹائم سٹوری بہت زبردست تھی۔ آپی صوفیہ کا NO PROBLEM اور YES ITS ME بہت زبردست جا رہا ہے۔ (انجم۔ ارم۔ تلہ گنگ)

☆ ...... صدام کی واپسی شان شہید شمسی کے علاوہ فاتح مفتوح نے ذہن کو جھنجوڑ دیا۔ مظفر غفار صاحب کی باتیں کام کی تھیں۔ خاص کر خامیوں اور خوبیوں کے کانٹھوں والی الجھی تجویز' اظہر محمود کی بچپن نے کوئی اچھا بچہ نہیں چھوڑا۔ انتظار حسین کی باتیں لکھنے لکھانے والوں کیلئے سبق آموز تھیں۔ (قیصر اقبال' مظفر پور)

☆ ...... Jok of the month کوئی خاص نہ تھا بچہ پرانا بہت تھا اظہر محمود اپنی زندگی کا ایک پردہ کر آنکھ بتانے پر کیونکر راضی ہو گئے۔ انتظار حسین کی تحریریں مجھے بہت پسند تھیں۔ آپ ان کی گفتگو سے وہ بھی میری پسندیدہ اشخاص میں شامل ہو گئے ہیں۔ جب انسان خود انحصاری پر آمادہ ہو جائے تو سارے مسائل حل ہو سکتے ہیں۔ خط اچھے لگے کیونکہ میری بہن کا خط جو شامل تھا۔ ٹیلی فونک کالم ہمیشہ کی طرح اچھا اور چٹ پٹی باتوں پر مشتمل تھا۔ (خدیجہ افشاں۔ فیصل آباد)

☆ ...... ٹائٹل پر جب نظر پڑی تو اس وکیل سی بچی کو میں لڑکا سمجھ بیٹھی۔ سارے لطائف پرانے اور بے حد فضول تھے۔ (عشری طارق۔ لاہور)

☆ ...... "کرنیں" ہمیشہ ہی سورج کی کرنوں سے کم نہیں ہوتیں۔ نہایت تیز روشنی لئے ہوئے ہوتی ہیں۔ "کولریہ" کی تو بات ہی اور ہے۔ نہایت ذوق و شوق سے کولریہ پڑھتا ہوں۔ شان شہید شمسی بہت خوبصورت اور ولولہ انگیز ناول ہے۔ سلسلہ "الحدیث" اپنی مثال آپ ہے۔ (سید ظفر علی شاہ گاؤں قمر چک)

☆ ...... "سچ" میں شکیلہ تبسم نے بڑے آسان الفاظ میں ہمارا اتنا بڑا مسئلہ حل کر دیا۔ (تھینک یو شکیلہ) "No Problem" کے ذریعے لوگوں کے اتنے سارے مسائل حل کر کے صوفیہ آپی تو ڈھیروں اجر سمیٹ رہی ہیں۔ اور انشاء اللہ آخرت میں اسی کام کے بدلے اللہ میاں سے ڈھیر سارا پیار بھی سمیٹیں گی۔ مظفر غفار کی دلچسپ باتوں نے فریش کر دیا۔ واقعتاً ہم اسی وقت ہی دوسروں کے دل جیت سکتے ہیں۔ جب ہم اپنے آپکو ختم کر دیں۔ (مریم جمیل۔ بھلوال)

☆ ...... الحدیث اور قرآن کی باتیں وغیرہ۔ مجھے آپکی کہانیاں اور لطائف بھی اچھے لگتے ہیں۔ (اسد علی ملک۔ لاہور)

☆ ...... میرے والد محترم جناب چودھری جماعت علی اس دنیا فانی سے 27 مئی کو رحلت فرما گئے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ صرف پھول ساتھیوں تک میرے والد صاحب کی خبر پھول ساتھیوں کو پہنچا دیں اور تمام دوستوں سے التجا ہے کہ میرے والد محترم کے لئے دعا کریں کہ خداوند کریم انہیں جنت الفردوس میں اونچے درجے دے۔ وہ بہت نیک اور رحمدل انسان تھے۔ (ثمینہ چودھری جماعت علی ڈیرہ غازیخان)

☆ ...... تقریب سے واپسی پر میرا دل بالکل بھی بوجھل نہیں تھا۔ میں کچھ کھو کر تو نہیں جا رہی تھی بلکہ اپنے دامن میں بہت کچھ سمیٹ کر جا رہی تھی۔ اتنی چاہتیں' اتنی محبتیں' اتنی اجلی سوچیں' اتنے شوخ رنگ میرے سنگ تھے۔ پہلے میں اللہ میاں سے شکوہ کیا کرتی تھی کہ ہم سے لاہور اتنی دور کیوں ہے مگر اب اللہ کا شکر ادا کرتی ہوں کہ "پھول" کا دفتر لاہور میں ہی ہے۔ کوئٹہ' پشاور یا کراچی میں ہوتا تو پھر......؟ (سعدیہ فیض)

☆ ...... میری طرف سے یوسف اور دعا اکیڈمی کی جانب سے بحرین مجلے کا ایوارڈ ملنے پر ماہنامہ پھول کو بحرین اوارت کے فرائض سر انجام دینے پر ایوارڈ ملنے پر اور پھول کلب کی سالانہ کارکردگی پر خواجہ مظہر نواز صدیقی (صدر پھول کلب پنجاب) اور نعیم اقبال (صدر پھول کلب ضلع ملتان) اور پھول کلب ملتان کی ٹیم کو جن کی شبانہ روز کی محنت اور کاوشوں کا نتیجہ جس نے پھول کلب ملتان اور پھول کہانی گھر ملتان کو اول انعام کا حقدار ٹھہرایا ان کو مبارکباد۔ (ملک شاہد یوسف۔ ممبر پھول کلب ملتان)

☆ ...... کہانیوں میں احتساب' شان شہید شمسی' فاتح مفتوح اور اظہر محمود کا انٹرویو اچھا لگا مگر ...... میری طرف سے ایک علیحدہ تعریفی سند رفعت سعدیہ بھیرہ کو دیجئے کہ انہوں نے فاتح مفتوح جیسی زبردست کہانی لکھ کر دل موہ لئے۔ عظیم قائد کی باتیں واقعی عظیم تھیں۔ لطیفے پڑھنے واقعی بہت اچھے تھے۔ (عبدالرحمٰن۔ لاہور)

☆ ...... سچی کہانی بہت اچھی لگی یا اشفاق کی باتیں دل کو بھائیں اور ناصور افسانہ نگار انتظار حسین کا انٹرویو بہت پسند آیا۔ (نصرت پروین۔ 10-R/140 جہانیاں)

☆...... گیم لور کا موضوع اہم اور توجہ طلب تھا کہ ہمیں اس ویڈیو گیم جیسی لعنت سے چھٹکارا حاصل کرنا چاہئے۔ عجیب ظفر انور نے یہ ثابت کیا کہ وہ پڑھنے والے کی شخصیت کے اندرونی کیمپ بیر سے ٹکرانے کی بھرپور صلاحیت رکھتے ہیں۔ کوئی شعر یا کوئی بات نئی' اطہر محمود کا مختصر انٹرویو اور لیس اٹس می خوب رہے۔ نوٹس بورڈ نے دل خوش کر دیا۔ اگلے شمارے کا بے چینی سے انتظار رہیگا (حارث بن عزیز۔ کراچی)

☆...... ناول کے پڑھنے ہی کی بدولت یہ پہیلی سی بھی ہے وہ بعد میں مجھے معلوم ہوا یہ پچھ نہیں بھی ہے۔ آگے صفحہ پلٹا تو کرنیں روح میں سما گئیں۔ اللہ کو دوست بنانا ہے مجھ کو یہ سمجھا گئیں۔ (عذبیہ صدیق بدوملہی)

☆...... خوفناک گوریں' اچھی کہانی تھی مگر یہ کہنا ہے جانا ہوگا کہ کالو اور خوفناک گوریں ایک پلاٹ پر دو مختلف کہانیاں تھیں۔ دونوں کی Base مکالمات تک تھی۔ "جو بددعا تھی"۔ ایک خاص اور حساس کن تحریر تھی۔ والدین تو ہوتے ہی قابل احترام ہیں ان کا ہر حکم ماننا چاہئے۔ خصوصاً ماؤں کو تو کبھی بھی تنگ نہیں کرنا چاہئے۔ ہماری ماں جی بھی کبھار غصے میں آ کر ہمیں ایسی ہی بددعاؤں سے نوازا کرتی ہیں۔ ہم فوراً معافی کے طلبگار ہو جاتے ہیں تو وہ مسکرا کر کہا کرتی ہیں کہ میں کونسا تمہیں دل سے بددعا دیتی ہوں۔ (یاسط علی قسیم ہاشمی۔ آزاد کشمیر)

☆...... کہانیوں میں "گیم لور" بہت دلچسپ تھی۔ "فاتح مفتوح" "سچ" اور "احتساب" بہت اچھی کہانیاں تھیں۔ خطوط پڑھتے وقت میں نے محمد فاروق صاحب کا خط پڑھا تو میں نے سوچا کہ میں بھی ممبر شپ فارم لے لوں۔ (عمیر درانی لاہور)

☆...... "کے کاش روز ہو میری سالگرہ" عنوان عجیب سا تھا۔ بھئی پاکستان ایک ترقی پذیر ملک ہے' زیادہ آبادی متوسط طبقے سے تعلق رکھتی ہے۔ روز روز سالگرہ Celebrate کرنا کہاں Afford کر سکتے ہیں؟۔ شعر نیا کچھ بات نئی کے تمام اشعار اچھے تھے۔ مسکرایئے آپ کے چہرے کی قدر بڑھے گی۔ پڑھ کر خوب ہنسے اور چہرے کی قدر بڑھالی۔ اس دفعہ! ...... Yes its me بہت پسند آیا۔ (خرم شہزاد۔ ملتان)

☆...... "احتساب" اچھی کہانی تھی۔ "سچ" ایک اچھی کہانی تھی۔ "فاتح مفتوح" بے حد اچھی کہانی تھی۔ کاش سب لوگ سید احمد کی طرح کے ہو جائیں۔ "لطیفے" کھٹے میٹھے اور پرانے تھے۔ "اطہر محمود" کے مچلن کے ملاقے مزے دار تھے۔ پڑھ کر خوب enjoy کیا۔ (کرن خان گوندل۔ اسلام آباد)

☆...... Yes its me واہ کیا بات ہے اور ٹیلیفونک کالم ہمارا پسندیدہ سلسلہ ہے۔ No problem میں صوفیہ آپی بہت اچھے طریقے سے تمام حل کرتی ہیں۔ رافع اقبال کی تحریر کیا واقعی بہت اچھی تھی۔ انہیں ہمیں پتہ چلتا ہے کہ واقعی جو لوگ دوسروں کیلئے کنواں کھودتے ہیں۔ وہ خود ہی اسمیں گر جاتے ہیں۔ (مقدس جبیں' صفیہ جبیں' عابدہ رزاق)

☆......COOKERY رش کی وجہ سے دھیان سے نہ پڑھ سکے اور کسی شدید گرم دن کیلئے چھپا کر رکھ لیا۔ اطہر محمود کے انٹرویو نے ہماری ڈکشنری میں "ہتھ ہمت" کی نئی Term کا اضافہ کیا۔ ویسے عمران خان اور عبدالقدیر خان تو ہماری بھی پسندیدہ شخصیات ہیں۔ کہانیوں میں احتساب اور فاتح مفتوح اچھی تھیں۔ "سچ" میں ایک بار پھر کشمیر میں ڈھائے جانیوالے مظالم کا ذکر تھا جس نے دل کو ہلا کر رکھ دیا۔ (عقیب شاہد۔ فیصل آباد)

☆...... "احتساب" کا یہ فقرہ بہت پسند آیا جو حقیقت پر مبنی تھا کہ "ہم یاد رہتے وقت تو کسی موٹی سی توند والے سود خور ساہوکار کیطرح تنگدل ہو جاتے ہیں اور دوسروں سے لینے کیلئے اپنی دماغ کے کشکول کو کسی سخی کے دل کیطرح بڑا کر لیتے ہیں۔ واقعی احتساب لکھنا مشکل اس لئے ہوتا ہے کہ یہ کام کرنے والا ایک نہیں بہت سے ہوتے ہیں۔ عقیب نے دیکھ بھال کر' سوچ سمجھ کر نفیس کا احتساب لکھا (تنزیل ظفر۔ خانیوال)

☆...... کہانیاں تو سبھی اچھی تھیں لیکن جو سب سے زیادہ پسند آئی ان میں شان شہید شمی کی جیو دعائی اور پیڈ ٹام سٹوری چیک بک تھیں اس کے علاوہ مسکرایئے اور Yes its Me زبردست تھے۔ محمد عمیر۔ سیالکوٹ

☆...... میں 10 سال کی تھی جب میں نے پھول پڑھنا شروع کیا اور یہ آج تک میرا پسندیدہ رسالہ ہے۔ جس طرح سرکاری ملازمین کو ہر ماہ کی یکم کو اپنی تنخواہ کا انتظار ہوتا ہے اسی طرح مجھے پھول کا انتظار ہوتا ہے۔ مگر مجھے تو میری تنخواہ (پھول) جلد ہی مل جاتی ہے۔ سرورق پر ایک خوبصورت سی بچی دکھیل رہی ہوئی مسکرا رہی تھی۔ پہلے تو اسے دیکھ کر لڑکے کا گمان ہوا مگر پھر یہ شک بھی دور ہو گیا۔ حنا لطیف۔ قصور

☆...... اس مرتبہ کا پھول اچھا بلکہ بہت اچھا لگا۔ سارا رسالہ ایک ہی دن میں پڑھ لیا۔ سب سے پہلے کرنیں پڑھی' اچھی لگیں پھر ناول پڑھا پہلی مرتبہ سمجھ میں نہیں آیا مگر جب دوبارہ پڑھا تو سمجھ میں آ گیا۔ لیلیٰ ثروت۔ چکوال

☆...... سچی کی کہانی مظلوموں کی عکاسی کرتی ہے۔ "سچ" شکیلہ تبسم کا شاہکار تھا جو کوئی بھی اسے پڑھے گا وہ بھی آج سے ہی سچ بولنے کا سوائے ہمارے ہم پہلے ہی سچ بولتے ہیں۔ "صدام کی واپسی" مظفر اقبال کے دلی جذبات کی عکاسی کرتی ہے لیکن صدام بھی اور بھی باقی ہیں بچوں کی قسمیں تو پڑھ ہی لیں لیکن اپنا مظفر کس قسم سے تعلق رکھتی ہیں یہ فیصلہ کرنے میں دشواری پیش آئی۔ دیشان ظفر میرپور

☆...... پھول میرا سب سے پسندیدہ رسالہ ہے اس کے تمام سلسلے مجھے بہت پسند ہیں۔ مجھے ہر ماہ اس کا انتظار رہتا ہے اور جب ملتا ہے تو دل خوشی سے باغ باغ ہو جاتا ہے۔ پھول کے علاوہ میں نے کسی بھی رسالے کو خط نہیں بھیجا۔ آصف محمود تلاش دیر۔

☆...... سب سے پہلے تو مجھے یہ بتایئے کہ انعامی خط کون choose کرتا ہے کیونکہ جو کوئی choose کرتا ہے اس کی چوائس بڑی عمدہ ہے اور کیوں نہ ہو میرے خط کو انعامی جو کیا ہے۔ مہوش عابد۔ جڑانوالہ

☆...... جولائی 2000 کا "پھول" میرے ہاتھ میں ہے اور پھول اتنا اچھا ہے کہ دلو دینے کو دل کرتا ہے۔ Yes Its Me ہمیشہ کی طرح بہت اچھا تھا۔ محمد راشد قصبہ سولی والا ضلع لودھراں

☆...... مانا کہ گھر کے در و دیوار سجاتی ہوں کبھی کبھی
پھول تیرے آنے کی دعا دونا گی جاتی ہے شبانہ شاہین۔ ڈی جی خان

☆...... عمران سہیل ہولی کے کارٹون مجھے بہت پسند ہیں۔ سرپرائز نوٹ والے بہت خوش نصیب ہیں جن کو یہ سعادت حاصل ہوتی ہے کوئی شعر نیا زبردست ہے۔ فاتح مفتوح جبران کی کہانی تھی۔ پچھ تو استاد سے بڑھ کر نکلا۔ ممتاز سکالر کی باتیں بہت بھائیں۔ صائمہ عابد۔ سیالکوٹ

☆...... ویسے تو پھول کا کوئی صفحہ اور لفظ ایسا نہیں ہوتا جسے پڑھنے کو دل نہ چاہتا ہو لیکن "کرنیں" پڑھ کر بہت مزہ آتا ہے۔ اور لطیفے پڑھنے اور پھر دوسروں کو سنانے کا تو اپنا ہی مزہ ہے۔ اس بار نائلہ عقیل کی "عظیم قائد" عظیم باتیں" پڑھ کر اپنے قائد کے متعلق بہت کچھ معلوم ہوا۔ محمد کاشف سرور۔ بھمرہ شی۔

☆...... سروے رپورٹ نیک لوگوں سے اردگرد کے لوگ کیوں کتراتے ہیں اپنے ٹاپک کے اعتبار سے خاصا تلخ اور سچا سروے تھا سب لوگوں کی رائے پڑھی اپنی اپنی سوچ ہوتی ہے میری نظر میں نیک لوگوں سے ملنے سے فقط وہی لوگ کتراتے ہیں جو گنہگار تو ہوتے ہیں لیکن وہ اپنی گناہوں کی زندگی سے نکلنا بھی نہیں چاہتے۔ شائستہ۔ گڑھ فتح شاہ

☆...... فاتح مفتوح اور سچی اس مرتبہ کی بہترین کہانیاں ہیں۔ اطہر محمود اندر کے صفحات میں کافی چھوٹے چھوٹے اور معصوم لگ رہے ہیں ہم میں یہ بہت برائی ہے کہ ہم اپنی دفعہ تو چاہتے کہ دل کھول کر داد حاصل کریں جبکہ دوسروں کی تعریف کرتے ہوئے ہمارے الفاظ ساتھ چھوڑ جاتے ہیں۔ "کوئی شعر نیا کوئی بات نئی" میں تمام اشعار ایک سے بڑھ کر ایک تھے۔ "ننھی جوگن' خدا کی تلاش بہت زبردست نظم اور اچھا انتخاب تھی۔ سیدہ مینہ مسلم۔ گوجرانوالہ

☆...... پاکستانی بچے کا جو سچا واقعہ صدام کی واپسی اسے پڑھ کر تو رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ ایک وہ انسان تھے جنہوں نے اسے اغوا کیا اور ایک وہ جس نے اسے اس کی ماں سے ملوایا اور سب سے قیمتی خزانہ صدام کی ماں کی دعائیں لیں۔ دوسروں کے گھروں کا سکون برباد کرنیوالے اپنے گھر اور اپنی ذات کے بارے میں سوچنا کیوں بھول جاتے ہیں۔ اللہ میاں ایسا خالمانہ کھیل کھیلنے والوں کو ہدایت دے۔ فرزانہ اسلم شہزاد۔ ساہیوال

☆...... پھول پڑھ کر دل کو بہت خوشی ہوئی خدا کی قسم میں سو کے قریب رسائل کا مطالعہ کرتا ہوں لیکن میں نے اول نمبر پر پھول ہی کو لیا۔ پھول کی جتنی بھی تعریف کی جائے بہت ہی کم ہے۔ محمد عاصم مخدوم' قادری خالد' احسان الحق' لال اللہ' قادری غلام فرید لاہور

☆...... میں تو بہن ہوں سچائی کی آئینہ دار ہے بھائی شاید نہیں جانتے بہنوں کیلئے بھائی کیا ہوا کرتے ہیں۔ بھائیوں کی ذرا سی توجہ اور پیار ایک بہن کو "خوش قسمت" بنا دیتا ہے لیکن اگر وہ بیمانہ بھی کریں تب بھی بہنوں کے ہونٹ بھائیوں کیلئے دعا مانگتے ہی رہتے ہیں۔ نہ جانے کون اپنی دعاؤں میں یاد کرتا ہے۔ میں ڈوبتا ہوں سمندر اچھال دیتا ہے۔ قرۃ العین۔ گوجرانوالہ

☆...... جس طرح کشمیر پر اتنا ظلم ہو رہا ہے ہزاروں مائیں جن کے لخت جگروں سے چھین لئے گئے۔ ہزاروں بہنیں جن کے بھائی ان کے سامنے شہید کر دیے گئے۔ ہزاروں معمر مرد جن کی ضعیفی کی بھی کچھ پروانہ کی گئی ان کو لاٹھیاں مار مار کر لہولہان کر دیا گیا۔ کیا ان کا کوئی پوچھنے والا ہے؟ ان کا حساب دینے والا ہے؟ ان کی فریاد سننے والا ہے؟ اس دنیا میں تو شاید سب حکمرانوں کی آنکھوں پر پردہ پڑ گیا ہے۔ انہیں کچھ دکھائی نہیں دیتا۔ اے انسانوں اتم فانی ہو۔ موت تمہیں آکر رہے گی۔ یہ دنیا فانی ہے مگر تمہیں کیا تم تو اپنی آخرت جلا کرنے پر تلے ہوئے ہو۔ روزینہ مسکرم۔ گوجرانوالہ

☆...... اس دفعہ بھی بہت "پھول" ہمیشہ کی طرح زبردست تھا پچھلے ماہ کا خط تو شاید آپ کو ملا ہی نہیں اس لئے آپ دوبارہ ہم سے پھول کو ایوارڈ ملنے پر بہت بہت مبارکباد قبول کریں۔ سعدیہ نورین' تحمینہ نورین۔ مردوال

☆...... "صدام کی واپسی" ایک تلخ اور کڑوی حقیقت ہے۔ معصوم بچوں کے ساتھ یہ سراسر ظلم ہے بچوں کی عالمی تنظیمیں کہاں غائب ہیں۔ کیوں دعویٰ کرتی ہیں بچوں کے حقوق کے تحفظ کا۔ بہر حال یہ شرمناک اور المناک ایسے ہے۔ سب ملکوں کو اس کا نوٹس لینا چاہئے۔ "شان شہید شمی" "کشمیر" پر ایک عبرت انگیز اور دلچسپ کہانی بہت ہو رہی ہے۔ ایسی اچھی کہانیاں بہت کم لکھی جاتی ہیں۔ سیف الرحمان فاروقی۔ ترنڈہ محمد پناہ

☆...... گیم لور اور جو بد دعا تھی اور کالو بہت اچھے سلسلے تھے اور اس کے علاوہ خوفناک گوریں بھی اچھی لگی۔ یہ پہلا موقع ہے کہ میں آپ سے خط کے ذریعے مخاطب ہوں امید ہے کہ آپ مجھے خوش آمدید ضرور کہیں گے۔ شستہ اختر چیلہ

☆...... پھول ملا تو خوشی کی انتہا نہ رہی کیونکہ پھول میں اس دفعہ کہانیاں وغیرہ ایک سے بڑھ کر ایک اور مختلف انداز سے تھیں۔ "کرنیں" نے تو ہمارے دل میں دین اسلام اور ایمان کے ستارے روشن کر دیے ہیں۔ جو ہر وقت جگمگ کرتے رہتے ہیں اور اپنی موجودگی کا احساس دلاتے رہتے ہیں۔ سمیرا اسلم۔ بہاولنگر

☆...... Face to Face کا عنوان دیکھ کر فوراً ذہن میں آیا۔ کوئی اور ہے' نہیں تو نہیں' مرے روبرو کوئی اور ہے مگر پھر پتہ چلا کہ نہیں وہی ہیں اپنے خواجہ مظفر صاحب۔ اشعار کے علاوہ سارا انہیں تو نہیں خرید تھا آگے نیک لوگ تھے (ویسے آپس کی بات ہے میرا شمار بھی انہی لوگوں میں ہوتا ہے جو ان نیک لوگوں سے دور بھاگتے ہیں) اس لئے آگے جانے میں ہی عافیت جانی عمران بھائی کا کیمروں کا کھیل دیکھ کر پھول ساتھیوں کو سالگرہ مبارک کہتے چلے گئے قرۃ العین فاروقی۔ راولپنڈی

☆...... اس دفعہ آمنہ احتجاب کی احتساب' شکیلہ تبسم اور فوزیہ جبیں کی کہانیاں بہت مزے کی تھی عمران سہیل ہولی کے کارٹون میں بھیا کی تصویر دیکھنے کے قابل تھی۔ لطیفوں میں (تحفہ) بہت پسند آیا آج بھی کیوں نہ کیونکہ یہ لطیفہ میرے ایک بہت ہی اچھے سے دوست نے لکھا تھا جس کا تعلق ناسرو شہر سے ہے۔ تصور عباس دوفائی۔ نیا نوشہرہ جلال پور جٹاں

☆...... ننھی جوگن خدا کی تلاش میں پورے رسالے کی جان تھی۔
قانتہ رابعہ حقیقی مبارکباد کی مستحق ہیں جن کا منتخب اتنا اچھا تھا یہ ری گئ ایک
معصوم سی خواہش بہت سادہ الفاظ میں۔
جنگلوں میں آگئی سب اپنی گڑیاں چھوڑ کر
میں تو جوگن بن گئی ہوں تجھ سے ناطے جوڑ کر۔ فرحت جبیں

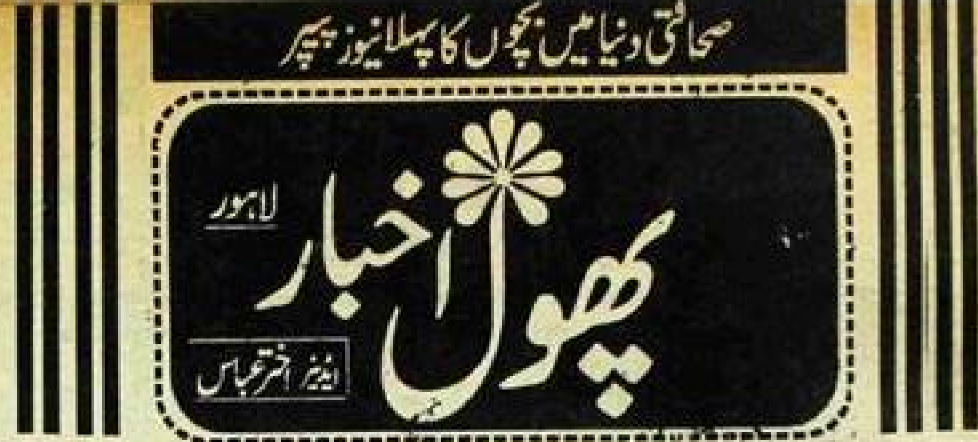
☆...... شان شہید شمی بہت عمدہ جا رہی ہے میں تو بہن ہوں بہت اچھی لگی میرے نزدیک بہترین کہانی رفعت سعدیہ کی فاتح مفتوح تھی جو لاجواب کہانی تھی۔ صباحت افضل کی سروے رپورٹ بہت اچھی تھی۔ انتظار حسین اور مظفر غفار کی باتیں بہت اچھی لگیں۔ Yes Its Me اطہر محمود کی گفتگو اور لطائف بہت عمدہ تھے۔ سنہرے بہت عمدہ لگے۔ محمد فاروق ملتان۔

☆...... پیڈ ٹام سٹوری "چیک بک" بھی ہمیشہ کی طرح زبردست تھی۔ اس میں ایک بات بہت پسند آئی کہ "خواہش اگر ضرورت بن جائے تو تکمیل کے کئی ناجائز راستے کھل جاتے ہیں"۔
(صائمہ عباس ڈار ...... لاہور)

☆...... شکیلہ تبسم کی تحریر "سچ" ...... عجیب ظفر کی "میں تو بہن ہوں" ...... دیبا جدون کی "کالو" صدام کی واپسی' فوزیہ جبیں کی "جو بددعا تھی" آمنہ احتجاب کی "احتساب" بہت اچھی تھی۔ "شان شہید شمی" میں پہلے کی طرح تجسس نہیں رہا۔
(سمیرا اکرم ...... چک 206 مراد)

☆...... نول بھائی میری نظر میں آپ جو بے جان کیمروں میں جان ڈالتے ہیں اس کی تعریف کرنے کیلئے میرے پاس الفاظ نہیں ہیں۔ (نجم الحسن ...... دیا خان)

صحافتی دنیا میں بچوں کا پہلا نیوز پیپر



پھول کلب تقسیم ایوارڈ تقریب کی جھلکیاں

(بشریٰ محمد سے) پھول کلب پاکستان کی چھٹی سالانہ تقسیم ایوارڈ تقریب کے سپانسر مون لائٹ سکول کے چیف ڈائریکٹر محمد ریاض چودھری تھے۔ تقسیم ایوارڈ کی تقریب میں نظامت کے فرائض رانا بابر حیات اور خواجہ مظہر نواز صدیقی نے ادا کئے ملتان کلب کے صدر اور کمپیئر خواجہ مظہر کی لمبی داڑھی پر چوٹ کرتے ہوئے شاہین عتیق الرحمٰن نے تقریر کے آغاز پر انہیں مولانا ملتانی صاحب کہہ کر مخاطب کیا۔ ڈاکٹر خالد رانجھا نے تقریر کے آغاز یہ کہہ کر کہ یہ شاہین ہیں یا تتلیاں یہ ہماری بڑی دھاکڑ وزیر ہیں جن سے ہم سب خائف رہتے ہیں۔



پھول کلب ہری پور کے زیر اہتمام hmc ٹیکسلا کینٹ کا دورہ کرنے والے عمران

پھول نے چاروں صوبوں کے بچوں کو ایک پلیٹ فارم پر اکٹھا کر دیا ہے: عطاالحق قاسمی، پھول میگزین کے ذریعے بچوں میں حب الوطنی کا جذبہ پیدا کیا جا رہا ہے: ڈاکٹر خالد رانجھا

بہترین کارکردگی کا ایوارڈ پھول کلب ملتان نے جیت لیا

دوسرا وہاڑی اور تیسرا ایوارڈ گوجرانوالہ نے حاصل کیا، خواجہ مظہر نواز صدیقی، ذیشان شیخ اور حماد الرحمان گورایہ کو لوگوں کی خصوصی مبارکبادیں

پھول کلب پنجاب کی صدارت کا سہرا مظہر نواز صدیقی، وسطی پنجاب کا اعجاز احمد اعجاز، شمالی پنجاب کا حماد الرحمان گورایہ، جنوبی پنجاب کا ذیشان شیخ اور آزاد کشمیر کا راؤ قاسم شہزاد کے سر سج گیا

پھول کا دائرہ 62 شہروں سے نکل کر ملک کے چالیس ہزار دیہات تک پھیلنا چاہئے، جہاں محنت کش بچوں کو ہماری ضرورت ہے: شاہین عتیق الرحمان، اعظم یاد، ڈاکٹر اکرام الحق نے بھی خطاب کیا

تقریب میں عظمت شیخ، محمد ریاض چودھری، سید ارشاد احمد عارف، بدر منیر چوہدری، سلیم کھوکھر، ڈاکٹر مغیث الدین، خواجہ افتخار، ڈاکٹر نسیم اختر اور پروفیسر علی اصغر نے بھی خصوصی طور پر شرکت کی

لاہور (زبیر ارشد) پھول کلب پاکستان کی چھٹی سالانہ تقسیم ایوارڈ کی تقریب میں ایک بار پھر پہلا انعام پھول کلب ملتان نے جیت لیا، دوسرا انعام پھول کلب وہاڑی اور تیسرا انعام پھول کلب گوجرانوالہ کے حصہ میں آیا۔ واضح ہو کہ پھول کلب ملتان اس سے قبل چار بار یہ ایوارڈ حاصل کر چکا ہے۔ پھول کلب ملتان کا ایوارڈ خواجہ مظہر نواز صدیقی نے وصول کیا۔ پھول کلب پاکستان کی تقسیم ایوارڈ کی پروقار تقریب حمید نظامی ہال میں ہوئی اس کے مہمانان خصوصی میں صوبائی وزیر قانون ڈاکٹر خالد رانجھا، صوبائی وزیر خواتین و سماجی بہبود مس شاہین عتیق الرحمٰن، فوٹوگرافر عظمت شیخ، پروگرام کے سپانسر محمد ریاض چودھری اور نوائے وقت کے ڈپٹی ایڈیٹر ارشاد احمد عارف تھے۔ اس موقع پر صوبائی وزیر مس شاہین عتیق الرحمٰن نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ بچے کسی بھی ملک کا مستقبل ہوتے ہیں لیکن ان کی کردار آج کوئی سنتا۔ مجید نظامی صاحب اس لحاظ سے مبارکباد کے مستحق ہیں

بقیہ صفحہ 63 پر



مانگا منڈی پھول کلب کے زیر اہتمام تقریب میں وزیر علی بھٹی بچوں کو انعامات دے رہے ہیں

پھول کلب وہاڑی کا ایک اور چوکا

نعت خوانی تقریب تقسیم انعامات، پھول شو اور خصوصی تقریب منعقد ہوئی

پھول کلب وہاڑی نے گورنمنٹ ماڈل ہائی سکول وہاڑی میں مقابلہ نعت خوانی منعقد کروایا۔ ماڈل سکول کی لائبریری میں ہونے والے اس مقابلے کے جج رانا محمد ممتاز اور قاری حزل حسین اسعد تھے۔ فائنل رزلٹ کے مطابق مدثر مصطفیٰ نے اول ساجد حسین نے دوم اور عبدالقیوم نے سوم پوزیشن حاصل کی اگلے روز سکول کی اسمبلی میں پھول کلب کے

بقیہ صفحہ 63 پر

وہاڑی پھول کلب والے ملتان جا پہنچے ریڈیو سٹیشن، بن قاسم پارک اور شاہ شمس پارک ایک دن میں گھوم لئے

وہاڑی پھول کلب نے دوسرا ایوارڈ جیتنے کے بعد اپنی نئی پالیسی تیار کر لی جلد ہی بچوں کی بہتری کے حوالے سے اعلان کرنے والے ہیں

اہتمام: زیشان شمعون، حافظ محمد جمیل۔ حرمل سلیم رپورٹ: سائرہ شیخ، علیہ سہام۔ روحہ شوکت 11 بجے یہ قافلہ ریڈیو اسٹیشن ملتان پہنچا گیٹ پر ہمارا استقبال مشہور کمپیئر ریاض ملیحی نے کیا۔ سب سے پہلے ہمیں ریڈیو اسٹیشن کے اسٹوڈیو نمبر تین میں بٹھایا گیا۔ (ابھی کھانا کا وقفہ جو تھا) کچھ دیر کے بعد جناب ندیم کامران نے آ کر ہمیں دو گروپوں میں تقسیم کیا۔ ہمیں مختلف اسٹوڈیوز کا وزٹ کروایا گیا (ان دنوں میں محرم الحرام کے سلسلے کی ریکارڈنگ جاری تھی) اسٹوڈیوز کے وزٹ کے دوران ہماری ملاقات مشہور کمپیئر سحر سیال سے ہوئی۔ کچھ دیر کے بعد ہمارا قافلہ شمیم اینڈ کمپنی (پیپسی کولا انٹرنیشنل) جیل روڈ پر گیا۔ شمیم اینڈ کمپنی کے مین گیٹ پر پروڈکشن منیجر عارف صاحب نے ہمارا بڑا پرتپاک استقبال کیا۔ سب سے پہلے عارف صاحب ہمیں بوتلوں کے گودام ...

بقیہ صفحہ 63 پر

پھول کلب گوجرہ کی تقریب میں نواز ثاقب اور جاوید اقبال چیمہ نمایاں ہیں

چوہدری گلزار اختر، ڈاکٹر محمد دین، تصور یعقوب، خرم شہزاد، محمد اسحاق انعام حاصل کرنے والے بچوں کیساتھ

نئی ذمہ داریاں

پھول کلب پنجاب کیلئے خواجہ مظہر نواز صدیقی، اعجاز احمد اعجاز، ذیشان شیخ اور حماد الرحمٰن گوریہ کو نئی ذمہ داریاں سونپ دی گئی ہیں۔ مظہر نواز صدیقی کو پھول کلب پنجاب کی صدارت، اعجاز احمد اعجاز کو شمالی پنجاب، ذیشان شیخ کو جنوبی پنجاب اور حماد الرحمٰن گوریہ کو وسطی پنجاب کے صدر کی ذمہ داریاں دی گئی ہے۔ اس بات کا اعلان پھول کلب پاکستان کے پچھلے سالانہ اجلاس میں ایڈیٹر پھول اختر عباس نے کیا۔ اس کے علاوہ قاسم شہزاد کو پھول کلب آزاد کشمیر کے صدر کی ذمہ داری سونپی گئی۔ بعد ازاں تمام نئے عہدیداروں نے حلف اٹھایا۔ ایڈیٹر پھول اختر عباس نے ان عہدیداروں سے حلف لیا۔

پھول کلب ہری پور کے بچے ہیوی مکینیکل کمپلیکس ٹیکسلا میں

حاجی سعود الرحمٰن، ارشد علی اور جاوید قاضی میزبان تھے

رپورٹ: اختر نواز خان پھول کلب ہری پور نے گزشتہ دنوں اپنے ممبران اور پولی ٹیکنک انسٹی ٹیوٹ سرائے صالح (ہری پور) کے طلباء کے ہمراہ ہیوی مکینیکل کمپلیکس ٹیکسلا کینٹ کا دورہ کیا۔ اس دورے میں بچوں کے ساتھ گائیڈ کے طور پر پولی ٹیکنک کے اساتذہ کرام جناب حاجی مسعود الرحمٰن اور ارشد علی تھے جبکہ ایچ ایم سی ٹیکسلا میں جاوید قاضی

بقیہ صفحہ 63 پر

فیصل آباد میں پھول کہانی گھر

پھول کلب جنوبی لاہور کا

تفریحی دورہ کلر کہار

اہتمام: شمس فرید چشتی۔ شہلا چشتی، تعاون: رائل ہیون اکیڈمی لاہور، رپورٹ: احمد فرید۔ فرحہ پھول کلب جنوبی لاہور نے پنجاب کے خوبصورت تفریحی مقام کلر کہار کے تفریحی دورے کا اہتمام کیا۔ مس شہلا چشتی، صدر کہانی گھر حمزہ، زاہد شمس کی چشتی اور نئی ممبران ندا کلیم، فریحہ اور مثنیٰ بھی شامل تھیں۔ رائل ہیون اکیڈمی کے پرنسپل جناب امتیاز احمد نے اپنی طرف سے پھول کلب کو مکمل تعاون کا یقین دلایا۔ اس دورہ میں لڑکوں میں نعیم، آفتاب، شہزاد، سلمان، احمد فرید محمود، کاشف، حبیب، مجاہد، شاہد اور شمس جبکہ گرلز میں شہلا، شمس کی مثنیٰ، فریحہ اور ندا شامل تھیں۔

پھول فزیکل ڈس ایبلٹی انفرمیشن کلب قائم کر دیا گیا

جسمانی معذور بچوں کیلئے خوشی کی خبر ..... علاج کیلئے مفت معلومات فراہم کی جائیں گی۔ پھول فزیکل ڈس ایبلٹی انفرمیشن کلب قائم کر دیا گیا۔ سید مرتضیٰ حیدر کلب کے انچارج ہوں گے۔ لاہور (نمائندہ خصوصی) پھول نے بچوں کی خدمت کے ایک اور میدان میں قدم رکھ دیا ہے۔ یہ ان ساتھیوں کیلئے ہے جو زندگی کے کسی حصے میں پولیو جیسی کسی بیماری یا حادثے کے باعث جسمانی طور پر Disable ہو گئے ہیں۔ ان کی زندگی میں امید لانے اور انہیں علاج کی بہتر راہ

بقیہ صفحہ 63 پر

پھول کلب کوئٹہ کے خاران کے دورہ کے مختلف مناظر

جھنگ کلب والے "پیپی پھول مارننگ" سے لطف اندوز ہوئے

تعاون: النوید فاؤنڈیشن سکول اور البلال ویلفیئر سوسائٹی جھنگ نے کیا

اہتمام: النوید فاؤنڈیشن سکول جھنگ، البلال ویلفیئر سوسائٹی (رجسٹرڈ) جھنگ پاکستان، رپورٹ: چوہدری گلزار احمد خضر پھول کلب جھنگ نے رنگارنگ پروگرام کا اہتمام النوید فاؤنڈیشن سکول رشید چوک جھنگ میں البلال ویلفیئر سوسائٹی (رجسٹرڈ) جھنگ پاکستان کے خصوصی تعاون سے کیا۔ پروگرام کے شروع میں تلاوت کلام پاک (حسن قرأت) کا مقابلہ ہوا

بقیہ صفحہ 63 پر

پھول وہاڑی پیپسی کولا ملتان کے دورہ پر

سیف الرحمٰن فاروقی سند وصول کرتے ہوئے

احسان محمود ٹیپو کو صدمہ

پھول کلب ہارون آباد کے صدر احسان محمود ٹیپو کی والدہ قضائے الٰہی سے گزشتہ روز انتقال کر گئیں۔ ایڈیٹر بھیا اختر عباس پھول کلب پاکستان کے انچارج محمد اعظم ہادی اور پھول ٹیم کے دیگر افراد نے ان سے تعزیت کا اظہار کیا ہے اور مرحومہ کی مغفرت کی دعا کی ہے۔ اللہ انہیں یہ صدمہ برداشت کرنے کی ہمت و توفیق دے۔ (آمین)

ملکوال میں 12 ربیع الاول اور پھول کلب کا افتتاح

تعمیر اخلاق سیکنڈری سکول کی پرنسپل کے تعاون سے سکول ہی میں ایک پروقار تقریب کا اہتمام کیا گیا۔ اس تقریب میں بچیوں نے نعتیں پڑھیں۔ عاطفہ انصار، عظمیٰ اشرف، راحیلہ، عاصمہ نواز، سمیرا اور ثمن کا تعلق کلاس نرسری سے تھا۔ نعتوں کے بعد تقاریر کا سلسلہ شروع ہوا۔ بچیوں نے بڑے خوبصورت اور اچھوتے انداز میں حضور اکرم کی سیرت طیبہ پر روشنی ڈالی۔ تقریر پیش کرنے والے بچوں کے نام درج ذیل ہیں۔ صبا جاوید بجم، شاہدہ اکرم بجم، عاطفہ انصار ششم، صائمہ انور ہفتم اور صبا نوید دہم اسکے بعد تمام بچیوں نے ننھی بچی ثمن کے ساتھ مل کر قصیدہ بردہ شریف پڑھا۔

جلال پور پیروالہ میں پھول گرینڈ شو 2000ء

رپورٹ: فریحہ جاوید، اہتمام: جاوید اقبال تبسم۔ سیدہ طاہرہ نورین، کمپیئرنگ: مس صغریٰ ملکپول کے ماٹو تعلیم تفریح تربیت پر عمل پیرا ہوتے ہوئے پھول کلب جلال پور نے ایک پھول گرینڈ شو کا اہتمام کیا۔ جسکی صدارت مس روبینہ تبسم نے کی۔ مہمانوں میں نذیر قاسم جعفری، شاکرہ جعفری شامل تھے۔ تقریب کا باقاعدہ آغاز تلاوت قرآن پاک سے ہو جسکی سعادت حافظ غضنفر نے حاصل کی۔ نعت رسول مقبول کیلئے ساجدہ تسیم، اسماء، نادیہ اور نصرت آئیں اس کے بعد طاہر نورین جعفری نے پھول کلب کے مقاصد بیان کئے اور کہا کہ ہمارے شہر میں بچوں کے حوالے سے سرگرمیاں نہ ہونے کے برابر ہیں اس لئے پھول کلب کا قیام عمل میں لایا گیا ہے۔ مدیحہ بتول نے وطن کی محبت میں ایک ملی نغمہ سنایا۔ مہمانوں کو خوش آمدید پیش کرنے کیلئے لڈی میں سارہ، غزالہ، روبینہ افضل، حمیرا افضل نے پرفارمنس دی۔ دو ننھی سی بچیاں حمیرا افضل، غزالہ علی نے میرا دیس ہے پاکستان پر خوبصورت پرفارمنس دی۔ میوزیکل چیئرز کا مقابلہ ساجدہ تسیم نے جیتا۔ مزاحیہ نظموں میں بذحرام اول آیا۔ اچھے ڈریس مقابلے پر شازمہ، ارشاد زونی اور شازیب کو انعام دیا گیا۔ اس نے بعد تقاریر اور ملی نغمہ کے مقابلے میں نادیہ علی اور نصرت رابعہ اول آئیں انعامات کا سلسلہ شروع ہوا مس صغریٰ کو بہترین تیاری اور کمپیئرنگ پر انعام دیا گیا۔ لڈی میں حمزہ افضل، نادیہ علی، نصرت رابعہ کو انعام دیا گیا بچوں کی اچھی تیاری پر مس عابدہ کو خصوصی ایوارڈ دیا گیا

بوچھال کلاں میں پھول کی تقریب

پھول کلب کوئٹہ پانچ روز تک خاران میں مہکتا رہا

پہلا پروگرام "پھول سٹڈی و پھل" ڈگری کالج خاران کے طلبہ کیلئے منعقد کیا گیا

رپورٹ: طارق رستی تقریب کا آغاز تلاوت کلام پاک سے ہوا جس کی سعادت حافظ عطاءاللہ کو نصیب ہوئی۔ بعد ازیں پھول کلب کوئٹہ کے صدر نعمان شاہ سید نے پھول کلب اور خصوصاً سٹڈی و پھل کے مقاصد بیان کرتے ہوئے کہا کہ ہم بچوں میں مطالعے کے شوق کو فروغ دینے کیلئے کوشاں ہیں۔ پروگرام میں بہترین تبصرہ نگار سال دوم کے طالبعلم عبدالمالک قرار پائے۔ جبکہ عطاءاللہ سال اول، وقار احمد سال دوم بالترتیب دوم اور سوم قرار پائے۔ تقریب کے مہمان خصوصی ڈگری کالج خاران کے پرنسپل جناب حاجی عبدالکریم نے تقریب کے اختتام پر اپنے خطاب میں کہا کہ ہمارے نوجوان طلبہ میں بھرپور صلاحیتیں موجود ہیں۔ پروگرام میں سٹیج سیکرٹری کے فرائض ریاض توقیر نے سرانجام دیئے۔ پروگرام کے پہلے روز شام کو پھول کلب کے زیراہتمام تاریخ خاران کا پہلا مشاعرہ بمقام خاران ڈگری کالج منعقد کیا گیا۔ مشاعرے کے مہمان خصوصی ضلع خاران کے ڈپٹی کمشنر افتخار الاسلام شاہ تھے جنہوں نے پھول کلب کے اس ادبی رجحان کو بہت سراہا۔ مشاعرے کے صدر مجلس شاعر خاران جناب خواتی خان تھے۔ منظر کی جون اسسٹنٹ پروفیسر ڈگری کالج خاران جو بی کے رہنے والے صوبہ بلوچستان کے معروف شاعر ہیں بہت ہی خوبصورت اشعار سنائے اس کے علاوہ شعرا کرام میں فضل الرحمٰن عطاء، محمد احمد مروت، نعمت حنیف، علاؤالدین بلوچ، شمس الفخر، غلام علی فردوس، راج علی فقیر، میر بالاچ نام، شمک بلوچ اور میریان

بقیہ صفحہ 63 پر

پھول کلب جلال پور پیروالا کا گرینڈ شو

بقیہ: ایوارڈ

کہ وہ پھول کلب کے ذریعے بچوں کی آوازوں کو سمیٹ کر ان کا گلدستہ بنا کر حکومت اور معاشرے کے سامنے پیش کر رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ پھول کلب کا دائرہ 62 شہروں سے نکل کر ملک کے چالیس ہزار دیہات تک پھیلنا چاہئے۔ صوبائی وزیر ڈاکٹر خالد رانجھا نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ مجید نظامی صاحب پھول میگزین کے ذریعے بچوں میں حب الوطنی اور ملک سے محبت کی سوچ اور جذبہ پیدا کر رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ پھول میگزین کی تحریروں کے ذریعے بچوں میں قوت برداشت اور جھوٹ سے نفرت کی عادت پیدا ہو جائیں اور والدین کو بھی چاہئے کہ بچپن سے بچوں میں کتابیں پڑھنے کا شوق پیدا کریں۔ تقسیم ایوارڈ کی تقریب سے محمد اعظم بلا، عفت شیخ، امجد علی رضوی، تسنیم کوثر اور ڈاکٹر اکرم الحق نے بھی خطاب کیا۔ تقریب کے اختتام پر مہمان خصوصی نے بہترین کارکردگی کا مظاہرہ کرنے والے پھول کلب کے ممبران میں ایوارڈ اور اسناد تقسیم کیں۔ اس موقع پر صوبائی وزیر ڈاکٹر خالد رانجھا، صوبائی وزیر مس شاہین عتیق الرحمان، نوائے وقت کی عفت شیخ اور پروگرام کے سپانسر محمد ریاض چوہدری کو ایوارڈ تقریب میں شرکت کی یادگاری شیلڈز پیش کی گئیں۔ نوائے وقت کے چیف ایڈیٹر اور محفل کے صدر جناب مجید نظامی کی شیلڈ ڈپٹی ایڈیٹر ارشاد احمد عارف نے وصول کی۔ کہانی گھر کے سلسلے میں پہلا انعام ملتان کے نعیم اقبال، پھول کی بہترین لیڈی رائٹر کا ایوارڈ جویریہ انجم بٹ اور میل رائٹر کا ایوارڈ اظہر عباس اعوان نے وصول کیا۔ جبکہ بہترین صوبائی صدر گرلز ونگ کا ایوارڈ سعدیہ اکرم کے حصہ میں آیا۔ ان کے علاوہ تمام تقریب میں شرکت کرنے والے پھول کلب پاکستان کے تمام صدور اور سیکرٹریوں میں شرکت کی اسناد تقسیم کی گئیں۔

بقیہ: چونکا

زیر اہتمام تقریب تقسیم انعامات منعقد ہوئی۔ جس کی صدارت ہیڈ ماسٹر سکول ہذا میاں محمد منشاء سلیمی نے کی جبکہ مہمان خصوصی پرائیویٹ سکولز ایسوسی ایشن تحصیل دہاڑی کے صدر حافظ محمد جمیل تھے (اس تقریب میں مقابلہ نعت کے پوزیشن ہولڈرز اور ان بچوں کو جنہوں نے سالانہ امتحان منعقدہ 2000-1999ء میں اپنی کلاسز میں نمایاں پوزیشنیں حاصل کیں تھیں۔ انکو پھول کلب کی طرف سے انعامات سے نوازا جانا تھا) پروگرام کا باقاعدہ آغاز تلاوت قرآن پاک سے ہوا یہ سعادت مدثر سلیمی نے حاصل کی۔ جبکہ آنحضرت ﷺ کی شان میں ہدیہ عقیدت مدثر مصطفیٰ نے پیش کیا۔ پروگرام سے خطاب کرتے ہوئے پھول کلب دہاڑی کے صدر ذیشان شیخ نے کہا کہ ماہنامہ پھول پاکستان کو ایک ایسا تابناک مستقبل تیار کر کے دینا چاہتا ہے جس کے سپنے ہمارے بڑے ایک عرصے سے اپنی آنکھوں میں سجائے بیٹھے ہیں۔ حافظ محمد جمیل صدر پرائیویٹ سکولز ایسوسی ایشن دہاڑی نے کہا کہ پھول کلب دہاڑی جس لگن سے اپنے مقاصد (تعلیم، تفریح اور تربیت ایک ساتھ) کی تکمیل کیلئے کوشاں ہے وہ قابل تحسین ہے۔ پروگرام کے صدر جناب میاں محمد منشاء سلیمی ہیڈ ماسٹر سکول ہذا نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ آج پھول کلب نے ہمارے سکول کے بچوں کو انعامات دیکر یہ ثابت کر دیا ہے کہ پھول اور پھول کلب والے نہ صرف ہمیشہ اچھا سوچتے اور اچھا کر کے دکھاتے ہیں بلکہ اچھا سوچنے اور اچھا کر کے دکھانے والوں کی حوصلہ افزائی بھی کرتے ہیں۔ سکول کے سیکنڈ ہیڈ ماسٹر جناب عبدالستار گوہر صاحب نے بھی پھول کلب کے اس اقدام کو سراہا۔ آخر میں انعامات تقسیم کئے گئے کلاس ششم سے اعجاز احمد، محمد احسن اور شہریار بالترتیب اول، دوم اور سوم آئے۔ کلاس ہفتم سے عمر فاروق، محمد شہریار خان اور ساجد اقبال بالترتیب اول دوم اور سوم کلاس ہشتم سے محمد رمضان یوسف، مبشر مجید، مشتاق احمد بالترتیب اول دوم اور سوم کلاس نہم (بوائز) سے محمد ہارون حنیف، سجاد رفیق اور خالد جمیل نے بالترتیب اول دوم اور سوم آئے۔ کلاس دہم سے محمد مزمل سلیمی، منصور احمد اور ذوالفقار احمد بالترتیب اول دوم اور سوم آئے ان سب انعام یافتگان اور مقابلہ نعت خوانی کے پوزیشن ہولڈرز کو پھول کلب دہاڑی کی طرف سے میڈلز دیے گئے جبکہ حافظ محمد مزمل سلیمی کو مجموعی طور پر سکول بھر میں سے اول اعجاز احمد اور محمد احسن کو سکول بھر میں سے دوم اور سوم پوزیشنز حاصل کرنے پر پھول کلب دہاڑی کی طرف سے شیلڈز پیش کی گئیں۔

بقیہ: دورہ

گزرتے ہوئے واشنگ پلانٹ پر گئے جہاں پر بوتلیں آٹومیٹک پلانٹ کے ذریعے گرم پانی سے دھوئی جاتی ہیں۔ گودام میں بوتلوں کا سٹاک دیکھ کر سب کے منہ میں پانی آ گیا (بھئی تعجب ہے) اسکے بعد ہمیں فلنگ پلانٹ پر لے جایا گیا جہاں پر پیپسی کولا کی فلنگ ہو کر مشین لگ رہے تھے۔ بچوں نے وہاں پر تصویریں وغیرہ بنوائیں۔ پھر بچوں کو اس جگہ پر لے جایا گیا۔ جہاں پر انجینئر ٹیوب لائٹ کی تیز روشنی میں پیپسی کولا کو مزید چیک کر رہے تھے کہ کہیں اس میں کوئی کیڑا یا کوئی دوسری چیز تو فلنگ کے دوران شامل نہیں ہو گئی۔ بوتلوں کی ایک لمبی قطار آٹومیٹک پلانٹ کے ذریعے خود بخود حرکت کرتی ہوئی آگے بڑھ رہی تھی۔ انجینئرز خراب بوتلیں نکال کر دوبارہ فلنگ کیلئے دوبارہ بھجوا رہے تھے۔ اسکے بعد ہمیں لیبارٹری میں لے جایا گیا جہاں پر پیپسی کولا میں شامل مختلف اجزاء کی مقدار چیک کی جاتی ہے۔ ہمارے گائیڈ عارف صاحب نے بتایا کہ ہم ہر بیچ پیپسی کولا انٹرنیشنل والوں کو اپنا معیار چیک کرواتے رہتے ہیں۔ پھر ہمیں اس کمرے میں لے جایا گیا جہاں بڑے بڑے ٹینک پڑے تھے۔ ہمارے گائیڈ کے مطابق یہ ٹینک پیپسی کولا کے سیرپ سے فل تھے۔ کچھ دیر کے بعد ہم ابن قاسم پارک قلعہ کہنہ قاسم ملتان پہنچے۔ پھر برصغیر کے عظیم روحانی پیشوا حضرت بہاؤ الدین ذکریا ملتانیؒ اور انکے بیٹے حضرت شاہ رکن الدین عالمؒ کے مزاروں پر حاضری دی گئی اور پھول چڑھائے گئے۔ اسکے بعد ہم اپنی آخری منزل شاہ شمس پارک کی طرف روانہ ہوئے۔ شاہ شمس پارک میں ہم شام کے وقت پہنچے تو وہاں کی رنگ برنگی لائٹنگ نے نظروں کو خیرہ کیا۔ شاہ شمس پارک میں سب نے بوٹنگ سے بھی لطف اٹھایا گیا۔ مختلف قسم کے جھولوں سے سب لطف اندوز ہوئے۔ دسیع رقبے پر پھیلے ہوئے اس پارک میں بے شمار مختلف قسموں کے جھولے اور بے شمار خوبصورت سبزے کے پلاٹس تھے۔ ہم رات تقریباً 9 بجے تک شاہ شمس پارک میں رکے اور پھر واپس وہاڑی روانہ ہوئے۔

بقیہ: ٹیکسلا

صاحب ہمارے میزبان تھے۔ ہیوی مکینیکل کمپلیکس ٹیکسلا چین کی امداد سے 1971ء میں قائم کی گئی۔ مکینیکل کے شعبہ نے دسمبر 1971ء میں کرشنگ پلانٹ کا آغاز کیا۔ یہ شعبہ اب تک 26 پلانٹ بنا چکا ہے۔ جن میں سے 8 ایکسپورٹ کئے گئے ہیں۔ جن ممالک کو یہ پلانٹ بھجوائے گئے ان میں بنگلہ دیش کینیا اور سوڈان شامل ہیں۔ یہ شعبہ چینی سیمنٹ آئل اینڈ گیس ریفائنریز اور فرٹیلائزر کے کارخانوں کیلئے مکمل پلانٹ تیار کرتا ہے۔ فونڈری فورج ورک کا شعبہ کیمیکل پلانٹ روڈ رولرز سٹیل اور دیگر ہیوی کنسٹرکشن مشینری بناتا ہے۔ 500 ٹن کیپسٹی کی ورکشاپ ٹرین، اسفالٹ مکسنگ پلانٹ، تھرمل پاور پلانٹ، بوائلر، ہائیڈل پاور گیٹ (ڈیموں کیلئے) بھی تیار کیے جاتے ہیں۔ پانچ میگاواٹ تک کے ٹربائن کے تمام پارٹس فورجنگ کاسٹنگ وغیرہ کا کام بھی یہ شعبہ کرتا ہے۔ اب تک یہ شعبہ تربیلا ڈیم خانپور ڈیم اور ورسک ڈیم کیلئے مشینری کی تیاری کے علاوہ بیرون ممالک کینیا، سری لنکا اور بنگلہ دیش کو بھی مشینری ایکسپورٹ بھی کر چکا ہے۔ جاوید قاضی صاحب نے مزید بتایا کہ فیکٹری میں پہلے 3500 ورکر کام کرتے تھے مگر ڈاؤن سائزنگ کے بعد اب 1400 ورکر کام کر رہے ہیں۔ ورکروں کیلئے تین سکول ایک کالج ایک گرلز سکول اور ایک ہسپتال بھی قائم کی گئی ہے اور ورکروں کیلئے رہائشی کالونی بھی موجود ہے۔

بقیہ: ڈس ایبلٹی کلب

دکھانے کیلئے نہ صرف مفت معلومات فراہم کی جائیں گی بلکہ علاج کا طریقہ بھی بتایا جائے گا۔ معلومات کے موضوعات فوری طور پر انٹرنیٹ پر اردو اور انگریزی میں بھی دستیاب ہوں گے۔ (1) جسمانی معذوری کیا ہے۔ (2) جسمانی معذوری کے اسباب کیا ہیں۔ (3) معذوروں کے ساتھ رویہ۔ (4) معذوری کا بغیر آپریشن علاج۔ (5) معذوری کا سرجری کے ذریعے ممکن علاج۔ ایڈیٹر پھول نے سید ارتضیٰ حسن کاظمی کو اس کلب کا انچارج مقرر کیا ہے۔ ان سے براہ راست رابطے کیلئے

Irtaza Kazmi @ Hotmail.com

PHOOL PHYSICAL DIS ABILITY INFORMA-TION CLUB

بقیہ: بیچ مارننگ

جس میں سٹارز لینڈ کیڈٹ سکول کی سمیرا صدیق نے تیسری، النوید فاؤنڈیشن سکول جھنگ کی مریم بی بی نے دوسری اور ڈان ماڈل سکول کی آسیہ بتول نے پہلی پوزیشن حاصل کی جبکہ مقابلہ نعت خوانی میں سٹارز لینڈ کے مصطفیٰ نے پہلی، النوید فاؤنڈیشن سکول کی ساجدہ اور ڈریم لینڈ سکول جھنگ کی طیبہ غازی نے مشترکہ طور پر دوسری جبکہ سٹارز لینڈ کیڈٹ سکول جھنگ کی سمیرا نے تیسری پوزیشن حاصل کی۔ محمد باری تعلق پیش النوید فاؤنڈیشن کی سائرہ اور نجمہ حسن نے۔ جبکہ منقبت پیش کی رخسانہ کوثر اور شرین نے ان کا تعلق ڈان ماڈل سکول جھنگ سے تھا۔ موقع پر پرائیویٹ سکولز ایسوسی ایشن ضلع جھنگ کے صدر ڈاکٹر محمد یسین جاوید، پھول کلب جھنگ کے چیف صدر چوہدری گلزار احمد فخر، النوید فاؤنڈیشن سکول جھنگ کے پرنسپل قصور بخاری، سٹارز لینڈ کیڈٹ سکول جھنگ کے پرنسپل خرم آکاش، ڈان ماڈل سکول جھنگ کے پرنسپل محمد اسحاق اور ڈریم لینڈ سکول کے پرنسپل بھی موجود تھے سب سے پہلے مزاحیہ قوالی پیش کی ڈان ماڈل سکول کے بچوں عادل اور ساتھی نے پیش کیا اور مہمانوں کو خوب ہنسایا۔ اب باری تھی تقریری مقابلہ بعنوان "12 ربیع الاول کے تقاضے اور ہم" کی جس میں النوید فاؤنڈیشن کی فضیلہ مظہر نے اول، سٹارز لینڈ کیڈٹ سکول کی تحریم نے دوم اور ڈان ماڈل سکول جھنگ کی سمیرا نے سوم پوزیشن حاصل کی۔ مقابلہ میں آسیہ بتول ڈان ماڈل سکول، سٹارز لینڈ کے اطہر، رحیم، النوید فاؤنڈیشن کی سائرہ ممتاز نے بھی حصہ لیا۔ ملی نغمہ اے میرے زندہ وطن پیش کیا نجمہ حسن نے جن کا تعلق تھا النوید فاؤنڈیشن سے۔ پی ٹی وی مزاحیہ خاکہ "دوست اور نوکر" پیش کیا سمیرا امیر حسین اور ساتھیوں نے جس پر مہمانوں نے انہیں خوب داد دی اس کے بعد خوبصورت ٹیبلو پیش کیا ڈان سکول کی زاہدہ، ساجدہ اور ساتھیوں نے انہوں نے بھرپور رقص کا مظاہرہ کیا۔ اب باری تھی مزاحیہ خاکہ "فرشتے اور مردے" کی جس میں نیلما تبسم اور ساتھیوں نے بھرپور اداکاری کی اور مہمانوں کو ہنسنے پر مجبور کر دیا ان کا تعلق تھا ڈان ماڈل سکول جھنگ سے۔ النوید کی فائزہ اور ساتھیوں نے پیش کیا ملی نغمہ اس پرچم کے سائے تلے۔ اب باری تھی پوئٹری کی جو کہ سنائی النوید سکول کے انس اقبال، سٹارز لینڈ کیڈٹ سکول کی شاہ گلزار، سمیرا اقبال، مصباح، شازیہ علی، علی حیدر، سونیا اور شبانہ نے۔ جبکہ ملی نغمہ سنایا رخسانہ، احسان، محمد خالد اور صنم نے ان کا تعلق تھا النوید فاؤنڈیشن سکول جھنگ سے۔ اس کے علاوہ اسی سکول کے بچوں آسیہ، شازیہ، انس اور خالدہ نے بھی خوبصورت ملی نغمہ سنایا۔ ہم ہیں پاکستانی، سی بی تیار ہو جائیں اب باری ہے مزاحیہ خاکہ کی جو کہ پیش کیا ڈریم لینڈ سکول کے بچوں ذیشان، کومل اور فائزہ نے انہوں نے خاکہ میں پاکستان کے موجودہ امتحانی نظام کو خوبصورت انداز میں طنز کا نشانہ بنایا۔ تقریر بعنوان "بچے اور ٹی وی" پیش کی النوید فاؤنڈیشن سکول جھنگ کی کشور حمید نے سنائی۔ پروگرام کے آخر میں مزاحیہ خاکہ النوید فاؤنڈیشن ہی کی بچیوں شازیہ اور سائرہ نے پیش کیا۔ پروگرام کے آخر میں مہمانوں نے اپنی تقریروں میں پھول کلب جھنگ کی کارکردگی کو سراہا اور ایک ہی ماہ میں دو پروگرام کروانے پر مبارکباد بھی دی۔

بقیہ: کوئٹہ

ریاض توقیر شامل تھے جنہوں نے بلوچی، پشتو، براہوی زبان میں اپنے اشعار سنائے۔ دوسرا روز پھول کلب کے نہایت مقبول سلسلے "پھول کہانی گھر" کی تعارفی تقریب منعقد کی گئی۔ پروگرام شروع ہوا تو ماڈل ہائی سکول کے زبیر علی نے تلاوت کلام پاک پبلک سکول کے خالد محمود نے نعت رسول مقبول ﷺ پیش کرنے کی سعادت حاصل کی۔ ملی نغمے کیلئے پاک پبلک سکول کے ہی شوکت علی کو دعوت دی گئی۔ پروگرام کے مہمان خصوصی خاران کے ڈسٹرکٹ ایجوکیشن آفیسر جناب عبدالرشید بلوچ نے کہا کہ خاران میں پھول کلب کا یہ اقدام قابل تقلید اور قابل تعریف ہے۔ نتائج کے مطابق اول پوزیشن لیاقت علی، حیدر علی دوم عبدالبصیر نے سوم پوزیشن حاصل کی حوصلہ افزائی کا خصوصی انعام حاکم علی اور زبیر علی نے حاصل کیا۔ تیسرے روز کے ڈی ایف پبلک سکول خاران میں "پھول محفل" سجائی گئی جس میں ننھے بچوں نے مختلف آئٹم پیش کئے جن میں تقسیمیں، لطیفے، پہیلیاں اور ایسے ہی دیگر آئٹم پیش کئے گئے۔ شاکر بی بی کی نظم بہت پسند کی گئی۔ سکول کی انتظامیہ نے پھول کلب کا بھرپور ساتھ دیا۔ مہمان خصوصی بلوچستان کے معروف شاعر ڈگری کالج خاران کے اسسٹنٹ پروفیسر منظور جوہر صاحب نے تقریب سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ پھول کلب کے ساتھ عوام اور سکولوں کی انتظامیہ ہے۔ جہاں ہم جانے والے تھے وہ تھا روز قلات تھا جو خان آف خاران کا گرمائی صدر مقام تھا ہمارا یہ مختصر سا قافلہ پون گھنٹے کی مسافت کے بعد نوروز قلات پہنچ گیا۔ جہاں ہم سب سے پہلے علاقے کے مولوی صاحب سے ملے جن سے علاقے سے متعلق ابتدائی معلومات حاصل کیں۔ یہاں مقامی رسم و رواج کے مطابق انہوں نے ہمیں خاطر مدارت کے بغیر اپنی بیٹھک سے نکلنے نہ دیا۔ وہاں سے نکلے تو خان آف خاران کا قلعہ دیکھنے کا اشتیاق بہت بڑھ گیا تھا اور آخر کار ہم وہاں پہنچ گئے۔ یہ نہایت خوبصورت اور بہترین انداز میں تعمیر تھا۔ اسی شام یعنی چوتھے روز ہی ہم پروگرام کے مطابق "بی بی بزرگ" کے مقام کیلئے روانہ ہوئے۔ بی بی بزرگ کا مقام اپنے سبزے اور خوبصورتی کیلئے خاران میں بہت مقبول پکنک سپاٹ ہے۔ اس تمام محفل میں ڈاکٹر ایوب کے "شوشے" ایک الگ حیثیت میں نظر آتے تھے۔ اس کے علاوہ ہم کافی دیر تک منظور جوہر صاحب کی شاعری سنتے رہے۔ ایک موڑ پر جب صدر پھول کلب کوئٹہ نعمان شاہ سید اپنے شعر سنانے لگے تو ہم نے گھیر گھار کر گانا گانے کیلئے تیار کر لیا پھر انہوں نے ہمیں ایک خوبصورت غزل ترنم سے سنائی۔ اختتامی تقریب کیا ہم حقیقتاً "آزاد ہیں" کے موضوع مباحثہ کے تحت منعقد ہونے والی اختتامی تقریب تقسیم انعامات برائے "پھول تعارفی میلہ" ڈگری کالج خاران کے آڈیٹوریم میں منعقد کی گئی تقریب میں مباحثہ کے علاوہ ایک ملی نغموں کا مقابلہ بھی شامل تھا۔ تقریب کے مہمانوں میں علی رضا صاحب منیجر حبیب بینک خاران، میڈیکل آفیسر نوروز قلات جناب ڈاکٹر الیاس اور پروگرام کے مہمان خصوصی خاران ڈگری کالج کے پرنسپل جناب حاجی عبدالکریم تھے۔ تلاوت کلام پاک کی سعادت حافظ عبدالرحمان نے حاصل کی۔ مہمان خصوصی کی آمد پر آڈیٹوریم کے دروازے سے داخل ہونے سے پہلے انہیں پی ٹی شو کا نظارہ کرایا۔ جس کے لئے قلعہ ہائی سکول اور ماڈل ہائی سکول کے سکاؤٹس کی مدد لی گئی تھی ان سکولوں کے اساتذہ امیر محمد اور خیر بخش نے بچوں کو خوب تیاری کروائی تھی۔ انہوں نے اپنے خطاب میں کہا کہ پھول کلب نے نہایت ہی اچھی سطح پر اس پروگرام کا انعقاد کروایا۔ نتائج کے مطابق مقابلہ مباحثہ بعنوان کیا ہم حقیقتاً آزاد ہیں میں پہلی پوزیشن جاوید اختر ماڈل سکول قلعہ دوم محمد اکرم ماڈل ہائی سکول خاران اور سوم عمران خان پاک پبلک سکول خاران کے طالبعلم نے حاصل کی۔ ملی نغموں کے مقابلے میں پہلی پوزیشن رجب علی نے حاصل کی جن کا تعلق پاک پبلک سکول سے تھا جبکہ دوم ماڈل سکول قلعہ کے منظر علی اور سوم نوروز قلات ہائی سکول کے غلام مرتضیٰ نے حاصل کی۔ جج کے فرائض خاران ڈگری کالج کے اساتذہ غلام مصطفیٰ، محمد اشرف اور حافظ عبداللہ نے سرانجام دیئے۔ پروگرام کے مہمان خصوصی عبدالکریم صاحب نے انعامات تقسیم کئے

ٹیلی فونک کالم

پھول کا مقبول عام کالم..... جس میں آپ ہر جمعرات اور جمعہ دو بجے سے چار بجے تک فون نمبر 6367551-54 پر براہ راست ایڈیٹر بھیا سے باتیں کر سکتے ہیں' شکایتیں لگا سکتے ہیں' تبصرے سنا اور مشورے لکھوا سکتے ہیں۔

کیا ہم بھی بندہ مار سکتے ہیں۔ گلشن راوی سے یہ سوال کنول خاں (دہم) نے کیا۔ ضرور! بس دھیان رہے سیدھی دفعہ 302 لگتی ہے کنول عادل منہاج کی کہانی گیم اوور کے حوالے بات کر رہی تھیں کہنے لگیں مجھے تو کہانی سب سے زیادہ پسند آئی۔ آپی کو اب تک یقین نہیں آیا۔ ارے بھئی آپی سے کہیں پریشان نہ ہو۔ ہمارے ہاں بہت سے کام یقین نہ ہونے کے باوجود ہوتے رہتے ہیں۔
کنول نے بتایا پھول بھی کیا دوست ہے ہمیں بہتر ہونے میں خوب مدد کرتا ہے اور احساس دلائے اور جتائے بغیر۔

O...... روجھان ڈیرہ غازی خاں سے عامر ندیم نے کہا سارا شمارہ ہی اچھا تھا۔ ٹائٹل بڑا مزے دار لگا۔ اداریہ۔ شعر نیا اور الحدیث سب سے پہلے پڑھے۔

O...... آمنہ احتجاب کا فون بالواسطہ آیا۔ کسی نے گوجرانوالہ سے گلہ کیا تھا کہ کولڈ کیک خراب ہو گیا۔ وہ کہہ رہی تھیں لاہور میں تو ٹھیک بنا تھا۔ گوجرانوالہ کی آب و ہوا کا اثر لگتا ہے۔ شکر گڑھ سے ایک پیغام تھا۔ نام ہم بھول گئے۔ بتانے والے نے بتایا کہ نگری کی ساری ڈشیں باری باری بنائیں اور ساری ہی خوب بنیں۔ منہ ذائقے سے اور پیٹھ شاباش سے بھری تھی۔ O...... ٹاؤن شپ سے حرا امجد اور اقصیٰ امجد سے بات ہوئی پوچھ رہی تھیں آپ نے کارٹون نہیں چھاپے۔ ہم نے ہنس کر کہا چھاپے تو تھے اب ایسے کچے بھی نہیں چھاپے کہ صفحے سے ہوا میں تحلیل ہو گئے ہوں۔ صفحہ نمبر 23 نکالیے۔ امید ہے کچھ خیر تو پڑ ہی جائے گی۔ جواباً اقصیٰ کی کھی کھی سنائی دی۔ سارے لوگ کب اتنے بہادر ہوتے ہیں کہ کچھ مان کر سوری کہہ لیں۔

O...... ریلوے پولیس لائن سے بلال نے بتایا کہ صغریٰ کو خوب ڈانٹ پڑی ہے۔ امی نے خوب غصہ کیا کہ اس نے گھر سے بول کر جہنم سے بولنا کیوں کہا۔ پھر سمجھایا کہ ایسے تھوڑا ہی بولتے ہیں پھر غصہ ہوئیں کہ تم کو جہنم میں ہی ہونا چاہئے۔ ہم نے کہا بلال میاں امی سے کہیں غصہ واپس لے لیں۔ کون جانے جہنم میں فون پہ بولنے کی اجازت ہو گی بھی یا نہیں۔

O...... شکر گڑھ سے محمد۔ ثمر۔ ریاض نے شان شہید شبی کی تعریف کی بولے دل کو لگتی ہے جا کر۔ مگر گیم اوور کی سمجھ نہیں آئی۔ ہاں دلچسپ ضرور لگی۔ ہم نے پچھلے دنوں ایک فلم دیکھی دی فرسٹ کڈ۔ یعنی صدر امریکہ کے صاحبزادے کے متعلق تھی۔ اس میں بھی کمپیوٹر کا خوب استعمال تھا۔ کچھ بھی ممکن ہے موقع ملے تو فلم دیکھ لیجئے گا۔

O...... دردانہ پروین (ایف اے) نے لاہور کینٹ سے پوچھا بھیا آپ کے کسی پروگرام میں آنا ہے۔ ساری ٹیم سے ملنا ہے۔ جانے کیسے لوگ ہیں اپنے اپنے کام میں لگے رہتے ہیں۔ اتنی خوشی دیتے ہیں تو کس قدر خوشی پاتے ہوں گے۔

O...... شہداد کوٹ سندھ سے عبدالغفار پندرانی نے فون کیا میں اس وقت بس اڈے پہ کھڑا ہوں لاہور آنے والا

O...... پھول وفد 3 اگست کو تھر کے بچوں سے ملنے سندھ جا رہا ہے

O...... ہمیں تو ویسے ہی یاد آیا کہ کبھی گوجرانوالہ میں سنگنگ کمپٹیشن ہوا کرتے تھے

O...... ابو جتنے خاموش ہیں، بیٹی اتنی ہی چہکتی ہے

ہوں۔ ہم نے کہا بسم اللہ جلدی آئیں۔ تاکہ پھول ٹیم کے دورہ سندھ کی تفصیلات طے کی جا سکیں۔ انشاء اللہ 3 اگست کو لاہور سے روانگی ہے بذریعہ شالیمار۔ نواب شاہ اتریں گے جہاں ہمارے پرانے دوست عمر خیام میزبان ہوں گے یہ اب عمر شیخ کہلاتے ہیں اور نواب شاہ پولیس کے ایس پی ہیں۔ وہاں سے لاڑکانہ، سیہون اور تھر جائیں گے اور تھر کے بچوں کیلئے پھول کی طرف سے تحائف تقسیم کریں گے۔ وفد کی تعداد محدود ہے۔ پھر بھی جو ساتھی جانا چاہیں وہ پھول قحط سالی فنڈ میں اپنا معقول حصہ ڈالیں اور فون پر رابطہ کریں۔

O...... گوجرانوالہ سے ندا شاء نے اپنے پروگرام کی کوریج پر خوشی کا اظہار کیا۔ ہم نے بھی اطمینان کا سانس لیا۔ ندا ہمیشہ گلے شکوے سے بھرپور فون کرتی ہیں۔

O...... فوراً بعد گوجرانوالہ سے حمیرا چاندنی کا فون آ گیا۔ ان کی بہن نائلہ آپی بھی موجود تھیں یہ وہاں کہانی گھر کی صدر ہیں۔ اور کچھ اچھا سا کام کرنے کیلئے پر تول رہی ہیں۔ ہمیں ویسے ہی یاد آیا کبھی گوجرانوالہ میں سالانہ پھول سنگنگ کمپٹیشن ہوا کرتے تھے۔ واہ کیا دن تھے۔

O...... ملتان ممتاز آباد سے فروہ اکمل ہاشمی نے کہا ایک شکایت ہے ممبر شپ فارم نہیں ملا۔ ہم نے جھٹ سے غضنفر کی طرف دیکھا انہوں نے عثمان کی طرف دیکھا۔ عثمان نے چہرے پر آئے پسینے کو نظر انداز کرتے ہوئے کہا وہ جی میں امتحان میں مصروف تھا اس لئے فارم وقت پر روانہ نہیں کر سکا۔ اب سارے نمٹا رہا ہوں۔

O...... خان گڑھ مظفر گڑھ سے محمد جمشید جگنو نے پوچھا ایک تصویر بھیجی تھی۔ yes it me کیلئے۔ اچھی بات ہے جگنو میاں! اب انتظار کریں۔

O...... یہ فون پھر امی ابو کی بیٹی کا تھا۔ ہم سمجھ گئے عاشق صاحب کی صاحبزادی ثمرہ ہی تھیں۔ ابو جتنے خاموش ہیں بیٹی اتنی ہی چہکتی ہے۔ ثمرہ بتا رہی تھی کہ گھر میں سماں سولانی کیا جاتا ہے۔ یکا یک بادل آئے اور ریسور کے آس پاس کا ماحول اداسی سے بھیگنے لگا۔ ثمرہ دکھی تھیں بھیا لوگ اتنے نیگٹو کیوں ہوتے ہیں تاکہ پازیٹو والوں کا پتا چل سکے۔ ہم نے صورتحال جانے بغیر جواب دیا۔ کامیابی بھی دیکھی نہیں جاتی۔ جل جاتے ہیں۔ ثمرہ کی بات جاری تھی ہم نے پھر کہا اچھی بات ہے جلنے سے دھواں پھیلے گا تو ماحولیات والے چالان کر دیں گے۔ اب ثمرہ نے تفصیل بتائی میں نے فون کیا 97ء میں تو انعامی ہو گیا پھر 2000ء میں بھی ہو گیا۔ دونوں بار انعام لینے نہ آ سکی۔ اس کا دکھ کم نہ تھا کہ ایک عزیزہ نے کہا آخر تمہارا ہی فون انعامی کیوں ہوتا ہے۔؟ اب ہم مسئلے کی تہہ پر پہنچے سمجھایا کہ اے کھوبی بی! اس لئے جو فون نہیں کرتی۔ تم کروگی۔ سمجھداری کی بات سوچو گی تو یہ سرخاب کا پر تمہارے سر پر سجے گا اب تم تو کوشش نہیں کرتی۔ خالی سڑھتی کڑھتی رہتی ہو تو تمہارا فون انعامی کیسے ہو۔ ہاں جرمانی ہو سکتا ہے۔ ثمرہ کی تسلی ہوتے دیکھی تو ہمارے اندر فلسفے کی لہریں اٹھنے لگیں یہ عارضی ابال تھا ہم نے دبا کے بٹھا لیا۔ اور پھر آرام تسلی سے آسان زبان میں قول اختری عرض کیا کہ دنیا سے نہ کانٹے ختم ہوں گے نہ کانٹے دار لوگ۔ دونوں سے بچ کر جینے والے ہی اچھا جی پائیں گے۔
ثمرہ نے بتایا کہ ملتان میں ان کے ہاں ہماری جو ملاقات ہوئی تو سبھی کے تبصرے یہی تھے کہ اب تک یقین نہیں آ رہا۔ جب گاڑی دروازے پر آ کر رکی اور ابو ہمیں لئے اترے تو وہ موناکے گلے لگ کر رو دی تھی۔ ثمرہ نے آمنہ احتجاب کی تعریف کی تو ہم نے بڑی محبت سے کہا چلیں آئیں دعا کرتے ہیں یا اللہ جی اس کے قلم میں اور خیر ڈالے بہت اچھا اور سوفٹ لکھتی ہیں۔ ثمرہ نے پوچھا کیسی ہیں؟

ہم نے کہا اتنا اچھا سوچتی ہیں اچھی ہی ہوں گی۔ "سرمایہ" لکھ کر اپنی بخشش کا سامان تو کر ہی چکی ہیں۔ ثمرہ شان شہید شمی کا بتانے لگیں کہ بہت feel کر کے پڑھتی ہوں۔ روح تک اتر جاتی ہے کال ختم ہوئی تو ہم نے سوچا اس چپیا کے دل والی لڑکی کو ایک بار پھر انعام کی خبر سنا دیتے تو کیا تھا۔ سنو اے لڑکی! اتمہارا فون پھر انعامی ہوا۔

O...... ٹھمیکی سے فریحہ نے خبر دی کہ میٹرک میں سکول میں ٹاپ کیا ہے ابو نے سونے کا لاکٹ دیا ہے۔ اور پھول نے سونے جیسی تاثیر والی باتیں۔ مظفر غفار کے انٹرویو سے بے حد خوش تھیں اداریہ پڑھ کر، بتانے لگیں کہ بہت سکون ملتا ہے۔ اچھا! ہم تو لکھتے ہوئے اچھے خاصے بے آرام ہوتے ہیں۔

O...... فیصل آباد سے سمیعہ عارف نے کہا بھیا میں تو ڈر ہی گئی تھی رضوانہ غفار نے مجھے ڈرا ہی دیا کہ پھول کلب کا کام بہت مشکل ہے۔ ہم نے بے دھیانی میں پوچھلاؤں میں جوتا ہے بولیں جی ہے! کیا اپنا ہی ہے ناں۔ کبھی ہاتھی کا مت پہننا۔ اپنے سے بڑے کا بھی نہیں۔ مطلب یہ کہ جتنا کر سکتے ہو اتنا کرو۔ دوسرے کے بڑے کام کو دیکھ کر اپنا سکون تو مت خراب کرو۔ ہاں مولا سے دعا کرو کہ اپنی آسانیاں تارے اور نئے راستے دکھاتا جائے عمدہ سے عمدہ کام کرواتا جائے رضوانہ یہ راز چھپا گئی۔ خود وہ بھی یہی کرتی کامیابی کی منزلیں مارتی گئی تھی۔

O...... علیزے نے علامہ اقبال ٹاؤن سے پہلی بار پھول پڑھ کر پہلی بار فون کیا۔ اس اچھا سا نام رکھنے والے لڑکی کو ہم نے خوش آمدید کہا۔

O...... آمنہ مشتاق (دہم) نے ڈھلوال لاہور سے بتایا کہ چھ سات ماہ سے پڑھ رہی ہوں۔ بھائی بھی پڑھتے ہیں۔ فہرست، اداریہ کرنیں، کہانیاں، ڈیزائن بھی دیکھتی ہوں اور مزے لے کر پڑھتی بھی ہوں۔

O...... جوہر آباد خوشاب سے صہیب انوار (ہفتم) کو جولائی کا شمارہ ناٹش بے حد پسند آیا۔ تعظیم سنی تو خوش ہوتی اس کا بڑا دل چاہتا ہے کہ کوئی اس کے کام کی بھی تعریف کرے۔ شاد باغ لاہور سے رابعہ حبیب اور عائشہ حبیب سے بات ہوئی تو وہ جج کی تعریف کرنے لگیں کہنے لگیں بالکل ان جیسی صورتحال ہے۔

O...... ٹھیک موڑ سے سرالہادی نے کہا باتیں کرنے کیلئے فون کیا ہے ہم نے کہا ٹیپ ریکارڈ پر کیسٹ آن کر لیں شوق پورا ہو جائے گا۔ ہمیں کیوں مشکل میں ڈالتے ہو۔ انہیں فاتح مفتوح اچھی لگی۔ محمد عاصم مخدوم نے لاہور سے کہا میرا دل کرتا ہے میرا مضمون چھپے۔ عاصم جامع اشرفیہ میں پڑھتے ہیں۔ ہم نے مضامین کے حوالے سے معذرت کر لی شفا اور شموس نے گلبرگ سے کہا پھول کے اداریے نے زندگی بہتر بنانے میں بہت آسانی دی ہے۔ مولا سے جس مان سے مانگا جائے اسی طرح کا جواب ضرور ملتا ہے۔

O...... دلہ گارڈن سے طارق جمشید، اور حریہ کا فون آیا۔ عینی سے بھی بات ہوئی۔ خاصے دنوں سے غائب تھے۔ عاقب جاوید کی تلاش میں تھے۔ حریہ اور عینی نے بڑے زور شور سے ہمیں دلہ آنے کی دعوت دی ہم کہا نے کچھ کام وام کریں پروگرام بنائیں پھر ہم آجائیں گے۔

O...... بوگی وال سے سلمان سعید نے بتایا کہ قرآن پاک حفظ کر لیا ہے۔ نظم کے ایک مصرع پر اعتراض کر رہے تھے کہ شاعرہ نے کہا کہ تجھ کو کیا معلوم کتنا چاہتی ہوں میں تجھے۔ ہم نے کہا ارے بھائی! کس چکر میں پڑ گئے۔ یہ تو سیدھا سادا لاڈ اور پیار ہے جیسے امی ابو سے کہہ دیں کہ آپ کو کیا معلوم حالانکہ انہیں خبر بھی ہوتی ہے۔ آگاہ بھی ہوتے ہیں۔ انہی کو تو بتایا جا رہا ہوتا ہے۔ اللہ جانے ہم ہر بات کو لفظی اسلام اور ایمان کے ترازو میں تول کر زندگی کو کس قدر مشکل کرنے کے درپے رہتے ہیں۔

O...... ساہیوال سے فرزیں اور آمیمہ نے فون کیا۔ ہم نے بڑی معصومیت سے کہا عزیزہ! نام تو ایسا ہے کہ پہلی بار سن کر منہ سے مینا ہی نکلتا ہے۔ ہنس دیں بولیں گھر میں اکثر یہی ہوتا ہے۔ دونوں اکٹھی بات کر رہی تھیں ہم فرزین سے بات کرتے تو مینا جواب دینے لگتی اور اس سے بات کرتے تو فرزیں بتانے لگیں ابو کرنیں اور امی کو اداریہ پسند ہے اور انہیں اپنے امی ابو۔

اچھا جی ایک دو باتیں فون سے ہٹ کر۔ پہلی تو یہ ہے کہ ہم نے سوچا ہے آئندہ ماہ سے جو ساتھی ہم سے کوئی ایسا سوال کرے جو ہمیں اچھا لگا تو اسے انعام ملے گا۔ سوال ایسا ہو جو ہمیں آتا ہو۔ آتا ہو کا مطلب سمجھ آتا ہے ناں ...... آپ لوگ لاطینی زبان کے مطلب مت پوچھنے بیٹھ جایئے۔ دوسری بات یہ ہے کہ ہم لاہور میں پھول کلب کو ذرا متحرک کرنے کا سوچ رہے ہیں۔ بوائز میں سے کچھ شیر کے بچے درکار ہیں جو اس سلسلے میں ہمارا ہاتھ تو بٹائیں۔ تیسری بات یہ ہے کہ سالنامے کیلئے ایک سلسلہ ہوا کرتا ہے پھول سجانے والے۔

جن ساتھیوں کی تحریریں چھپتی رہی ہیں، پھول کو سجانے بنانے میں ان کا ہاتھ رہا ہے وہ اپنی تصویر اور مختصر تحریر کو اس ماہ کے آخر تک بھجوا دیں۔ تحریر ذاتی حوالے سے ہو، پھول کے ساتھ تعلق کیا کھویا کیا پایا، ایک آدھ صفحہ، ذمہ دار باتیں بھی ہو سکتی ہیں اور سنجیدہ بھی...... جیسے آپ خود ہو ویسی تحریر ہو...... چوتھی بات یہ ہے کہ اللہ نے چاہا تو اس بار 14 اگست ہم کلر کہار میں منائیں گے۔ باباجی اشفاق احمد اور پھول پیرنٹس کونسل کو ساتھ لے کر جائیں گے۔ ایک رات وہیں رہیں گے، بوچھال کلاں جہاں ڈاکٹر اکرام الحق اور سعدیہ بھابھی ہماری میزبان ہوں گی۔ نیلا وان بھی جائیں گے۔ قریب کے ساتھی ڈاکٹر صاحب کے ہاں رابطہ کر لیں فون نمبر 0573587025

آخر میں ایک نیک بخت اور سعید روح کا مجھے شکریہ ادا کرنا ہے۔ اس کا نام فصیحہ ہے اور رہتی راولپنڈی میں ہے۔ اللہ جانے اتنی محبت اور مٹھاس بھری دعاؤں کا جواب کس طرح دیا جاتا ہے۔ مجھ سے تو قلم اٹھایا نہیں جاتا۔ فصیحہ! اللہ جی تمہاری زندگی کے ہر جاگتے اور سوتے لمحے کو اپنی رحمت کے سائے میں رکھیں، ہر کمزوری اور ریا سے محفوظ رکھیں جو ہمارے نہ چاہنے کے باوجود کہیں نہ کہیں سے کوئی روزن کوئی سوراخ ڈھونڈ ہی لیتی ہیں۔ میرا دل، زبان، نگاہیں لفظ سب شکر سے بھرے ہیں۔ ان باتوں پر بھی جن کو آپ خوبیاں جانتے ہو اور ان باتوں پر بھی کہ جن کو میں اپنی کمزوری کوتاہی جانتا ہوں اور مولا نے ان پر پردہ ڈالا ہوا ہے۔ اللہ جی! پلیز اس پردے کو اور موٹا کر دیجئے، بیشک میری شکر گزاری تو کسی دعا، کسی مطالبے کی تکمیل کی توقع، تمنا، آرزو کی شرط کے بنا ہے۔ مجھے شکر گزار ہی جینا ہے اور اسی کیفیت کی پوری لذت کے ساتھ اٹھایا جاتا ہے۔

O...... یہ فلسفے کا عارضی ابال تھا، ہم نے دبا کے بٹھالیا

O...... ہم نے پوچھلاؤں میں اپنا ہی جوتا ہے ناں

O...... ارے میاں کس چکر میں پڑ گئے، یہ سیدھا سا لاڈ اور پیار ہے

O...... آئندہ ماہ سے جو ساتھی اچھا سوال کرے گا اسے انعام ملے گا

O...... اس بار 14 اگست ہم کلر کہار منائیں گے

O...... ہمیں ایک نیک بخت اور سعید روح فصیحہ کا شکریہ بھی ادا کرنا ہے

واہ کیا بات ہے

مرتب۔۔۔بشریٰ شعیب

"بادشاہ اور فقیر"

ایک بادشاہ اپنی سخاوت کی وجہ سے مشہور تھا۔اس کی سخاوت کے چرچے سن کر ایک فقیر اس کے محل پر گیا اور صدا کی صدا سن کر بادشاہ محل سے باہر آیا اور فقیر سے بولا! بابا معاف کر! فقیر یہ سن کر بولا میں نے سنا تھا کہ تیرے در سے کبھی کوئی سوالی خالی نہیں گیا بادشاہ قدرے توقف سے بولا۔ بابا تمہاری قسمت میں کچھ نہیں۔ فقیر یہ جواب سن کر حیران ہوا اور بولا بادشاہ سلامت! آپ کو میری قسمت کا کس طرح پتہ چلا بادشاہ نے کہا اے درویش! جب میرے پاس کوئی سوالی آتا ہے تو میں اپنی داڑھی پر ہاتھ پھیرتا ہوں داڑھی کے جتنے بال میرے ہاتھ آجاتے ہیں اتنی ہی اشرفیاں سائل کو دے دیتا ہوں۔ تمہاری صدا سن کر میں نے داڑھی پر ہاتھ پھیرا۔ تو داڑھی کا کوئی بال میرے ہاتھ میں نہیں آیا فقیر یہ سن کر مسکرایا اور بولا وہ بادشاہ سلامت یہ بھی ایک رہی داڑھی بھی تمہاری ہے اور ہاتھ بھی تمہارا اور قسمت بتاتے ہو میری۔ارے داڑھی ہو تمہاری ہاتھ ہو میرا اور پھر میری قسمت دیکھو فقیر کی یہ بات سن کر بادشاہ بہت خوش ہوا اور فقیر کو بہت سا انعام دے کر رخصت کیا۔(مزمل گیلانی بستی عبداللہ)

ماں اور جنت

حضرت موسیٰ نے اللہ تعالیٰ سے پوچھا "اے رب العزت! جنت میں میرا ساتھی کون ہوگا؟" اللہ تعالیٰ نے فرمایا "اے موسیٰ! تیرے شہر کا قصاب تیرا جنت کا ساتھی ہوگا" حضرت موسیٰ علیہ السلام فوراً اس کے تعاقب میں روانہ ہوگئے اس وقت وہ اپنی دکان بند کر رہا تھا اس کے ہاتھ میں گوشت تھا۔ حضرت موسیٰ نے اس سے مہمان بننے کی درخواست کی جو اس نے خندہ پیشانی سے قبول کرلی۔ حضرت موسیٰ نے دیکھا کہ اس قصاب نے گوشت پکایا اور اپنی ایک سو دس سالہ بوڑھی ماں کو اس طریقے سے کھلایا جس طرح کوئی چڑیا اپنے بچوں کو کھلاتی ہے۔ تب حضرت موسیٰ کو خیال آیا کہ یہ سب اس بوڑھی ماں کی دعا کا نتیجہ ہے کہ یہ شخص جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔ حضرت موسیٰ نے کھانا تناول فرمایا اور اسے جنت کی بشارت دیکر رخصت ہوگئے۔(فرحان ریاض کوٹلی آزاد کشمیر)

میں نہیں لیتا

ہمارے باباجی کے پاس ایک شخص آیا اور کہنے لگا کہ جناب فلاں شخص مجھے گالیاں دیتا ہے باباجی نے کہا کہ تم گالیاں قبول ہی نہ کرو جب تمہیں کوئی گالی دے تو تم آہستہ سے کہہ دیا کرو کہ میں نہیں لیتا پوچھنے والے نے کہا کہ باباجی سمجھائیں بابا جی نے سمجھایا کہ اگر میں تمہیں کتاب دوں اور تم کتاب نہ لو تو پھر کتاب میرے پاس ہی رہ جائے گی اسی طرح اگر تم گالی قبول کرو گے ہی نہیں تو وہ دینے والے کے پاس رہ جائے گی۔ایک دن پھر وہی شخص آیا اور کہنے لگا کہ جناب فلاں شخص لوگوں کے سامنے میری برائیاں بیان کرتا ہے باباجی نے کہا کہ کیا تم میں وہ برائیاں ہیں تو انہوں نے جواب دیا کہ کچھ ہیں باباجی نے کہا کہ اگر تم میں وہ برائیاں ہیں تو پھر تمہیں برا منانے کی کیا ضرورت ہے تم اپنی اصلاح کرو پوچھنے والا نے کہا کہ اگر مجھ میں وہ برائیاں نہ ہوں تو باباجی نے کہا کہ پھر بھی تمہیں برا منانے کی ضرورت نہیں کیونکہ وہ تمہاری غیبت کر کے تم پر بہتان لگا کر اپنی نیکیاں تمہیں دے رہا ہے تو تمہیں کیا تکلیف ہے کہ ان نیکیوں کو قبول نہیں کرتے۔(محمد آصف صمدانی۔ریالہ خورد)

مجھے بلالیا کرو

امریکہ کا مشہور جرنیل واشنگٹن ایک دن سادہ کپڑے پہنے گھوڑے پر سوار کہیں جارہا تھا راستے میں اس نے دیکھا کہ چند سپاہی ایک بہت ہی بھاری شہتیر اٹھانے کی کوشش کر رہے ہیں مگر وہ نہیں اٹھا سکتے ان کے ہمراہ ایک چھوٹا عہدے دار کارپول بھی تھا اور انہیں برابر حکم دے رہا تھا کہ ادھر سے اٹھاؤ ادھر سے ہلاؤ مگر خود ہاتھ نہیں لگاتا۔ واشنگٹن نے گھوڑا روک دیا اور عہدے دار سے کہا "آپ ہاتھ کیوں نہیں لگاتے اگر ایک آدمی کا زور اور شامل ہو جائے تو یہ اٹھایا جاسکتا ہے" عہدے دار نے جواب دیا " میں کارپول ہوں دیکھتے نہیں" واشنگٹن خود نیچے اترا اور زور آزمائی کرنے لگا۔ شہتیر اٹھا لیا گیا اور جگہ پر پہنچا دیا گیا۔ عہدے دار اپنی جگہ پر ٹھہرا رہا گھوڑے پر سوار ہو کر واشنگٹن نے کارپول سے کہا "اگر آئندہ جب کسی محنت میں ایک آدمی کی ضرورت ہو مجھے بلالیا کرو۔ آپ مجھے آسانی سے ڈھونڈ سکتے ہو کیونکہ میں آپ کا سپہ سالار واشنگٹن ہوں" شرمندگی سے کارپول زمین میں گر گیا اور واشنگٹن وہاں سے چل دیا۔(مصباح محمود کوٹ شہر)

حاصل مطالعہ

مشہور مقرر برک پارلیمنٹ میں تقریر کر رہا تھا اور اس کا بھائی کسی گہری سوچ میں ڈوبا ہوا تھا کسی نے اس کا شانہ ہلا کر پوچھا! کس سوچ میں گم بیٹھے ہو؟ اس نے جواب دیا برک میرا بھائی ہے میں سوچ رہا ہوں کہ اس نے کس طرح ہمارے خاندان والوں کی دماغی قوت پر قبضہ کر لیا ہے اس شخص نے دوبارہ پوچھا پھر کس نتیجے پر پہنچے ہو؟ جواب ملا اس نتیجے پر کہ جب ہم کھیل یا گپ شپ میں مشغول ہوتے تھے یہ کسی نہ کسی کتاب کے مطالعہ میں مشغول ہوتا تھا۔(شبانہ شاہین ڈی جی خان)

سنگین غلطی

شروع میں دنیا میں تھوڑے ہی ملک تھے لوگ خاصی امن کی زندگی بسر کرتے تھے پندرھویں صدی میں کولمبس نے امریکہ دریافت کیا اس کے بارے میں دو نظریے تھے کچھ لوگ کہتے ہیں کہ اس کا قصور نہیں وہ ہندوستان کو یعنی ہمیں دریافت کرنا چاہتا تھا غلطی سے امریکہ کو دریافت کر بیٹھا اس نظریے کو اس بات سے تقویت ملتی ہے کہ ہم ابھی تک دریافت نہیں ہوپائے دوسرا فریق کہتا ہے کہ نہیں کولمبس نے جان بوجھ کر یہ حرکت کی یعنی امریکہ کو دریافت کیا بہرحال یہ غلطی بھی تھی تو بہت سنگین غلطی۔ کولمبس خود تو مر گیا اس کا خمیازہ ہم بھگت رہے ہیں۔ابن انشاء کی "اردو کی آخری کتاب" سے اقتباس (سارہ چودھری چکسواری میرپور آزاد کشمیر)

سلطان کی قسم

نئی سرزمین پر اپنی فتح کا جھنڈا گاڑنے کے بعد جب لشکر جرار کے سردار نے اپنا پہلا دربار منعقد کیا تو وہاں اس کے تمام مصاحبین اور اعلیٰ عہدے دار موجود تھے سردار نے اپنے تخت سے اٹھ کر حاضرین کو مخاطب کرتے ہوئے کہا دوستو اور ساتھیو! آج میرے اللہ نے مجھے وہ موقع دیا ہے کہ میں اپنی قسم پوری کرسکوں۔ تمام حیرانی سے اسے دیکھنے لگے کیسی قسم؟ وہ سوچ رہے تھے کہ اچانک ان کے سردار کی آواز پھر گونجی "تم جانتے ہو کہ میں اس سرزمین پر اس سے قبل بھی آیا تھا اور مجھے شکست ہو گئی تھی میرے بہت سے جانثار مارے گئے اور خود میں زخموں سے چور ہو کر گھوڑے سے گر گیا تھا مگر مجھے موت نہ آئی۔ دشمن مجھے مردہ سمجھ کر چھوڑ گئے تھے اور جب میں ہوش میں آیا تو اس روز میں نے قسم کھائی کہ جب تک اس شکست کا بدلہ نہ لے لوں گا۔ اپنے بدن سے یہ خون آلود لباس نہ اتاروں گا۔ یہ کہہ کر اس نے اپنا زرق برق لباس اتارنا شروع کیا لوگوں نے دیکھا کہ اس زرق برق لباس کے نیچے وہ کئی سال پرانا انتہائی بوسیدہ اور خون آلود لباس پہنے ہوئے تھا۔ اس سردار کا نام تاریخ ہند میں سلطان شہاب الدین محمد غوری کے نام سے سنہرے حروف میں لکھا ہوا تھا۔(سعدیہ طیبہ ابن آف تلہ گنگ)

SPORTS GLANCE

مونا سکندر سیالکوٹ کینٹ

السلام علیکم پھول فرینڈز! کرکٹ میں پاکستانی ٹیم کی کئی فتوحات بھی شائقین کے دلوں پر سے ورلڈ کپ فائنل کی شکست کے نقوش مٹانے میں ناکام رہی ہیں اسی لئے اب کوئی ورلڈ کپ کی بات کرے تو اکثر لوگوں کا ردعمل یہ ہوتا ہے۔

ماضی کی دردناک یاد بھول جانے دے
مت یاد کرا ورلڈ کپ مجھے کھانا کھانے دے

ہاٹ نیوز

☆...... انگلینڈ کے مبصرین کا کہنا ہے کہ بیٹسمینوں کیلئے سر کے علاوہ ٹخنوں کیلئے بھی ہیلمٹ ہونے چاہئیں تاکہ وہ وسیم اکرم اور وقار یونس کے "یارکر" برداشت کر سکیں۔

☆...... سچن ٹنڈولکر جو ایک بال پوائنٹ بنانے والی کمپنی اور مائیکل بیون جو کہ ایک واچ کمپنی کے اشتہارات میں کام کرتے تھے۔ میچ فکسنگ سکینڈلز کی وجہ سے ان کمپنیوں نے ان دونوں کی "چھٹی" کرا دی ہے۔

☆...... کوپن ہیگن میں فٹ بال کے ایک میچ میں ہارنے والی ٹیم کے حامی شائقین، ٹیم کے ہارنے پر اتنے مشتعل ہوئے کہ انہوں نے اپنی ٹیم کے کھلاڑیوں کو ہی مارنا شروع کر دیا۔

کوہ پیمائی ......

ایک کھیل کے طور پر کوہ پیمائی کا آغاز اٹھارویں صدی کے وسط میں ہوا جب برطانوی اور یورپی کوہ پیماؤں نے کوہ ایلپس کی چوٹی سر کرنے کی کوشش کی۔ 29 مئی 1953ء کو کوہ پیمائی کی تاریخ اس وقت رقم ہوئی جب نیوزی لینڈ کے ایک کوہ پیما "ایڈمنڈ ہیلری" نے اپنی گائیڈ "تینزنگ نورگے" کی مدد سے دنیا کی سب سے اونچی چوٹی ماؤنٹ ایورسٹ سر کی۔ 1975ء میں جاپانی خاتون کوہ پیما "جنکو تابی" ایورسٹ سر کرنے والی پہلی خاتون بن گئیں۔



ایک یادگار ایڈونچر ......

امریکی ہر ویک اینڈ پر خطرناک ترین کھیلوں میں حصہ لیتے ہیں۔ یہ ان کا نیشنل کریکٹر بھی ہے۔ کیلیفورنیا کے میک گواٹر کی عمر 26 سال ہے وہ اعلیٰ درجے کے پیراشوٹر ہیں۔ اپنی یادگار مہم کے بارے میں انہوں نے بتایا کہ وہ اس دن کو کبھی نہیں بھول سکتے جب انہوں نے پہلی بار دو سو میٹر اونچی چٹان سے چھلانگ لگائی، فضاء میں قلابازیاں کھائیں اور 105 کلو میٹر فی گھنٹہ کی رفتار سے نیچے گرتے ہوئے زمین سے بہت کم فاصلے پر پہنچ کر پیراشوٹ کھولا۔ وہ جانتے تھے کہ اگر ہوا کا رخ تھوڑا سا بدل جائے یا پیراشوٹ وقت پر نہ کھلے تو ان کا کیا حشر ہو گا لیکن وہ اس عمل کو بار بار دہراتے ہیں۔ اسی لئے انہیں خطرناک کھیلوں کا بادشاہ کہا جاتا ہے۔

ہوائیاں ......

ٹونی گریگ اپنی آپ بیتی میں لکھتے ہیں "ہم انڈیا کے دورہ پر گئے تو نواب پٹودی (انڈین ٹیم کے کپتان) نے ہمیں شکار کی دعوت دی۔ ان جنگلوں میں شیر سے زیادہ ڈاکوؤں کا خطرہ ہوتا تھا۔ سارا دن جنگل میں تفریح کرتے گزرا شام ہوئی تو ہمیں ڈاکوؤں نے گھیر لیا۔ ہم خوف سے ہاتھ اٹھائے کھڑے تھے کہ نواب نے ڈاکوؤں سے کہا یہ لوگ انگلش کرکٹرز ہیں اور انڈیا میں مہمان ہیں ان کو چھوڑ دو۔ ڈاکوؤں نے نواب پر کئی فائر کر دیئے اور نواب کی خون میں نہائی نعش ہمارے سامنے پڑی تھی۔ موت کو سامنے دیکھ کر ہم سب کانپ رہے تھے۔ میں نے سوچا دنیا کے اخبارات میں خبر چھپے گی کہ انگلش ٹیم شکار کھیلتے ہوئے ڈاکوؤں کے ہاتھوں دنیا سے رخصت ہو گئی اور اگلا میچ کھیلنے کیلئے نئے کھلاڑی آئیں گے۔ اس سے قبل کہ ہم میں سے کوئی بیہوش ہو کر گرتا۔ نواب قہقہہ لگا کر اٹھ کھڑے ہوئے جبکہ کئی کھلاڑی رو پڑے۔ معلوم ہوا کہ نواب نے ہم سے مذاق کیا تھا ڈاکو ان کے ملازم تھے لیکن اس بھیانک مذاق نے ہماری ہوائیاں "اڑا" دی تھیں۔

ونڈر گیمز ......

1974ء میں پنسلوانیا کے بارک ہائیڈ نے ایک عالمی مقابلے میں تربوز کے بیج 16.5 میٹر کے فاصلے تک منہ کے ذریعے پھینک کر عالمی ریکارڈ بنایا۔ بارک نے یہ مقابلہ 334 افراد کو ہرا کر جیتا۔ اب آپ بھی جوش میں آ کر یہ کھیل گھر میں مت آزمائیے گا ورنہ اگر آپ کی بہن کو گھر کی صفائی کرنی پڑی تو وہ گھر کے ساتھ ساتھ آپ کی طبیعت بھی صاف کر دیں گی۔

ہیپی برتھ ڈے ......

اس ماہ کرکٹ کے کھلاڑی شعیب اختر 13 اگست اور یوسف یوحنا 27 اگست کو اپنی سالگرہ منائیں گے۔





جلال پور پیروالا میں کہانی گھر

رپورٹ: رحمت ممتاز جعفری اہتمام: طاہرہ نورین صدارت نذیر قاسم جعفری شاکرہ اور مہمان خصوصی ہماری امی جان اور جاوید اقبال تبسم تھے۔ باقاعدہ آغاز تلاوت قرآن پاک سے ہوا جس کی سعادت شاہد عباس نے کی۔ نعت رسول بتول نے پڑھی کہانی کی ختم ہوتی روایت کو پھر سے زندہ کرنے کے لئے سب نے کہانیاں سنائیں۔ ان کے نام رقیہ، رحمت، شاکرہ، بتول، شازیہ شامل تھی۔ جاوید اقبال تبسم نے کہانی گھر کی خصوصیت اور پھول کلب کے اغراض و مقاصد بتائے۔ مابدولت نے کہانی جھوٹ کی سزا سنائی جس کو بہت پسند کیا گیا۔

وزیر آباد میں کہانی گھر

رپورٹ و اہتمام: عفیفہ افضل (صدر پھول گرلز کلب وزیر آباد) تلاوت ثنا اشرف نے کی۔ تلاوت کا ترجمہ سحرش اکرم نے کہا۔ تلاوت کے بعد پروگرام کا باقاعدہ آغاز ہوا۔ حنا اکرم سب سے پہلے ایک لطیفہ جو لاکھوں کا طوطا تھا سنایا پھر چڑیا کوا اور لومڑی کی کہانی سنائی۔ دوسرے نمبر پر عمیرا اکرم نے کہانی سنائی جو چڑیا کے عنوان پر تھی۔ پھر مہران اشرف نے ایک لطیفہ شاگرد اور استاد پھر ایک مزاحیہ پہیلی جوتوں کو ہاتھ لگائے وہ مر جائے۔ پھر ثنا اور سحرش نے کہانی جن کا بچہ سنائی۔ عائشہ اکرم نے ایک چھوٹا سا گاؤں اور ایک سیب کا درخت کہانی سنائی۔ مریم سلیم نے کہانی "بادشاہ کی دو بیٹیاں" کہانی سنائی۔ عائشہ سلیم جو تین سال کی بچی ہے۔ اس نے peon سنائی۔ آخر میں قومی ترانہ پڑھا گیا اور شربت سے سب کی تواضع کی گئی۔ سب بچوں نے بہت انجوائے کیا۔

چک دوبرجی میں کہانی گھر

پسرور (رپورٹ سمیعہ ناز) پروگرام صبح 9 بجے شروع ہونا تھا لیکن پھول اور بارش کی دوستی کی وجہ سے آدھا گھنٹہ تاخیر ہو گئی۔ پروگرام کا آغاز قرآن پاک کی تلاوت سے ہوا۔ تلاوت کی سعادت عطیہ بانو نے حاصل کی۔ نعت سمیرا انجم نے پڑھی۔ کہانیوں کا آغاز ہوا تو بچوں نے بوچھاڑ کر دی۔ تہمینہ نے "انعام" پڑھی۔ نوشین ناز نے "مات" کہانی سنائی۔ پھر دو بچیوں نے ملی نغمے پیش کئے۔ ثمینہ نے پھول کہانی "پتھر کا چہرہ" سنائی۔ شگفتہ اور مابدولت نے لطیفے سنا کر ہی گزارہ کیا۔ اتنے میں عبدالمنان بارش میں نہا کر آیا اور آتے ہی حمد اور ہمارا دیس (نظم) سنائی۔

احمد پور شرقیہ میں ایک اور کہانی گھر

رپورٹ و اہتمام: سیدہ سحرش منور، کمپیئرنگ سیدہ گل شہباز منور گل شہباز نے تلاوت کی نعت صدف نے پڑھی۔ ان کے بعد پھول کہانی گھر کے متعلق تفصیل سے بتایا گیا یہ بچوں کے لئے کتنا مفید ہے۔ پہلی کہانی تو سیدہ سحرش منور نے سنائی جس کا نام "محسن تھا" "پچھتاوا" محمد بلال نے سنائی۔ انجم نے "جھوٹ کی سزا" سنائی در شہوار نے "چیونٹیوں کی فتح" پھر علی شہباز نے ایک اچھی سی "نظم" سنائی۔ مہمان خصوصی ہماری پھوپھو جی تھیں۔ جنھوں نے بچوں کے اس پروگرام کو بہت پسند کیا۔ اپنے بچپن کے مزے مزے کے قصے سنائے۔ بچوں کو گرمی کی وجہ سے آئس کریم کھلائی۔

کراچی پھول کہانی گھر

بچوں نے پھول پر حملہ کر دیا۔ اہتمام و رپورٹ: سیدہ حیا فطین گلشن اقبال میں پہلا پھول کہانی گھر منعقد ہو ہی گیا۔ کہانی گھر کا سب سے زیادہ اہتمام دادی اماں نے کیا۔ پاکستانی قوم حسب روایت آدھا گھنٹہ لیٹ پہنچی انہیں وقت کی پابندی کی اہمیت کے ساتھ ساتھ پھول کہانی گھر کے اغراض و مقاصد بتائے گئے۔ پہلے نیلم نے اپنی کہانی عقلمند لڑکی سنائی۔ شائلہ نے ایک پراسرار کہانی سنائی۔ تطہیر نے کشمیر پر ایک خوبصورت کہانی سنائی۔ مومنہ، ثنا، نور اور عونیہ نے بالترتیب اپنی کہانیاں سنائیں۔ خاص طور پر مومنہ کی کہانی پسند کی گئی۔ علی عباس نے لطیفوں کی پٹاری کھولی اور باتوں سے زیادہ حرکتوں سے ہنسایا۔ جنید عرمین اور سدیرو نے لہک لہک کر ملی نغمے سنائے۔

جہانیاں میں پھول کہانی گھر
مہمان فریج کی صفائی کر گئے

رپورٹ: راحت رندھاوا جہانیاں مہمانوں نے تشریف لاتے ہی گھر کو کباڑ خانے کی شکل میں بدل ڈالا اور فریج کی صفائی مہمانوں کی اس حرکت کو مدنظر رکھ کر صفائی اور بہترین زندگی کے اصول موضوع چنا گیا۔ رومان کی تلاوت اور عائشہ منیر کے نعت سنانے کے بعد آنسہ عقیل نے پھول کی اہمیت اور تعلیمات پر روشنی ڈالی۔ عندلیب رندھاوا نے سکول میں مس کی تقریر کے متعلق بتایا۔ ابو جان نے "صفائی نصف ایمان" ہے پر آپ بیتی پیش کی۔ نانی اماں نے کسی کے گھر مہمان جا کر کس طرح کا رویہ رکھتے ہیں اور کامیاب زندگی گزارنے کے اصولوں پر روشنی ڈالی۔

"پھول فیملی کہانی گھر"

پھول کہانی گھر ملتان کے زیر اہتمام رپورٹ: ایم آصف رضا بلوچ، اہتمام: آصف اقبال صدیقی، معاونین: رانا عقیل احمد، رؤف عاقب، پھول کلب ملتان کے زیر اہتمام یہ تیسرا فیملی کہانی گھر تھا۔ پھول فیملی کہانی گھر کا آغاز ٹھیک پانچ بجے ہوا جس میں مہمانوں کے ساتھ لوگوں نے واک کرتے ہوئے بھرپور انداز میں دیکھا اور انجوائے کیا۔ میزبانی کے فرائض عدیلہ خان نے سرانجام دیے۔ تلاوت کی سعادت عمر رحمان نعیم نے اور نعت عائکہ اقبال نے پیش کی۔ سب سے پہلے کہانیوں کے سلسلے کا آغاز ہوا۔ کہانیاں سنانے میں علینہ، سعدیہ گیلانی، حنا حبیبہ، بخت بینا، مدیحہ غفور، عمران ممتاز اور معظم پیش پیش رہے۔ جن کو کہانی گھر میں آئے ہوئی فیملیز کی بڑی تعداد نے پسند کیا اور حوصلہ افزائی کی۔ رانا عقیل احمد نے کامیڈی پیش کر کے خوب ہنسایا۔ دستگیر مغل نے خوبصورت آواز میں ملی نغمہ پیش کر کے حاضرین محظوظ کیا۔ نعیم اقبال تنویر راشد شاہد یوسف، رضوان مدنی، آصف اقبال نے اپنی اپنی تخلیقات پیش کیں۔ آخر میں شیخ سلیم ناز نے بچوں کی کارکردگی کو سراہا اور انہیں کہانی لکھنے کا اچھا سا طریقہ بتایا۔

الہ آباد میں پہلی دفعہ
نائٹ پھول کہانی گھر شو

اہتمام و رپورٹ: نسیم الحق زاہدی کمپیئرنگ: کنگ خالد جاوید خالد۔ الہ آباد میں پہلی مرتبہ نائٹ کہانی گھر کروایا گیا تھا۔ خالد جاوید خالد کے گھر ہونے والے اس نائٹ گھر کا آغاز تلاوت کلام پاک سے ہوا جس کی سعادت حافظ محمد عظیم نے حاصل کی۔ اس کے بعد رحمت دوعالم سرور کونین حضرت محمدﷺ کی شان گھمائے عقیدت محمد ارشد نے نچھاور کئے۔ اس میں علامہ سید ضیاءاللہ شاہ بخاری کے علاوہ مولانا محمد طیب طلیفہ محمد عباس نیاز، محمد منشا اور محمد اسحاق نے بھی شرکت کی۔ کہانیاں سنانے والوں میں عبدالخالق، منشو، ہلو، آصف، رضوان، رانا عبدالجبار عاطف اعجاز کاشف ندیم سجاد راجہ کہانیوں کے درمیان میں نسیم الحق زاہدی اور خالد جاوید خالد نے لطائف سنا کر بچوں کو محظوظ کیا۔ موسم کے حساب سے شرکت کرنے والے بچوں کو دودھ سوڈا پلایا اور مہمانوں کی بوتلوں و بسکٹ سے تواضع کی گئی۔

پھول کہانی گھر نظم گھر بن گیا

اہتمام اور رپورٹ: سیدہ حفیظ، کمپیئرنگ کے فرائض جویریہ حفیظ کے ہاتھ میں تھے۔ ہمارے گھر میں یہ دوسرا کہانی گھر تھا جس کی وجہ سے اس بار بچوں کے ساتھ ان کے والدین بھی شریک ہوئے اور ہم نے ان کو بچوں کے فرائض سونپ دیے۔ ویسے آپس کی بات ہے کہ اس بار یہ کہانی گھر زیادہ تھا۔ سب سے پہلے تلاوت الیاس یونس نے آکر کی اس کے بعد ربیعہ حفیظ اور عاصم یوسف نے خوبصورت انداز سے حمد پڑھی اور ارسلان یوسف نے ایک پیاری سی نعت سنائی جو حاضرین کو بہت پسند آئی اور تین بار سنی گئی۔ اس کے بعد نظموں کا دلچسپ سلسلہ شروع ہوا جس میں بچوں نے گلا پھاڑ پھاڑ کر اپنی نظمیں ہمارے کانوں تک منتقل کیں ان نظموں کو سنانے والوں میں جمیل یونس، فرحانہ مظفر، علی ارشد، عاصمہ، مصطفیٰ اور سعدیہ رسول شامل تھے۔

شیشم کے سائے تلے کہانی گھر

اہتمام: شبیر احمد ملک رپورٹ: سعید احمد، مسعود اقبال پروگرام گاؤں کے قریب کھلے میدان میں شیشم کے درخت کے سائے کے نیچے جگہ بنائی اور صدارت کے فرائض بابا محمد الیاس کے سپرد کر دیے۔ یہ بابا ہمارے گاؤں کے سب سے پرانے بزرگ ہیں۔ میٹرک ان کی تعلیم ہے۔ ہنسنا اور ہنسانا ان کا کام ہے۔ کچھ بچے جانگیوں میں اور کچھ چادروں میں بھی ملبوس تھے۔ آغاز محمد فیاض کی تلاوت سے ہوا۔ اس کے بعد نعتیہ کلام عبدالہادی نے پیش کیا۔ محمد دلشاد نے کہانی "چھپا رستم" سنائی پھر جاوید اقبال نے اپنی کہانی "آج اور کل" سنائی۔ اس کے بعد محمد عباس نے کہانی "آج کا پاکستان" سنائی۔ پھر چھوٹی چھوٹی کہانیوں کا لامحدود سلسلہ شروع ہو گیا۔ آخر کار دن کے بارہ بج گئے۔ صدر صاحب نے ننھے پھولوں سے خطاب کیا اپنی زندگی کے خوش کن واقعات سنا سنا کر بچوں کے دل لوٹ لئے۔



آپ کے چہرے کی قدر بڑھے گی

مرتب: گلفام مصطفیٰ

السلام علیکم پھولو اور پھولنیو ! "پھول" جب ہمارے ہاتھ لگا تو ہماری جان بنا پھر پہچان بنا۔

اس مرتبہ کا انتخاب موضوع "دیہات اور دیہاتی" ہے۔ اگر اس کالم میں شامل کسی بات سے میرے کسی دیہاتی پھول بھائی یا بہن کی دل آزاری ہو تو میں ایڈوانس سوری (Sorry) کرتا ہوں۔ ہمارا مقصد قطعاً کسی کی دل آزاری کرنا، کسی کو تکلیف پہنچانا نہیں، کیونکہ "پھول" تو خوشیاں دیتا ہے لہٰذا ہم یہ سب صرف آپ کے پھول سے چہرے پر مسکراہٹ لانے کیلئے کرتے ہیں تو "مسکرائیے ...... آپ کے چہرے کی قدر بڑھے گی"۔

کیا سمجھے؟

ایک دیہات سے گزرتے ہوئے سیاح کی نظر ایک کسان اور اس کی ننھی سی بیٹی پر پڑی دونوں ایک درخت کے نیچے بیٹھے تھے۔ سیاح نے ننھی لڑکی کی تعریف کرتے ہوئے کسان سے پوچھا۔

"بچی کا نام کیا ہے؟"

"گل نو بہار جہاں آراء" کسان نے بتایا۔

"یہ نام کچھ طویل نہیں ہے؟"

کسان نے حقارت سے سیاح کی طرف دیکھا اور بولا "ہم شہری لوگ نہیں ہیں۔ ہمارے پاس وقت ہی وقت ہے کیا سمجھے؟" (مریم، بہاولپور)

ساس ہے

گاؤں میں قیام کے دوران ایک روز نعمان بڑی دلچسپ نظروں سے میزبان کی لڑکی کو بھینس کا دودھ دوہتے ہوئے دیکھ رہا تھا کہ ایک بھینسے کو پھنکارتے ہوئے بڑی تیزی سے اپنی طرف آتے دیکھ کر دوڑ کر دیوار پر چڑھ گیا اور چیخ چیخ کر لڑکی کو بھی خبردار کرنے لگا مگر لڑکی ٹس سے مس نہ ہوئی اور بڑے اطمینان سے بیٹھی دودھ دوہتی رہی۔ پھنکارتا ہوا بھینسا بھینس کے قریب آ کر رک گیا کچھ دیر تک بھینس کی طرف دیکھتا رہا پھر سر جھکائے خاموشی سے واپس چلا گیا۔ "اس خوفناک بھینسے کو اپنی طرف آتے دیکھ کر تمہیں ڈر نہیں لگا؟" الطاف نے لڑکی کے قریب آتے ہوئے پوچھا "نہیں"۔ لڑکی نے بڑے اطمینان سے جواب دیا "میں جانتی تھی کہ بھینسا کچھ نہیں کہے گا کیونکہ یہ اس کی ساس ہے"۔ (وسیم عباس آکاش ...... لودھراں)

کاش ......!!

عرب دودھ اور گندم ابال کر ایک کھیر سی تیار کرتے تھے، وہ اسے کاخ کہتے تھے۔ ایک دیہاتی مہمان کو شہری میزبان نے کئی دن کی باسی کاخ کھلا دی۔ دیہاتی کھانا کھا تو گیا مگر اس کے ذائقے اور بدبو نے اس کی حالت خراب کر دی کھانے کے فوراً بعد انہیں نماز پڑھنا تھی۔ اتفاق کی بات، امام نے سورہ فاتحہ کے بعد اس سورہ کی تلاوت شروع کر دی "اللہ نے تم پر یہ چیزیں حرام کی ہیں مردار، لہو اور سور کا گوشت!" اس آیت پر دیہاتی کے کان کھڑے ہو گئے اس نے بے ساختہ پچھلی صف سے آواز لگائی "مولانا! ان تین چیزوں میں جوجی کے کاخ کو بھی شامل فرمائیں"۔ (صائمہ ارم ...... صادق آباد)

بے وقوف

ایک دیہاتی کسی شہر میں آیا اور آ کر بلڈنگیں گننے لگا وہاں سے ایک ٹھگ گذرا اور کہنے لگا "جلدی بتاؤ، کتنی گنیں؟"

دیہاتی بولا "پانچ"

"فوراً پانچ روپے نکالو"۔ دیہاتی نے پانچ روپے نکالے اور دے دیئے پھر دیہاتی کے پاس ایک اور شخص آیا اور بولا "وہ تم کو بیوقوف بنا رہا تھا"۔

دیہاتی بولا "بیوقوف تو میں نے اسے بنایا ہے۔ میں نے دس بلڈنگیں گنی ہیں اور پیسے پانچ کے دیئے ہیں"۔ (اعجاز احمد بھٹی ...... امیر پور سادات)

کیسے اترو گے......؟

ایک دیہاتی اپنے مکان کی چھت پر چڑھا اتفاق سے ایک کوا بھی چھت پر آ بیٹھا۔ دیہاتی جلدی سے اترا اور سیڑھی ہٹا کر بولا "میں تو چھت سے اتر آیا ہوں اب تم کیسے اترو گے؟" (نعمان صدیق ...... لودھراں)

تم تو ماں نہ بنو

ایک دیہاتی عورت اپنے بچے کے ساتھ بس میں سوار ہوئی اس نے اپنا تو ٹکٹ لے لیا لیکن بچے کیلئے نہ لیا کنڈیکٹر نے غور سے بچے کی طرف دیکھا اور بولا "محترمہ بچے کا ٹکٹ بھی لیجئے"۔ "مگر اس کی عمر تو تین سال ہے" دیہاتی عورت بولی۔ کنڈیکٹر نے بچے کو پھر دیکھا اور بولا "مجھے تو یہ پانچ سال کا لگ رہا ہے" دیہاتی عورت غصے سے بولی "بچہ میرا ہے تم خوانخواہ ماں بننے کی کوشش نہ کرو"۔ (نور محمد جمالی، ہیرک کارل ...... اوستہ محمد)

ہا ...... بیچاری

دیہاتی (دوست سے) "دیکھو! میری چائے میں ایک مکھی ہے"۔

دوست: "دل چھوٹا نہ کرو یار ! ایک مکھی زیادہ سے زیادہ کتنی چائے پی لے گی؟"

(عمر رحمن ...... ڈیرہ غازیخان)

غریب کون؟

ڈاکو نے ایک غریب دیہاتی کو پستول دکھا کر کہا "جو کچھ ہے، میرے حوالے کر دو"۔ وہ بیچارہ تھر تھر کانپتا ہوا بولا "غریب آدمی ہوں، میرے پاس کیا رکھا ہے؟" ڈاکو نے پستول لہرا کر غصیلے لہجے میں کہا "ہم سے زیادہ غریب نہیں ہو خالی پستول لئے گھوم رہے ہیں گولی خریدنے کیلئے ایک پائی بھی جیب میں نہیں"۔ (رنا بابر حیات ...... اسلام نگر ...... بہاولنگر)

JOKE OF THE MONTH

لیجئے پھول ساتھیو ! اس مرتبہ جوک آف دی منتھ میں کون تخت نشین ہے؟ سوچئے تو اتنی دیر میں ہم ان کا ارسال کردہ لطیفہ پیش کرتے ہیں۔

☆...... ایک دیہاتی اپنی بیوی سے کہنے لگا "بچے کی آمد سے پہلے ہمیں گھوں تبدیل کر لینا چاہئے ان کا پہلا بچہ جو ماں باپ کی باتیں سن رہا تھا بولا "ابا جی! گھوں تبدیل کرنے کا کوئی فائدہ نہیں وہ وہاں بھی آ جائے گا"۔

☆...... ہاں ساتھیو ! کیا سوچا آپ نے؟ ارے واہ بالکل صحیح اس مرتبہ جوک آف دی منتھ کا تاج لودھراں کی مس نسیم اختر کے سر پر ہے۔

نام ہی کافی ہے

ان ساتھیوں نے بھی ہمیں "کچھ" بھیجا مگر ہمارے ذہن نے کہا کہ ان کا نام ہی کافی ہے دیکھتے ہیں ایسے پھول ساتھیوں میں بھلا کون کون شامل ہے؟ ایم آصف رضا بلوچ، یاسر عرفات، عمران نذیر ملتان، عدنان، مریم، فوزیہ بہاولپور، نعمان عابد، شاہد محمود، نعیم خان لودھراں، محمد محفوظ آکاش، محمد یونس کراچی، فریدہ خانم، عائشہ اقبال لاہور، اسماء امتہ الکبریٰ، روبینہ جاوید، شاہ زیب راولپنڈی، حمزہ چودھری خانیوال، نور مصطفیٰ ...... فیصل آباد۔

نوٹس بورڈ

اے پھولو ذرا بات تو سن لو تاریخ کے صفحات کھنگالو اور عظیم شخصیات کی زندگی کے مزاحیہ واقعات دس تاریخ (اسی ماہ کی) تک پھول آفس بھجوا دو پھر انتظار کرو اپنے لطیفے / مراسلے کی اشاعت اور شاباش کا۔

ایک بھائی کا ماجرا اسے اپنے وعدے سے زیادہ کچھ اور عزیز ہو گیا تھا کبھی جو خاندان میں لالچ کی روایت ہی چلتی رہے تو

روایت

زین الفاطمہ فیصل آباد

میں اپنے گھر میں اپنے امی ابو اور ایک بہن کے ساتھ نہایت خوش و خرم زندگی بسر کر رہا تھا میں سب سے بڑا تھا۔ خصوصاً بڑا بچہ باقی بہن بھائیوں سے زیادہ حساس ہوتا ہے۔ میرے ساتھ بھی کچھ ایسا ہی تھا۔ جب میری امی کی چھوٹے ماموں کے ساتھ جائیداد کے معاملے پر لڑائی ہوئی۔ تو مجھے بہت دکھ ہوا کہ جن بہن بھائیوں میں اتنا پیار اور اتفاق تھا وہ سب اس طرح بھی لڑ سکتے ہیں اور ماموں تو ہمیں بہت چاہتے تھے۔ میں نے اپنے آپ سے دل میں تہیہ کر لیا تھا کہ میں اپنی سب سے پیاری بہن سے ہرگز نہ لڑوں گا۔ میں اسے اپنا سب کچھ دے دوں گا۔ میں اس کا بہت خیال رکھتا جب کبھی میری کسی سے لڑائی ہوتی تو میری چھوٹی بہنا میری طرفداری کرتی۔ ہم دونوں بہن بھائیوں کا آپس میں پیار مثالی تھا۔ وہ مجھ سے کہا کرتی بھائی میرا ایک کام کرنا۔ پل صراط پر اپنی کمر پر بٹھا کر مجھے پار کرا دینا۔ میں خوشی خوشی حامی بھر لیتا۔ اس وقت میری محبت کا مرکز وہی تھی۔ مگر جوں جوں بڑا ہوتا گیا میرے دوست بیوی بچے اور دولت بھی میری محبت میں برابر کا شریک ہو گئی۔ میں روز ایک معمول کے ساتھ گھر سے آفس اور آفس سے آتا جاتا تھا۔ بالکل نارمل زندگی بسر کر رہا تھا۔

ایسے میں ایک روز اپنے آفس میں بیٹھا دفتری معاملات نمٹا رہا تھا کہ اچانک میری بیوی کا فون آیا حماد! پلیز جلدی گھر آ جائیے۔ آپ کے ابو کی حالت بہت خراب ہے۔ میں کام چھوڑ چھاڑ کر بھاگم بھاگ گھر پہنچا تو اس وقت ابو نزع کے عالم میں تھے اور پاس ہی انہوں نے وصیت نامہ بھی لکھ چھوڑا تھا۔ اس وقت ان کے چہرے پر دکھ اور کرب کے جو تاثرات تھے وہ مجھے آج تک یاد ہیں۔ میں کتنی ہی دیر بیٹھا انہیں دلاسے دیتا رہا۔ مگر ابو تو مجھے چھوڑ کر جا چکے تھے۔ پھر گھر میں لوگوں کا تانتا بندھ گیا۔ ابو کو نہلا کر دفن کر دیا گیا۔ اس کے بعد پھر سے ہر کوئی ان عارضی رونقوں میں کھو گیا۔ ابو کی وفات کے تین ماہ بعد مجھے وصیت نامہ پڑھنے کا اتفاق ہوا تو مجھے یہ پڑھ کر شاک لگا کہ ابو نے اپنے نام کی جائیداد میری چھوٹی بہن چندا کے نام لگا دی تھی۔ مجھے اپنی آنکھوں پر یقین نہ آیا۔ میں یہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ ابو مجھ سے زیادہ میری بہن سے پیار کرتے ہیں۔ حالانکہ بات پیار کی نہیں احساس کی تھی۔ میں نے سوچا کہ ابھی ایک سال پہلے ہی تو میں نے اسکی اپنے خرچ پر شادی کی تھی۔ میں دل ہی دل میں کڑھتا رہا۔ پھر چند دنوں بعد امی نے میرے ساتھ جائیداد کی تقسیم کے بارے میں بات کی۔ امی چاہتی تھیں کہ میں ان کی زندگی میں ہی جائیداد تقسیم کر لوں۔ مگر مجھے یوں لگا جیسے انہوں نے میری دکھتی رگ پر ہاتھ رکھ دیا ہے۔ میں پھٹ پڑا۔ میں کسی صورت بھی ابو کے نام کی جائیداد چندا کے نام پر لگانے کیلئے راضی نہ تھا اور چندا خود بھی تو یہ چاہتی تھی کہ جائیداد اس کے محسن بھائی کے نام لگا دی جائے۔ لیکن امی یہ ناانصافی برداشت نہیں کر سکتی تھیں۔ جائیداد کا یہ معاملہ میری ہٹ دھرمی کے باعث اسی طرح اڑا رہا۔ میری پیاری ماں نے مجھ سے منہ موڑ لیا تھا۔ مگر مجھے اس سے کوئی فرق نہیں پڑا۔ میرے دل میں تو ایک بڑا سا قفل لگا ہوا تھا۔

ایک دن میں دفتری مصروفیات سے فارغ گھر میں اپنے بیوی بچوں کے ساتھ نہایت خوشگوار موڈ میں بیٹھا ہوا تھا۔ مجھے سارہ اور علی کھیلتے ہوئے بڑے اچھے لگ رہے تھے۔ انہیں دیکھ کر مجھے اپنے بچپن کے دن یاد آ گئے۔ جب میں چندا کو اپنے کندھوں پر بٹھا کر سیر کرایا کرتا تھا اور چندا کو بھی تو میرا انتظار رہتا تھا کہ کب میرا بھائی سکول سے واپس آئے اور ڈھیر سارے چپس کے پیکٹ لائے کہ اچانک فون کی بیل بجی۔ میری سوچوں کا تسلسل ٹوٹ چکا تھا۔ دوسری طرف سے امی بڑی گھبرائی ہوئی آواز میں بولیں۔ بیٹا چندا کی طبیعت بہت خراب ہے۔ ڈاکٹروں نے بتایا ہے۔ اسے ہیپاٹائٹس سی ہے۔ ریسیور میرے ہاتھ سے چھوٹ چکا تھا۔ آج سے دو سال پہلے

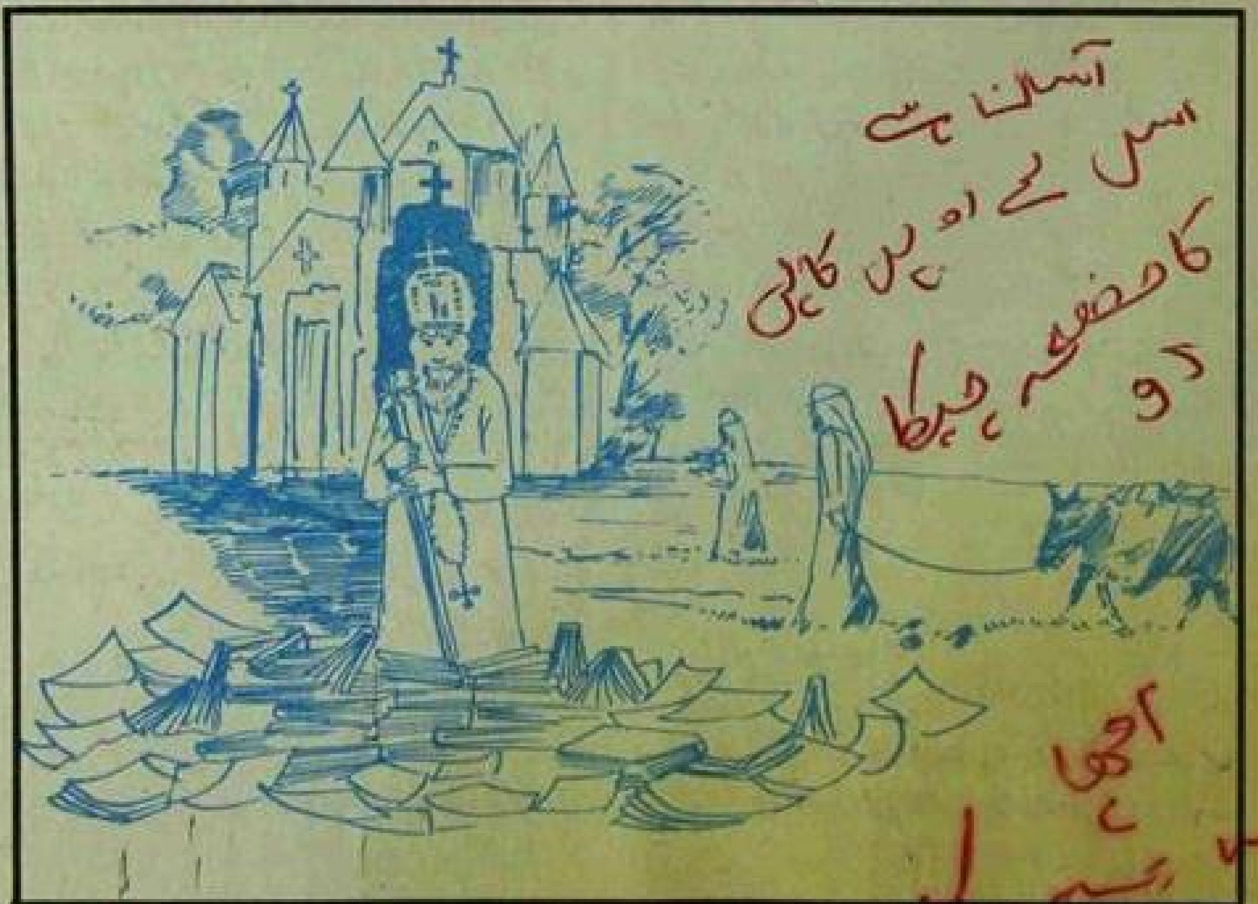
ابو کے چہرے پر جو دکھ کے اثرات تھے وہ اسی وجہ سے تھے۔ میں اپنے ابو کے کرب کو محسوس کر چکا تھا۔ میرے دل پر لگے ہوئے سارے قفل کھل چکے تھے۔ مجھے ساری بات سمجھ میں آگئی تھی کہ ابو نے اپنی جائیداد چندا کے نام کیوں کی تھی۔ میں نے آن کی آن میں اپنی اور اپنے ابو کی جائیداد کو چندا کے نام لگانے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ مگر شاید اب بہت دیر ہو چکی تھی۔ چندا مجھے چھوڑ کر دور جا چکی تھی۔ مجھے اپنی لاڈلی بہن کی اس اچانک موت سے شدید دھچکا لگا۔ مجھے زندگی کے اس بھیانک انجام سے خوف آنے لگا۔ میرا دل چاہتا تھا کہ اپنی ماں کی گود میں سر رکھ کر اپنے سارے دکھ سناؤں۔ مگر میرا تو کوئی بھی نہیں تھا۔ میری ماں مجھ سے ناراض تھی۔ میرا خدا مجھ سے ناراض تھا۔ مجھے اس روز سے خوف آنے لگا۔ جب میرے والدین اور میری اکلوتی بہن میرا گریبان پکڑ کر مجھ سے بازپرس کریں گے کہ بتا تو نے کیوں ہمارے حقوق ادا نہیں کئے۔ تو کیوں ہم سے غافل رہا۔ میں اپنے آپ کو تنہا محسوس کرنے لگا۔ میرے بیوی بچے اور یہ مال و دولت بھی مجھے خوش نہ کر سکے۔ ایسے میں مجھے کسی سائبان کی ضرورت تھی۔ کوئی بھی شخص ایسا نہ تھا۔ جو میرا آسرا بن سکے۔ میرے آنسوؤں کو پونچھ ڈالے اور مجھے میری ماں اور اللہ سے ملوا دے۔ میں اس زندگی سے اکتا گیا تھا۔ مگر موت سے بھی ڈرتا تھا کہ کس منہ سے خدا کی بارگاہ میں حاضر ہوں گا۔ آخر رحمت خداوندی جوش میں آئی اور میرے اللہ نے میرے دوست طلحہ کی صورت میں فرشتہ بھیجا۔ اس نے مجھے ایسی راہ دکھلائی جس پر چل کر میں اپنے خدا اور ماں دونوں کے بہت قریب ہو گیا۔ طلحہ جو میرا دوست بھی ہے اور میرے ساتھ آفس میں کام بھی کرتا ہے۔ اس نے مجھے مظفر آباد لے جانے کی آفر کی جو میں نے فوراً قبول کر لی۔ ایک بہن کا حق ادا نہیں کر سکا تو سوچا ان ہزاروں بہنوں کے حق دلانے کیلئے باقی زندگی وقف کر دیتا ہوں شاید میری غلطی کی تلافی ہو جائے۔ میں نے یہاں جہاد کی تربیت حاصل کی ہے۔ اب سرحد پار کر کے دشمن کے علاقے میں جانے والا ہوں۔ سوچتا ہوں دشمن سے لڑنا شاید اتنا مشکل نہیں ہے جتنا اپنے آپ سے اور اس مفاد اور لالچ سے جس کے کتنے ہی لشکر اپنے من میں ہمہ وقت برسرپیکار ہوتے ہیں۔ میں اپنے بیوی بچوں اور والدہ سے آخری ملاقات کیلئے گھر آیا ہوں۔ صبح جب میں نے اپنی ماں کو یہ خوش خبری سنائی کہ میں اللہ کی رضا کیلئے اسکی مخلوق کی آزادی اور آسانی کیلئے میں جہاد کرنے جا رہا ہوں تو میری ماں کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئی تھیں۔ انہوں نے مجھے اپنے سینے سے لگا لیا بولیں حقدار کو حق دینا اور حق سے زیادہ دینا لالچ سے بچنا اور بچتے رہنا ظالم سے لڑنا اور لڑتے رہنا اور مولا کی رضا کا طالب ہونا اور طلب کرتے رہنا ہی جہاد ہے۔ تم بڑے جہاد سے چھوٹے جہاد پر جا رہے ہو۔ جاؤ جہاں بھی جاؤ انصاف اور ایثار کے ساتھ جینا۔ میں نے اپنی ساری جائیداد اپنی ماں کے نام کر دی ہے اور کہا ہے کہ وہ میرے بیٹے کے علاوہ اور بھی جس جس کو چاہے دے دیں میں پورے دل کے اطمینان سے لالچ کی اس دلدل سے نکل آیا ہوں۔ ہاں اب یہ تحریر اپنے بیٹے کیلئے لکھ رہا ہوں کہ لالچ کی خاندانی روایت کا وہ اب امین بھی ہے اور محافظ بھی۔ کل اسے بھی ایک بہن کا سامنا کرنا ہے۔ میدان جنگ مجھے پکار رہے ہیں اور میرا دل یقین سے بھرا ہے کہ شہادت میری منتظر ہے تبھی تو میں اللہ کے ہاں اس حالت میں جا سکوں گا کہ میری آنکھیں شرمساری سے جھکی نہ ہوں گی۔ ہاں میری کمر جھکی ہو گی اس پر میری پیاری بہن جو سوار ہو گی اس سے ایک ہی تو وعدہ کیا تھا کہ تجھے کندھوں پر بٹھا کر پل صراط پار کراؤں گا۔

بجھی چنگاریوں کی داستان جو الاؤ سے ایک سینے میں منتقل ہو گئی تھیں گزرے کل کی کہانی آنے والے دن بھی کوئی بہت مختلف نہ ہوں گے

آسان نہیں مٹانا

سعدیہ فیض

ابوالحسن چند ثانیے سانس لینے کو رکا۔ ماتھے پر آیا پسینہ عمامے سے صاف کیا اور پھر کدال سے زمین کا سینہ چیرنے لگا۔ چند ضربیں لگانے کے بعد وہ چونک کر ارد گرد کا جائزہ لیتا گویا کہ اس گھر کی دیواروں کے کانوں کے علاوہ ان کی آنکھیں بھی ہوں جو اس کی ساری کارگزاری کی چشم دید گواہ ہوں۔ کمرے میں ام سعد سر جھکائے حزن و ملال کی کیفیت میں بیٹھی تھی۔ کبھی کبھار آنسو اس کی آنکھوں سے ٹپک کر گود میں سر رکھ کر سوئے ہوئے پانچ سالہ مصعب کے گھنے بالوں میں جذب ہو جاتے۔ 12 سالہ سعد بن ابوالحسن کتنی ہی دیر بے قراری سے کروٹیں بدلنے کے بعد بستر سے اٹھ کھڑا ہوا اور جوتے گھسیٹتے ہوئے صحن کی طرف چل دیا۔ شاید ٹھک ٹھک کی آواز اس کی نیند میں مخل ہو رہی تھی۔ ابی آخر آپ کرنا کیا چاہتے ہیں؟ سعد نے بیزار لہجے میں کہا۔ شش۔ خاموش۔ ابوالحسن نے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر اسے خاموش کر لیا۔ "تم نہیں جانتے کہ یہ کتنا رازداری کا کام ہے۔ اس سے میری زندگی اور موت وابستہ ہے۔ میرا بس چلے تو اپنے سائے سے بھی پردہ رکھوں مگر بیٹے! اس گھر میں تم سے اور تمہاری امی سے کچھ چھپانا ممکن نہیں تم میرے ساتھ میرے کمرے میں آؤ"۔ ابوالحسن تیز تیز قدموں سے کمرے کی طرف بڑھنے لگا۔ "ابی یہ بوری؟ سعد حیران ہو کر بولا۔ "ہاں میرے بچے اسے ہم دفن کریں گے۔ تم مل کر اسے اٹھاؤ مجھ اکیلے سے یہ بوجھ نہ اٹھ سکے گا۔ ام سعد مصعب کو بستر پر لٹا کر دروازے کی چوکھٹ پر آن کھڑی ہوئی۔ سعد اور ابوالحسن بوری گھسیٹتے ہوئے صحن کی طرف لے جا رہے تھے۔ ام



سعد بے بسی سے انہیں دیکھتی رہی۔ اب وہ اسے گڑھے میں اتار رہے تھے۔ ام سعد دیوانہ وار ادھر بھاگ پڑی۔ "ابوالحسن اس کا منہ کھولو۔ اللہ کے واسطے مجھے صرف ایک۔" "نہیں، نہیں۔ ام سعد نہیں تمہیں نہیں معلوم اگر انہیں اس کی موجودگی کا پتا چل گیا تو وہ اس کا کیا حشر کریں گے۔ مجھ سے یہ بے حرمتی برداشت نہ ہوگی۔ اسی لئے تو میں یہ ساری کتابیں بشمول قرآن مجید یہاں دفن کر رہا ہوں۔ ان کی قدر بھلا مجھ سے زیادہ کون جانتا ہے۔ اپنی متاع عزیز کو خود سے جدا کرنا اتنا آسان تو نہیں۔" الفاظ ابوالحسن کے گلے سے پھنس پھنس کر نکل رہے تھے۔

کچھ دیر کے لئے سکوت چھا گیا۔ فضا سوگوار سی ہو گئی تھی۔ "لیکن وہ ان کے متعلق پوچھیں گے تو ضرور۔ سب کو معلوم ہے کہ آپ کا شمار غرناطہ کے بڑے بڑے علماء میں ہوتا ہے اور اسی کے گھر کا کتابوں سے مبرا ہونا ان کیلئے اچنبھے کی بات نہ ہوگی؟" ام سعد کے سوال نے خاموش فضا میں ارتعاش پیدا کر دیا۔ "کیا کریں گے؟ یہی نا کہ انکے متعلق معلوم کرنے کیلئے مجھے پکڑ کر لے جائیں گے۔ تشدد کریں گے"۔ ابوالحسن بہت پر جوش ہو رہا تھا۔

"نہیں ابی! ایسا مت کہیں" سعد بن ابوالحسن تڑپ کر بولا۔ "ابی آپ جانتے ہیں نا کہ میرے دوست زید کے والد کو محکمہ احتسابی زیشن والے گرفتار کر کے لے گئے تھے، اور محکمہ والوں نے ان پر بے انتہا تشدد کر کے انہیں زبردستی عیسائی بنا دیا۔ ابی! وہ، وہ آپ کو بھی عیسائی بنادیں گے اور مجھے کسی عیسائی کا بیٹا بننا پسند نہیں۔" "سبحان اللہ۔ میرے بیٹے سبحان اللہ! سعد بن ابوالحسن! مجھے تمہاری سوچ پر فخر ہے۔" ابوالحسن نے فخریہ انداز میں اس کا شانہ تھپتھپاتے ہوئے کہا۔ "ہاں ابوالحسن آپ کو اپنے فیصلے پر نظر ثانی کرنی چاہئے۔ ہمیں یہ کتابیں ان کے حوالے کر دینی چاہئیں۔ دشمنان دین ہمارے دین کو محض کتابوں کے ختم کرنے سے نہیں مٹا سکتے جبکہ ایک عالم کی موت ایک زمانے کی موت ہے۔ جب آپ ہی نہ رہے تو یہ کتابیں کس کام کی۔" سعد کی بات سے ام سعد کو بھی کچھ تقویت مل گئی۔ ابوالحسن شش و پنج کی کیفیت میں تھا۔ کسی بھی حتمی فیصلے پر پہنچنے کیلئے اس کے پاس رات پڑی تھی۔ صبح غرناطہ کے گلی محلوں میں ڈھنڈورچیوں کی آوازیں گونج رہی تھیں۔ "لوگو اپنی کتابیں کلیسا کے پاس جمع کرا دو۔ صرف قابل اعتراض کتابیں چھین لی جائیں گی باقی واپس کر دی جائیں گی۔ فلاں تاریخ کے بعد ان کی تلاشی لی جائے گی کسی نے کلیسا کی اجازت کے بغیر کتاب رکھی تو اسے عبرتناک سزا دی جائے گی۔ لوگ ہزاروں کی تعداد میں کتب جمع کرا رہے ہیں۔ ابوالحسن نے بھی لڑکھڑاتے قدموں کے ساتھ دروازے تک کتابیں پہنچائیں۔ عیسائی راہب کتابیں چھکڑے میں پھینکنے لگے۔ قرآن کہاں ہے؟ ایک راہب نے چونک کر پوچھا۔ قرآن مجید کو پہچاننا ان کے لئے کہاں مشکل تھا۔ اس کا صاف ستھرا غلاف ہی اسے دیگر کتابوں سے ممتاز کرتا تھا۔ "میں نے ساری کتابیں تمہارے حوالے کر دی ہیں۔" ابوالحسن نے تھوک نگلتے ہوئے کہا۔ "جھوٹ بکتے ہو" راہب چلایا اور اپنے ساتھی کے ساتھ دندناتا ہوا گھر میں گھس گیا۔ "نہیں نہیں میں یہ نہیں لے جانے دوں گی" ام سعد قرآن کو سینے سے لگائے چیخ رہی تھی۔ احتجاج کر رہی تھی مگر یہ احتجاج ام سعد کی چیخوں اور ابوالحسن کی آنسوؤں تک ہی محدود تھا۔ قرآن کی ساری جلدیں چھکڑے میں جا گریں۔ یہی کتاب تو ان کے لئے سب سے زیادہ خطرناک تھی بلکہ عربی زبان میں لکھی گئی ہر کتاب ہی قابل اعتراض تھی۔ ابوالحسن بے قراری سے کمرے میں ٹہل رہا تھا۔ سعد فرش پر بیٹھا خالی الماریوں کو تک رہا تھا۔ یہ کمرہ اسے اتنا اجنبی کبھی نہیں لگا تھا۔ "ابی یہ خالی کمرہ کتنا عجیب لگ رہا ہے۔ سعد نے کھوئے کھوئے لہجے میں کہا۔ "ہاں میرے بچے ہوتا ہے۔ اکثر ہوتا ہے کہ کسی عزیز کے چلے جانے کے بعد اداسی گھر کے در و دیوار میں رچ بس سی جاتی ہے۔ یہ کتابیں بھی تو ساتھی تھیں میری زندگی کی۔ باتیں کرتی تھیں مجھ سے۔ میرے مسئلے حل کرتی تھیں۔" ابوالحسن اب گھٹنوں کے بل بیٹھا سعد سے مخاطب تھا۔ "ابی! وہ میری حدیثوں کی کتاب بھی لے گئے۔ وہ قرآن مجید بھی جو آپ نے مجھے پہلی مرتبہ ختم قرآن پر انعام دیا تھا۔ اور وہ موٹی سی کتاب بھی جس میں سے آپ مجھے بہادر لوگوں کی کہانیاں پڑھ کر سنایا کرتے تھے۔" سعد باقاعدہ رو دینے کو تھا۔ ابوالحسن اسے چپ بھی نہیں کرا سکتا تھا۔ اس کی اپنی آنکھوں کے گوشے بھی نم تھے۔

وہ دن غرناطہ کی تاریخ کا ایک سیاہ باب ہے جس دن اہل غرناطہ نے دیکھا کہ غرناطہ کے مرکزی چوک سے آگ کا ایک الاؤ اٹھا اور دیکھتے ہی دیکھتے اس کی وسعت بڑھتی گئی۔ کلیسا کے دفتر سے قرآن مجید اور دیگر کتابیں چھکڑوں پر لاد کر لائی جا رہی تھیں۔ صفیں باندھے کھڑے سپاہیوں کے حصار میں عیسائی پادری ان کتابوں کو آگ کا ایندھن بنا رہے تھے۔ آج کے دن اہل غرناطہ اپنے ہی گھروں میں قید تھے۔ انہیں باہر نکلنے کی اجازت نہ تھی۔ وہ چھتوں پر کھڑے یہ دلگداز منظر دیکھ رہے تھے۔ ابوالحسن، سعد، ام سعد اور مصعب بھی چھت پر کھڑے رو رہے تھے۔ مگر بے بسی کے یہ آنسو تین دن تک دس لاکھ پانچ ہزار کتابوں کے ایندھن سے جلنے والے الاؤ کو نہ بجھا سکے۔ ابی آپ تو کہا کرتے تھے کہ ہم بہادر لوگوں کی بہادر اولاد ہیں۔ ہمارے آباؤ اجداد نے اپنی کشتیاں جلا کے سرزمین اندلس میں اسلام کا علم بلند کیا تھا۔ ابی پھر وہ کشتیاں جلانے والے آج کہاں گئے؟ "میرے بچے۔ میرے عزیز سعد! غداری اور ہوس اقتدار جس ملک و ملت میں جنم لے لے غلامی اور دین کی رسوائی اس کا مقدر ٹھہرتی ہے۔ افسوس! اب ہمیں اجتماعی بے بسی اور بے غیرتی کی زندگی جینا پڑے گی"۔ شدت غم سے ابوالحسن کی آواز کپکپا رہی تھی۔ "لیکن ابی بقول آپ کے جس شخص میں غیرت نہیں وہ مردہ شخص کی مانند ہے اور مردے زمین کا بوجھ ہوا کرتے ہیں۔ پھر ابی ہم سب تو مردے ہیں۔ زمین کا بوجھ ہیں۔ ہمیں اس پر رہنے کا کیا حق ہے؟ ہم بھی اس الاؤ میں کود کیوں نہیں جاتے؟ تاکہ آنے والی نسلیں ہمیں طعنہ نہ دے سکیں کہ ہم آٹھ صدیوں کی تہذیب و تمدن کی چتا جلنے کا تماشا دیکھتے رہے۔ سعد بن ابوالحسن نے چھوٹے منہ کے مطابق بڑی بات کہہ دی تھی۔ تیسرے روز پادری اور مسلح سپاہی اپنا کام ختم کر کے جا چکے تھے۔ رات کو سارے مسلمان گھروں سے نکل آئے۔ وہ دیوانہ وار بجھی ہوئی راکھ اٹھا اٹھا کر اپنی آنکھوں سے لگا رہے تھے۔ ابوالحسن چلایا "مسلمانو! ہمارا عذاب شروع ہو چکا ہے۔ تمہارے سامنے قرآن جلایا گیا ہے۔ لیکن راکھ کے اس انبار کو دیکھ کر یہ مت سمجھو کہ کلیسا کی آگ بجھ چکی ہے۔ اب اندلس کے ہر شہر میں ایسے الاؤ جلائے جائیں گے اور تم نے جس بے بسی کی حالت میں اللہ کی کتاب کو جلتا دیکھا ہے اس سے کہیں زیادہ بے بسی اور بیچارگی کی حالت میں تمہاری بیٹیاں اپنے بھائیوں اور شوہروں اور تمہارے معصوم بچے اپنے والدین کو آگ میں بھسم ہوتا دیکھیں گے"۔ صبح تک راکھ کا انبار وہاں سے غائب ہو چکا تھا۔ مسلمانوں نے ساری راکھ دریا کی آغوش میں دے دی تھی۔ گھر آ کر سعد نے شیشے کی ایک چھوٹی سی بوتل جس میں راکھ بھری ہوئی تھی بڑی احتیاط سے الماری میں رکھی۔ "سعد بیٹا! یہ کس لئے؟" ابوالحسن اور ام سعد نے ایک ساتھ حیرت سے پوچھا۔ "پیارے ابی، امی! یہ اندلس کے مسلمانوں کی غیرت ہے۔ حمیت ہے۔ یہ نسل در نسل نشان عبرت ثابت ہوگی۔ شاید کوئی نسل اس راکھ میں دبی چنگاری کو کرید لے، اور شاید کوئی چنگاری ان کے قلب کو گرما دے اور روح کو تڑپا دے"۔ الاؤ بجھ چکا تھا مگر سعد کے سینے میں ابھی آگ سلگ رہی تھی۔

سعد نے صبح سے خود کو ابوالحسن کے کمرے میں بند کیا ہوا تھا۔ شام کو وہ باہر نکلا تو اس کے ہاتھ میں کچھ ورق تھے جو اس نے ام سعد کو پکڑا دیئے۔ "واللہ! یہ کیسے بچ گئے" ام سعد انہیں دیکھتے ہی چلائی۔ "امی یہ بچے نہیں میں نے لکھے ہیں۔ آپ شاید بھول گئی ہیں کہ میں حافظ قرآن ہوں، اور پورے غرناطہ میں نجانے کتنے حفاظ قرآن ہوں گے۔ یہ رب کا سچا دین ہے اور وہی اس کی حفاظت کرنے والا ہے۔ کیا ہوا جو ان متعصب عیسائیوں نے ہماری کتابیں جلا دیں وہ ہمارے دلوں پہ نقش قرآن تو نہیں کھرچ سکتے۔ یہ علم سینہ در سینہ منتقل ہوتا رہے گا۔ اس کی ابتدا میں آج ہی مصعب سے کر رہا ہوں"۔ "بیٹا سعد! اس سفر میں تم مجھے بھی اپنا ہمسفر پاؤ گے۔ میں روزانہ رات کو علمی مجلس کیا کروں گا اور جو علم میرے دل و دماغ میں ذخیرہ ہے اس سے لوگوں کو مستفیض کرنے کی کوشش کروں گا"۔ سعد جیسے ننھے چراغ نے ابوالحسن کا راستہ بھی روشن کر دیا۔ بجھی راکھ سے چنگاریاں سینے میں منتقل ہو رہی تھیں۔

واہ کیا ٹیں ہے

بیڈ ٹائم سٹوری

اختر عباس

"واہ جی واہ! ہم بھی کیا طوطے ہیں".....
لالی نے فخر سے گردن اکڑاتے ہوئے کہا۔
"کیا رنگ ہیں، کیا پر ہیں اور کیا پیاری ٹیں ہے"



"مگر اس میں اکڑنے اور فخر کرنے والی کون سی بات ہے" شالی نے اپنے دوست کی بات کا برا مناتے ہوئے اسے گھورا۔

"لالی! تم اگر اس طرح کی خود پسندی سے باز نہ آئے تو کسی روز خطا کھاؤ گے آسان زبان میں مطلب یہ ہے کہ اپنا نقصان کرواؤ گے اور کسی اور کے ہاتھوں نہیں اپنی حرکتوں سے...... اپنے ہی ہاتھوں!"

یہ دونوں طوطے ایک خوبصورت باغ میں اپنے اور بہت سے دوسرے خاندانوں کے ساتھ ہنسی خوشی رہتے تھے۔ ایک تو دیکھنے میں خوبصورت، پھر بولنے میں میٹھے اور نقل و عقل میں ماہر۔ سارا سارا دن ادھر سے ادھر اڑتے چہکتے گزار دیتے۔ خوش گپیاں کرتے۔ کہیں سیر پر نکل جاتے تو ایسی کہانیاں ساتھ لاتے کہ بھی مذاق اڑاتے۔ اس پر وہ پریشان ہو جاتے کہ ہمارے بڑے کوئی نیا کام کرنے نہیں دیتے اور پرانے روٹین اور معمول کے کاموں میں ہمارا جی نہیں لگتا...... اتنی دوستی اور قربت کے باوجود کچھ باتوں میں ان کی رائے آپس میں کبھی نہ ملتی۔ مثلاً یہی خوبصورتی لے لیں۔ لالی جب بھی اس موضوع پر بولتا تو فخر اور غرور سے اس کی گردن تن جاتی اور [illegible] لنے لگتا کہ وہ "را" طوطا ہے۔ دوسروں سے مختلف بھی اور [illegible] شالی اسے سمجھاتا "ارے بھلے مانس یہ تو بتاؤ اگر خوبصورت [illegible] میں تمہارا کیا کمال؟ کیا تم اپنی مرضی سے ایسے بنے ہو یا تم نے ایسے [illegible] لئے کوئی فیس ادا کی ہے...... سیدھی طرح مان لو کہ جیسے اس کائنات کے خالق اور مالک نے چاہا تمہیں بنا دیا۔ اس پر تو شکر کا کلمہ ادا کیا کرو اس نے تمہیں اتنا پیارا اور بہترین بنایا ہے، غرور کرنے کی گنجائش تم کہاں سے اور کیسے نکال لیتے ہو؟"

لالی اس کی باتیں سن کر اکثر خاموش ہو جاتا تھا۔ بحث سے پرہیز کرتا شاید قول اخری جانتا تھا کہ "بحث سے مسئلے حل نہیں ہوتے بلکہ

پیدا ہوتے ہیں۔ دوستی بنتی نہیں بگڑتی ہے اور معاملات سلجھنے کی بجائے اور الجھ جاتے ہیں، مگر اس وقت کسی خاص موڈ میں تھا اس لئے خاموش ہونے کی بجائے بولا۔

"میرا کہنے کا مطلب کچھ اور ہے' میں تو کچھ کرنا چاہتا ہوں نیا اور مختلف...... ایک ہی جگہ اور ایک ہی ماحول میں رہ رہ کر تھک گیا ہوں"......

شالی یہ بات سن کر تھوڑا افسردہ سا ہو گیا۔ اسے افسوس ہوا کہ ہنسی خوشی رہنے پر یہ خوش کیوں نہیں ہے۔ اسے تو شکر گزار ہونا چاہئے کہ سکون سے رہ رہا ہے کچھ کرنے کے چکر میں نقصان اٹھانے پر کیوں تلا ہوا ہے۔

"کیا کرنا چاہتے ہو؟ کوئی ہے آئیڈیا یا صرف خیالی پلاؤ پکاؤ اور کھاؤ گے۔" شالی نے موڈ کو بہتر بناتے ہوئے کہا تو دیکھا کہ لالی کسی اور طرف متوجہ ہے۔ ان سے کچھ دور کوؤں کا ایک غول اڑا جا رہا تھا۔ لالی انہیں دیکھنے میں مگن تھا اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے اس نے فیصلہ کیا۔ پر پھیلائے اور شالی کو خدا حافظ کہتے ہوئے کوؤں کے پیچھے لپکا کہ۔

"تم بیٹھو! میں ذرا ان کے پیچھے جاتا ہوں' موقع ملا تو ان سے دوستی کرتا آؤں گا...... نئے لوگ اور نئی دوستی بوریت کم کرنے میں خوب مدد ملے گی"......

ایک لمحے کو شالی نے بھی اس کے ساتھ جانے کا سوچا مگر پھر یہ سوچ کر رک گیا کہ نہ تو اس نے ساتھ چلنے کی دعوت دی اور نہ ہی میں نے اپنے گھر والوں سے ایسی کسی حرکت کی اجازت لی۔ کوئی مصیبت آ گئی تو خود ہی نہیں سب گھر والوں کو بھی پریشانی ہوگی۔ یہی سوچ کر اس نے لالی کے ساتھ جانے کا ارادہ جھٹک دیا۔

.........☆.☆.☆

ادھر لالی کی سنئے۔ کچھ دور تک تو وہ کوؤں سے خاصے فاصلے پر اڑتا رہا پھر اس میں کسی جاسوس کی روح نے انگڑائی لی اور وہ رفتار تیز کر کے کوؤں کے قریب ہو گیا۔ کوؤں کی حس تو ویسے ہی تیز ہوتی ہے انہوں نے نوٹ کیا کہ ایک خوبصورت طوطا ان کا پیچھا کر رہا ہے اور ہے بھی اکیلا۔ کوؤں کی مکاری اور تیزی تو بدنامی کی حد تک مشہور ہے۔ انہوں نے ذرا سی تاخیر کئے بغیر اپنا رخ موڑا اور کائیں کائیں کرتے ہوئے لالی کو چاروں طرف سے جا لیا۔ چار چھ ٹھونگیں لگیں تو لالی کو نانی نانا سب یاد آ گئے۔ اسے شالی کی پیش گوئی بھی یاد آئی کہ ہمیشہ دوسروں کی ٹوہ لگانے والے کسی روز خود ہی قابو آ جاتے ہیں اور پھر پچھتاتے ہیں۔

کوے لالی کو ٹھونگے مارتے مارتے تھک گئے تو پھر سوال و جواب شروع کر دیئے...... ایک کوا بولا تم یقیناً کوئی جاسوس ہو اور ہمارے علاقے پر قبضہ کرنے کے لئے سازگار حالات دیکھنے اور وا[illegible] کر رپورٹ دینے کے لئے آئے ہو...... لالی مار کھا کھا کر تنگ آیا ہوا [illegible] لاحول ولا قوۃ...... تمہارے علاقے پر قبضہ! یہ بھی کوئی علاقہ ہے [illegible] بیابان...... پھل نہ پھول...... نہ سبزہ نہ ہریالی...... ہم تو آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھیں۔ ہمارا علاقہ تو خود جنت ہے...... جنت۔ میں تو اپنی غلطی [illegible] حماقت کے ہاتھوں مجبور ہو کر نئے دوست تلاش کرنے آیا تھا۔

اس کی یہ بات سن کر بڑا کوا چونکا...... اس نے اشاروں ہی اشاروں میں اپنے کچھ خاص اور مکار کووں کو کچھ کہا اور بولا "ٹھیک ہے تمہاری بات کی ہم خود تصدیق کریں گے اور تمہیں تمہارے علاقے تک بھی چھوڑ آئیں گے" ......

لالی نے خدا کا شکر ادا کیا کہ ٹھونگے کھانے سے تو جان چھوٹی...... وہ فوراً کووں کے ایک اعلیٰ سطحی وفد کو ساتھ لانے پر تیار ہو گیا...... باغ تک آتے آتے اس نے اپنے علاقے، گھر اور ماحول کی ایسی تصویر کشی کی کہ کوے تو ہکا بکا رہ گئے۔ وہ بیچارے اپنے علاقے کی خشک سالی کے باعث مارے مارے پھرتے تھے اور ایسا ہرا بھرا پھلوں سے لدا باغ تو ان کے خواب میں بھی نہ تھا...... اب جو انہوں نے لالی کا علاقہ دیکھا تو ایسے متاثر ہوئے جیسے غریب آدمی کسی امیر کا گھر دیکھ کر ہوتا ہے۔ لگے معذرتیں کرنے۔

ایک بولا تم تو اس عظیم قوم کے سپوت ہو جو دوسروں کی سب غلطیوں کو معاف کر دیتی ہے۔ ہمیں بھی معاف کر دو اور اپنے قدموں میں جگہ دو۔ ہم آپ کے نئے دوست بننے کے خواہش مند ہیں۔ اتنی دور آئے ہیں تو خالی ہاتھ نہیں جائیں گے اور کچھ نہیں تو اپنی تہذیب اور رہن سہن ہی ہمیں سکھا دو تا کہ ہم واپس جائیں تو اپنی جاہل قوم کو بتا سکیں کہ ایک نئے دوست اور تہذیب یافتہ اور کھلے دل والی قوم سے ترقی کی باتیں سیکھ کر آئے ہیں...... لالی یہ تعریفیں سن کر پھولا نہ سمایا اور اس نے سوچے سمجھے اور کسی سے مشورہ کئے بغیر ہاں کر دی کہ ٹھیک ہے تم میرے مہمان ہو میرے دوست ہو جتنے دن چاہے رہو......

شالی نے دو چار مرتبہ تنہائی میں لالی کو سمجھانے کی کوشش کی کہ ہر نئی چیز اچھی مگر دوستی پرانی ہی اچھی ہوتی ہے اور کووں سے دوستی! توبہ...... یہ جو کہتے ہیں اس کے الٹ کرتے ہیں۔ یہ تم سے سبق کم سیکھیں گے تمہیں سکھائیں گے، پڑھائیں گے زیادہ...... مگر لالی پر کوئی اثر نہ ہوا۔ وہ سمجھا شالی مجھ سے جلتا ہے کہ ایک دوسری قوم اور نسل کے لوگ میری اتنی عزت کیوں کرتے ہیں۔ مجھے استاد مان کر مجھ سے تہذیب کیوں سیکھتے ہیں...... وہ خوشی خوشی انہیں اپنے پورے علاقے میں گھماتا پھرا۔ اچھے اچھے پھل کھلاتا...... کبھی ٹوپیاں پہناتا تو کبھی کلغیاں لگاتا۔ کووں نے اس سے وعدہ کیا کہ وہ اسے اپنے علاقے میں حالات بہتر ہونے پر مہمان خصوصی کے طور پر بلائیں گے اور سب کووں سے خطاب کروائیں گے۔

شالی یہ بات سن کر خوشی سے بے حال ہو گیا۔ پھر بھی تکلف سے بولا یہ منصب تو ہمارے صدر صاحب کا ہے کہ وہ مہمان خصوصی بنیں۔ کوے بولے ہم کسی صدر کو نہیں جانتے۔ آپ ہی ہمارے لئے صدر ہیں۔ آپ اتنے ذہین، ہمدرد اور دانا ہیں کہ کوئی مثال نہیں ملے گی۔ کاش آپ ہی یہاں کے صدر ہوتے تو یہ علاقہ کتنی ترقی کرتا...... ہم نے دنیا دیکھی ہوئی ہے آپ کو ساری دنیا کا احوال سناتے، سب پر حکمرانی کے گر سکھاتے...... آپ میں تو وہ ساری خوبیاں پہلے سے موجود ہیں جو دنیا پر حکمرانی کرنے والوں میں ہوتی ہیں......





"نہیں نہیں ایسی بھی بات نہیں۔ لالی نے شرما کر کہا۔

"سر! ہمیں بھلا جھوٹ بولنے کی ضرورت کیا ہے؟ ایک کوے نے انتہائی ادب سے سر جھکا کر کہا ......

لالی نے ٹھنڈی سانس لی ...... اسے احساس ہونے لگا کہ واقعی اس کے ساتھ بڑی زیادتی ہوئی ہے ...... اتنے دانا اور ذہین' معاملات کو سمجھنے اور سمجھانے والے اس کی تعریف کر رہے ہیں۔ قدر کر رہے ہیں جبکہ اس کی اپنی قوم نے اس کی بے قدری کی ہے ...... ایک دم اسے سارے طوطے برے لگنے لگے ......

کیا خیال ہے میں تمہارے ساتھ نہ چلوں ...... لالی نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ وہاں چل کر باقی کوؤں کو بھی تہذیب اور تمدن کی باتیں سکھانے کا کام کروں گا۔"

"بالکل بالکل سر! کوے بولے۔

"مگر آپ کیوں زحمت کرتے ہیں ہم خادم ہیں ہم ضرورت مند ہیں ہم ہی حاضر ہو جایا کریں گے ...... امید ہے آپ خوشی سے اس اہم اور مشکل کام کو کر کے تاریخ میں اپنا نام روشن لفظوں سے لکھوائیں گے۔ آپ اجازت دیں گے تو ہم آپ کو صدر بنانے کے لئے بھی بہت کچھ کریں گے۔"

"ٹھیک ہے مجھے منظور ہے۔ لالی نے فخر اور غرور کو اپنے خون میں دوڑتے ہوئے محسوس کیا۔ کوے چلے گئے تو وہ اڑ کر شالی کے پاس گیا تاکہ اپنی عزت افزائی کی کہانی سنا سکے۔ جب سے کوے اس کے ساتھ آئے تھے اس نے شالی سے ملنا بہت کم کر دیا تھا۔ اس کا خیال تھا "جیلس ...... مجھے نصیحتیں ہی کرتا رہتا ہے میری قدر اور مشہوری نہیں دیکھ سکتا" ......

شالی خاموشی سے لالی کی باتیں سنتا رہا مگر جونہی اس نے بتایا کہ کل سارے کوے اس کا لیکچر سننے آ رہے ہیں اور ممکن ہے صدر بنانے کی کوئی شاندار ترکیب بھی بتائیں تو شالی حیرت اور غصے سے سن ہو گیا۔

وہ بولا او احمق وہ تمہیں کھلونا بنا کر کھیلتے رہے اور اب تمہیں صدر بنانے کے خواب دکھا گئے ہیں ...... تم میں ذرا عقل ہوتی تو سوچتے کہ ہم سب کو مار کر وہ خود کیوں نہ یہاں قبضہ کریں اور حکومت کریں' تمہیں کس خوشی میں صدر بنائیں گے۔

لالی غصے سے وہاں سے اڑ گیا ...... "جیلس مت!" وہ بڑبڑایا "ہمیشہ الٹی بات ہی سوچے گا" ......

شالی وہاں سے فوراً اپنے بڑوں کے پاس گیا اور انہیں ساری رام کہانی سنائی ...... اس نے یقین ظاہر کیا کہ کل کوے آتے ہی ہماری بے خبری میں حملہ کر دیں گے ...... ان کا مقابلہ کرنے کا سوچیں ......

"وہ تو بڑے لڑاکا ہوتے ہیں! ہم کیسے مقابلہ کریں گے؟" ایک بوڑھا طوطا بولا ......

"ٹھیک ہے آپ مقابلہ نہ کریں' اپنے بیوی بچوں کو مرتے ہوئے دیکھئے گا ...... اچھا منظر ہو گا" شالی نے اپنا غصہ ضبط کرتے ہوئے کہا۔ پھر دیر تک صلاح مشورہ ہوتا رہا ...... آخر طے پایا کہ سب چھوٹے بڑے طوطے اور طوطیاں کل صبح سے ہی اپنی چونچیں تیز کر کے سب سے اونچی شاخوں پر جا بیٹھیں گے۔ اگر تو کوے کسی خراب نیت سے نہ آئے تو صدر صاحب اور چند بڑے انہیں باغ کے باہر ہی روک کر واپس بھجوا دیں گے۔ دوسری صورت میں پوری طوطا قوم ٹیں ٹیں کرتی ہوئی کوؤں پر حملہ آور ہو گی اور انہیں مار بھگائے گی۔

اکثر طوطوں نے اس فیصلے پر خوشی کا اظہار کیا۔ البتہ کچھ نے کہا ہم تو کبھی لڑے ہی نہیں ...... نہ تجربہ ہے اور نہ پریکٹس ...... کیسے لڑیں گے۔ صلح صفائی کر لیتے تو اچھا تھا۔ شالی ان کی باتیں سن کر قریب آیا اور بولا۔

اے امن پسند طوطو! ہمیشہ سلامتی اور سکون سے رہتے ہو ...... یہ دولت مفت ملی ہوئی ہے۔ اس لئے اس کی قدر نہیں۔ ایک لمحے کو اپنے زخمی جسموں اور اجڑے گھروں کا سوچو ...... خود بخود لڑنے مرنے کی پریکٹس ہو جائے گی ......

اور یہ بات اگلی ہی صبح واقعی سوچ ثابت ہوئی۔ کوے علی الصبح وہاں آن پہنچے۔ ان کے تو وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ استقبال کے لئے پہلے سے انتظام ہو گا۔ طوطوں کے وفد نے جب ان سے کہا کہ آپ لوگ واپس چلے جائیں تو کوؤں کا سربراہ بولا ہوں! واپس چلے جائیں! ہم جہاں ایک بار آ جائیں واپس نہیں جاتے۔ پھر ہم آئے نہیں بلائے گئے ہیں۔ لالی صاحب ہمارے دوست ہیں میزبان ہیں ہم ان کی دعوت پر آئے ہیں۔ آپ کون ہوتے ہیں روکنے والے! ......

مذاکرات میں تیزی اور تلخی آئی تو شور مچ گیا۔ شور سن کر لالی بھی آنکھیں ملتا ہوا وہاں آ گیا۔ وہ حیران تھا کہ یہ سب کیا ہو رہا ہے۔ اتنے سارے کوے دیکھ کر ایک لمحے کو تو وہ خوش ہوا کہ واہ کیا بات ہے ایک نہ آدھ پوری قوم میری شاگرد بننے آئی ہے۔ مگر پھر جب ان کی آنکھوں میں مکاری' باتوں میں تلخی اور تیوروں میں تیزی دیکھی تو سوچ میں پڑ گیا کہ کہیں شالی کی بات درست تو نہیں تھی کہ یہ لوگ میرے ذریعے ہمارے گھروں پر قبضہ کرنے کی سازش کر کے آئے ہیں۔

اسی دوران وہ کوے آگے بڑھے جو لالی سے سیکھ کر گئے تھے اور بولے۔